جہانِ اقبال

ڈاکٹر سید معین الرحمٰن

PAKISTAN GOLDEN JUBILEE 50 ANNIVERSARY

جہانِ اقبال

ڈاکٹر سید معین الرحمٰن

اقبال اکادمی پاکستان

جملہ حقوق محفوظ

ناشر	:	ڈاکٹر وحید قریشی ناظم اقبال اکادمی پاکستان چھٹی منزل ایوان اقبال لاہور
طبع اول	:	۱۹۹۷ء
تعداد	:	۵۰۰
قیمت	:	۱۰۰ روپے
مطبع	:	سعادت آرٹ پریس لاہور

محلِ فروخت : ۱۱۶- میکلوڈ روڈ، لاہور
فون : ۷۳۵۷۲۱۴

مندرجات:

حرفِ چند — ڈاکٹر سید معین الرحمٰن — ۷

(۱)

۱۔ یونیورسٹیوں میں مطالعۂ اقبال کے چالیس سال: ۱۹۷۷ تک — ۱۱
۲۔ یونیورسٹیوں میں مطالعۂ اقبال کے دس سال: ۱۹۷۸ء سے ۱۹۸۸ء تک — ۲۳
۳۔ پنجاب یونیورسٹی اور اقبالیاتی تحقیق و تنقید — ۳۹
۴۔ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اور مطالعۂ اقبال — ۵۷
۵۔ کراچی یونیورسٹی اور اقبالیات — ۶۹
۶۔ سندھ یونیورسٹی میں مطالعۂ اقبال — ۷۱
۷۔ بہاء الدین زکریا یونیورسٹی ملتان اور اقبال شناسی — ۷۳
۸۔ اسلامیہ یونیورسٹی، بہاول پور میں مطالعۂ اقبال کی روایت — ۷۵

(۲)

۹۔ بسلسلہ اقبال، رشید احمد صدیقی کی ایک نادر تحریر — ۷۹
۱۰۔ اقبالیات اور سید وقار عظیم — ۹۵
۱۱۔ "ترجمانِ اسرار" از: (جسٹس) ایس اے رحمٰن — ۱۱۹
۱۲۔ شذرات متعلق بہ اقبال از: سید وقار عظیم — ۱۲۳
۱۳۔ ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی بطور اقبال شناس — ۱۳۵
۱۴۔ شادِ اقبال: مکاتیبِ اقبال کا پہلا مجموعہ — ۱۴۳
۱۵۔ کچھ "جاوید منزل" کے بارے میں — ۱۶۱
۱۶۔ مزارِ اقبال پر خصوصی گارڈ کی تعیناتی — ۱۶۵
۱۷۔ اقبال پر غالب کا اثر اور اُن کی گرفت — ۱۶۷

حرفِ چند (کچھ اس کتاب کے بارے میں)

زیرِ نظر کتاب "جہانِ اقبال" دو حصوں پر مشتمل ہے۔کتاب کے پہلے حصے میں یونیورسٹیوں میں مطالعۂ اقبال کی پیش رفت کا جائزہ لیا گیا ہے۔۔۔ کتاب کا دوسرا حصہ؛ علامہ اقبال کے حوالے سے میرے کچھ دوسرے متعارفات پر مبنی ہے۔

یہ کتاب علامہ اقبال کے ایک سو بیسویں جشنِ ولادت کی مناسبت سے محترم ڈاکٹر وحید قریشی کے ایما اور اہتمام سے شائع ہو رہی ہے جس کے لیے میں اُن کا بہ دل ممنون ہوں۔

معین الرحمٰن

یکم اکتوبر ۱۹۹۶ء

شُعبۂ اردو

گورنمنٹ کالج، لاہور

پہلا حصہ

(ا)

۱- یونیورسٹیوں میں مُطالعۂ اقبال کے چالیس سال: ۱۱
صد سالہ جشنِ ولادت ۱۹۷۷ء تک

۲- یونیورسٹیوں میں مُطالعۂ اقبال کے دس سال: ۲۳
۱۹۷۸ء سے ۱۹۸۸ء تک

۳- پنجاب یونیورسٹی اور اقبالیاتی تحقیق و تنقید ۳۹

۴- علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اور مُطالعۂ اقبال ۵۷

۵- کراچی یونیورسٹی میں مُطالعۂ اقبالیات ۶۹

۶- سندھ یونیورسٹی میں مُطالعۂ اقبال ۷۱

۷- بہاء الدین زکریا یونیورسٹی ملتان اور اقبال شناسی ۷۳

۸- اسلامیہ یونیورسٹی بہاول پور میں مُطالعۂ اقبال کی روایت ۷۵

یونیورسٹیوں میں

مُطالعۂ اقبال کے چالیس سال

صد سالہ جشن ولادت ۱۹۷۷ء تک

(ا)

علامہ اقبال ہمارے شعر و ادب کی ان خوش قسمت مستثنیات میں سے ہیں جو اپنی زندگی ہی میں اہل علم کی توجہ کا مرکز بن جاتی ہیں۔ گزران وقت کے ساتھ ساتھ ان کی محبوبیت اور مرکزیت بڑھتی ہی جا رہی ہے۔ ہماری جامعات کا وہ بالخصوص بہت محبوب اور مرغوب موضوع ہیں اور رہے ہیں اور یہ صرف ہماری پاکستانی یونیورسٹیوں کی ہی بات نہیں، اقبال کا مطالعہ مشرق اور مغرب کی متعدد یونیورسٹیوں میں ہوا ہے اور یہ تحقیقی و تنقیدی مطالعہ صرف اردو ہی میں نہیں دنیا کی متعدد زبانوں میں ہوا ہے۔ اقبال پر پی ایچ۔ ڈی کا سب سے پہلا کام اقبال کے انتقال کے پانچ برس بعد ۱۹۴۳ء میں سامنے آیا۔[۱]

۱۹۴۳ء سے ۱۹۷۷ء تک کے پینتیس برسوں میں میرے علم و نظر کی حد تک اقبال پر سات مختلف زبانوں میں پی ایچ۔ ڈی کے لیے اکیس مقالے لکھے گئے ان میں سے دس انگریزی زبان میں ہیں، چھ اردو میں، ایک چیک زبان میں، ایک جرمن، ایک فرنچ، ایک عربی اور ایک فارسی زبان میں، ایک مقالے پر جو انگریزی میں ہے اور شعبہ علوم اسلامیہ پنجاب یونیورسٹی، لاہور کے لیے لکھا گیا، ابھی ڈگری تفویض نہیں ہوئی۔[۲] بقیہ بیس مقالات پر دنیا کی ان پندرہ یونیورسٹیوں سے پی ایچ۔ ڈی کی اسناد عطا ہوئیں:

۱۔ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ :	چار ڈگریاں : تین شعبہ فلسفہ[۳] میں ایک اردو میں[۴]
۲۔ پنجاب یونیورسٹی، لاہور :	تین ڈگریاں : دو شعبہ فلسفہ[۵] میں، ایک سیاسیات[۶] میں
۳۔ ڈرہم یونیورسٹی، انگلستان :	شعبۂ فلسفہ میں ایک ڈگری[۷]
۴۔ تہران یونیورسٹی تہران :	شعبۂ فارسی میں ایک ڈگری[۸]
۵۔ عین الشمس یونیورسٹی قاہرہ :	شعبۂ عربی میں ایک ڈگری[۹]
۶۔ کراچی یونیورسٹی کراچی :	شعبۂ اردو میں ایک ڈگری[۱۰]
۷۔ الہ آباد یونیورسٹی، الہ آباد :	شعبۂ اردو میں ایک ڈگری[۱۱]
۸۔ گورکھپور یونیورسٹی، گورکھپور :	شعبۂ اردو میں ایک ڈگری[۱۲]
۹۔ چارلز یونیورسٹی، پراگ، چیکوسلاو یکیہ :	شعبۂ اردو میں ایک ڈگری[۱۳]
۱۰۔ بہار یونیورسٹی، مظفرپور بہار :	شعبۂ اردو میں ایک ڈگری[۱۴]
۱۱۔ جامعہ عثمانیہ، حیدر آباد دکن :	شعبۂ اردو میں ایک ڈگری[۱۵]
۱۲۔ پیرس یونیورسٹی، فرانس :	شعبۂ فلسفہ میں ایک ڈگری[۱۶]
۱۳۔ ماربرگ یونیورسٹی، جرمنی :	شعبۂ دینیات میں ایک ڈگری[۱۷]
۱۴۔ کلیرماؤنٹ یونیورسٹی، امریکہ :	شعبۂ فلسفہ میں ایک ڈگری[۱۸]
۱۵۔ شکاگو یونیورسٹی، امریکہ :	شعبہ دینیات میں ایک ڈگری[۱۹]

ان تحقیقی مقالات میں سے بیشتر چھپ چکے ہیں۔ بعض بہ تمام و کمال اور کچھ جزواً پی ایچ۔ ڈی کے ان ۲۱ مقالات میں سے تین خواتین کی تحقیق و تلاش اور محنت و ریاضت کا ثمر ہیں۔ یہ سب مقالے اپنے اپنے مضمون اور میدان کے معتبر اور ممتاز معلمین اور محققین کی رہنمائی میں لکھے گئے۔ ان عالموں کے اسماء کام کے معیاری ہونے کی بدیہی ضمانت ہیں[۲۰]

ان اکیس مقالات کے علاوہ جو براہ راست اقبال اور ان کے فکر و فن پر لکھے گئے، جنوبی کیلیفورنیا یونیورسٹی، میک گل یونیورسٹی، کولمبیا یونیورسٹی، جنوبی الی نوائس یونیورسٹی اور سراکیوس یونیورسٹی (نیو یارک) سے پانچ ایسے تحقیقی مقالات پر پی ایچ۔

ڈی کی اسناد تفویض کی گئی ہیں جو براہ راست اقبال پر نہیں لیکن جن کا بیشتر حصہ اقبال اور ان کے افکار و تصورات سے بحث کرتا ہے(۲۱)۔ اسی نوع کے ایک مقالے پر شعبہ اردو ناگپور یونیورسٹی سے ۱۹۶۵ء میں پی ایچ۔ ڈی کی ڈگری دی گئی(۲۲)

پی ایچ۔ ڈی کی ڈگری سے بڑھ کر اقبال پر ڈی لٹ کی ڈگری کے لیے لکھنؤ یونیورسٹی کے شعبہ فارسی کی ڈاکٹر آصفہ زمانی' تحقیقی کام میں مصروف ہیں' ان کا موضوع ہے:

"Dr. Sir Muhammad Iqbal and his
Persian poetry-- A critical Survey."

یہ کام ڈاکٹر آصفہ زمانی کے حسب دل خواہ مکمل ہو گیا تو اقبال پر ڈی لٹ کی سند فضلیت حاصل کرنے والی سب سے پہلی اسکالر ہونے کا اعزاز اور امتیاز ان کا مقدر ہو گا!

اقبال—— آج بھی مغرب اور مشرق کی متعدد یونیورسٹیوں میں تحقیق کا موضوع ہیں۔ اقبال کی ولادت کے صد سالہ جشن ۱۹۷۷ء کی زمانی حد تک میرے علم و یقین کے مطابق برعظیم پاک و ہند اور دیار مغرب کی کم و بیش درج ذیل نو یونیورسٹیوں میں اقبال پر پی ایچ۔ ڈی کی سطح کا تحقیقی اور تنقیدی کام زیر تکمیل ہے:

۱۔ بہار یونیورسٹی' مظفر پور' بہار(۲۳)

۲۔ مسلم یونیورسٹی' علی گڑھ(۲۴)

۳۔ دہلی یونیورسٹی' دہلی(۲۵)

۴۔ بھوپال یونیورسٹی' بھوپال(۲۶)

۵۔ جبل پور یونیورسٹی' جبل پور(۲۷)

۶۔ جموں و کشمیر یونیورسٹی' سری نگر(۲۸)

۷۔ سندھ یونیورسٹی' حیدر آباد(۲۹)

۸۔ پنجاب یونیورسٹی' لاہور(۳۰)

۹۔ ہارورڈ یونیورسٹی(۳۱)

بہار یونیورسٹی (مظفر پور) میں تین اور مسلم یونیورسٹی' علی گڑھ میں دو اصحاب

اقبال پر تحقیقی کام میں مصروف ہیں' باقی جامعات سے ایک ایک ریسرچ اسکالر وابستہ ہے۔

(۲)

علامہ اقبال پر ڈاکٹریٹ کی سطح کے تنقیدی اور تحقیقی کام سے قطع نظر' یونیورسٹی کی بعض دوسری ڈگریوں کی جزوی تکمیل کے سلسلے میں میری تلاش اور تحقیق کے مطابق پچھلے تیس پینتیس برسوں میں دنیا کی دس یونیورسٹیوں میں اقبال پر ۱۲۳ مقالات مرتب ہوئے۔ یہ مقالات جن بارہ مختلف ڈگریوں کے حصول کے لیے لکھے گئے' ان کی تفصیل یہ ہے:

۱۔ ایم۔ اے (اردو): ۶۹ مقالات (طلباء ۲۲' طالبات ۴۷)

۲۔ ایم۔ اے (فلسفہ): ۲۰ مقالات (طلباء ۷' طالبات ۱۳)

۳۔ ایم۔ اے (فارسی): ۸ مقالات (طلباء ۴' طالبات ۴)

۴۔ ایم۔ اے (سیاسیات): ۷ مقالات (طلباء ۶' ایک طالبہ)

۵۔ ایم۔ اے (اسلامیات): ۵ مقالات (طلباء ۲' طالبات ۳)

۶۔ ایم۔ اے (ایجوکیشن): ۷ مقالات (۴ مقالے ۹ طلباء کی مشترکہ مساعی' ۳ مقالے ۳ طالبات کے)

۷۔ ایم۔ اے (ایجوکیشن): ایک مقالہ (مقالہ نگار: میاں محمد طفیل)

۸۔ ایم۔ اے (معاشیات): ایک مقالہ (مقالہ نگار: رفعت یعقوب)

۹۔ ایم۔ اے (تاریخ): ایک مقالہ (مقالہ نگار: نسرین طاہرہ)

۱۰۔ ایم۔ اے (عربی): ایک مقالہ (مقالہ نگار: سمیر عبدالحمید ابراہیم)

۱۱۔ ایم۔ اے (لائبریری سائنس): ایک مقالہ (مقالہ نگار: محمد اسلم)

۱۲۔ منشی فاضل: دو مقالات: دو طلباء کے

ان ۱۲۳ مقالات میں سے ۱۱۳' پاکستان کی تین یونیورسٹیوں میں لکھے گئے:

۱۔ پنجاب یونیورسٹی' لاہور: ۹۸ مقالات

۲۔ سندھ یونیورسٹی' حیدر آباد: ۸ مقالات

۳- کراچی یونیورسٹی، کراچی : ۷ مقالات

ایک مقالے پر امریکن یونیورسٹی آف بیروت، لبنان سے اور ایک پر قاہرہ یونیورسٹی، مصر سے ڈگری ملی- بیروت یونیورسٹی والا مقالہ انگریزی میں ہے اور قاہرہ یونیورسٹی کے لیے لکھا جانے والا مقالہ عربی میں ہے اور یہ دونوں مقالے لاہور میں چھپ چکے ہیں- باقی آٹھ مقالے ہندوستان کی ان پانچ یونیورسٹیوں میں پیش کیے گئے :

۱- بھوپال یونیورسٹی، بھوپال :	(تین مقالات)
۲- جامعہ عثمانیہ، حیدر آباد دکن	(دو مقالات)
۳- مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ :	ایک ایک مقالہ
۴- جموں و کشمیر یونیورسٹی، سری نگر :	
۵- وکرم یونیورسٹی، اجین :	

ان آٹھ مقالات میں سے پانچ طالبات نے تحریر کیے ہیں چار اردو زبان میں اور ایک شعبہ فلسفہ کے لیے انگریزی میں، طلباء کے تینوں مقالے اردو میں ہیں- ان میں سے ابھی کوئی زیور طبع سے آراستہ نہیں ہوا-

پاکستان میں لکھے گئے ۱۱۳ مقالات میں سے ۶۸، طالبات کے زور قلم کا نتیجہ ہیں اور ۴۵ مقالے طلباء کی مشترکہ مساعی کا حاصل ہیں- مجموعی طور پر ۸۹ مقالات اردو میں لکھے گئے ہیں اور ۲۴ انگریزی میں- ان ۲۴ میں سے ۱۱ طالبات کے تحریر کردہ ہیں-

یونیورسٹی ڈگری کے لیے لکھے گئے ان مقالات کی نگرانی کا فرض بھی ثقہ اور معتبر اہل علم کے سپرد رہا ہے- ستمبر ۱۹۷۰ء میں پروفیسر سید وقار عظیم، شعبہ اردو پنجاب یونیورسٹی اورینٹل کالج، لاہور سے اکیس برس کی منصبی وابستگی کے بعد سبکدوش ہوئے تو ان کی نگرانی میں اقبال پر لکھے گئے مقالات کی تعداد ۱۶ تھی- وقار صاحب کے حین حیات برعظیم پاک و ہند کی کسی بھی یونیورسٹی کے کسی بھی استاد نے اقبال پر وقار عظیم صاحب سے زیادہ تحقیقی اور تنقیدی کام نہیں کرایا- اب ولادت اقبال کے صد سالہ جشن (۱۹۷۷ء) کی زمانی حد تک صورت یہ ہے :

۱- ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی (پنجاب یونیورسٹی) :	۱۷ مقالات
۲- پروفیسر سید وقار عظیم مرحوم (پنجاب یونیورسٹی) :	۱۶ مقالات

۳۔ پروفیسر ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں (سندھ یونیورسٹی) : ۸ مقالات

۱۹۷۲ء کے لسانی فسادات میں سندھ یونیورسٹی (حیدر آباد) کے شعبۂ اردو کی سیمینار لائبریری تباہ کر دی گئی اور مختلف علمی و ادبی موضوعات پر ایم۔ اے کے کئی سو قلمی مقالے نذر آتش ہو گئے۔ اس کا قوی امکان ہے کہ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں صاحب یا سندھ یونیورسٹی شعبہ اردو کے دوسرے اساتذہ کی نگرانی میں آٹھ سے زیادہ متعلمین نے اقبال پر تحقیقی اور تنقیدی کام کیا ہو۔

پنجاب یونیورسٹی کے جن دوسرے اساتذہ نے اقبال پر تحقیقی اور تنقیدی کام کی روایت کو مستحکم بنانے میں نسبتاً زیادہ دلچسپی لی اور خود تحقیقی کام کی ذمہ داری سنبھالی ان کے اسماء یہ ہیں:

۱۔ پروفیسر خواجہ غلام صادق (شعبۂ فلسفہ) : ۷ مقالات

۲۔ ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار (شعبۂ اردو) : ۶ مقالات

۳۔ جناب نعیم احمد (شعبۂ فلسفہ) : ۵ مقالات

۴۔ ڈاکٹر وحید قریشی (شعبۂ اردو) : ۴ مقالات

۵۔ جناب عبدالخالق (شعبۂ فلسفہ) : ۴ مقالات

۶۔ جناب ڈاکٹر شوکت علی (شعبۂ سیاسیات) : ۴ مقالات

پروفیسر خواجہ غلام صادق کی نگرانی میں، ایم۔ اے کے سات مقالات سے قطع نظر، فلسفے میں اقبال پر پی ایچ۔ ڈی ایک سند بھی تفویض ہوئی۔

ایم۔ اے کے لیے لکھے گئے ان مقالات میں سے دو اپنے "حجم" کی بنا پر نمایاں قرار دیے جا سکتے ہیں، ایک "طوالت" کے لحاظ سے اور دوسرا "اختصار" کے اعتبار سے، دونوں کا تعلق پنجاب یونیورسٹی سے ہے۔ ایم۔ اے (فارسی) کے لیے انور سلطانہ کا مقالہ "اقبال کی فنی تراکیب" ۷۹۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس سے قطع نظر کہ "فنی" سے کیا مراد ہے، اقبال کی فارسی شعری تراکیب کا یہ قیمتی اشاریہ بڑی محنت اور کاوش کے بعد ۱۹۷۲ء میں سید وزیرالحسن عابدی کی زیر نگرانی مرتب ہوا۔ اس کے برعکس "تخلیق پاکستان میں اقبال کا حصہ" کے موضوع پر ایم۔ اے (سیاسیات) کا ایک مقالہ صرف ۳۴ (فل اسکیپ سائز) صفحات پر مبنی ہے جسے فخرالنساء نے ۱۹۵۸ء میں

جناب شوکت علی کی رہنمائی میں انگریزی میں لکھا۔

اقبال پر ایم۔ اے کے ان مقالات میں سے جہاں بیشتر سرسری ہیں اور محض سر کا بوجھ ہلکا کرنے کی غرض سے لکھے گئے ہیں، وہاں بعض مقالے ایسے بھی ہیں جنھیں پروفیسر سید وقار عظیم کے بقول بڑی آسانی سے پی ایچ۔ ڈی کے مقالوں کے مقابلے میں رکھا جا سکتا ہے۔ [٣١]

(٣)

اقبال پر یونیورسٹی کے مختلف امتحانات کے ١٢٣ مقالات میں ٦٩ ایم۔ اے (اردو) کے لیے لکھے اور ان پر بہ تفصیل ذیل برعظیم پاک و ہند کی سات یونیورسٹیوں نے اسناد عطا کیں:

١۔ پنجاب یونیورسٹی، لاہور:	٥٣ مقالات (٤٠ طالبات، ١٣ طلباء)
٢۔ سندھ یونیورسٹی، حیدر آباد:	٨ مقالات (٣ طالبات، ٥ طلباء)
٣۔ بھوپال یونیورسٹی، بھوپال:	تین مقالے (دو طلباء، ایک طالبہ)
٤۔ جامعہ عثمانیہ، حیدر آباد دکن:	دو مقالے (حبیب النساء بیگم، غلام عمر خان)
٥۔ کراچی یونیورسٹی، کراچی:	ایک مقالہ (سید شیریں پروین)
٦۔ جموں و کشمیر یونیورسٹی، سرینگر:	ایک مقالہ (شمس النساء)
٧۔ وکرم یونیورسٹی، اجین:	ایک مقالہ (نشاط زریں)

سب سے زیادہ یعنی ٥٣ مقالات شعبہ اردو، پنجاب یونیورسٹی اورینٹل کالج، لاہور کے لیے تیار ہوئے، ان میں سے دو طالبات (سیدہ فرزانہ ناہید گیلانی اور میمونہ روحی) نے شعبہ اردو، گورنمنٹ کالج، فیصل آباد (لائل پور) کے توسط سے اپنے مقالات پر پنجاب یونیورسٹی، لاہور سے ایم۔ اے (اُردو) کی سند حاصل کی۔ پنجاب یونیورسٹی سے ملحق، گورنمنٹ کالج، فیصل آباد، صوبہ پنجاب کا (جس میں تین آرٹس یونیورسٹیاں واقع ہیں) سب سے بڑا اور پرانا سرکاری کالج ہے جہاں ایم۔ اے (اُردو) کی سطح پر تدریس کا انتظام اور اہتمام ہے۔

شعبۂ اُردو، پنجاب یونیورسٹی اورینٹل کالج، لاہور سے وابستہ آٹھ اساتذہ نے بہ

تفصیل ذیل اقبال پر تحقیقی و تنقیدی کام کی رہنمائی کی:

۱۔	ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی:	۱۷ مقالات (طالبات ۱۱، طلباء ۶)
۲۔	پروفیسر سید وقار عظیم:	۱۶ مقالات (طالبات ۱۲، طلباء ۴)
۳۔	ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار:	۶ مقالات (طالبات ۴، طلباء ۲)
۴۔	ڈاکٹر وحید قریشی:	۵ مقالات (طالبات ۴، طالب علم ۱)
۵۔	ڈاکٹر سید عبداللہ:	۲ مقالات (دونوں طالبات)
۶۔	ڈاکٹر عبید اللہ خاں:	۲ مقالات (دونوں طالبات)
۷۔	ڈاکٹر ناظر حسن زیدی:	۲ مقالات (دونوں طالبات)
۸۔	ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم:	ایک مقالہ (محمد فرمان)

پنجاب یونیورسٹی اورینٹل کالج کے ان اکاون مقالات میں سے دو اپنی ضخامت کے اعتبار سے نمایاں طور پر سرکشیدہ ہیں:

۱۔ اردو مکتوب نگاری، غالب سے اقبال تک: گیتی آراء صفحات :۶۹۱

۲۔ کلام اقبال میں تاریخی شخصیتیں: ریحانہ نسرین دارا صفحات: ۶۵۳

پہلا مقالہ براہ راست اقبال سے متعلق نہیں، اس کے صرف ۴۱ صفحات (ص ۵۱۴- ۵۵۴) اقبال کے بارے میں ہیں۔ دوسرا مقالہ الگ الگ "تاریخی شخصیتوں" کے شرح احوال کا مجموعہ ہے۔ ان تاریخی شخصیتوں کا کلام اقبال میں کہاں کہاں حوالہ آیا ہے، یا ان تاریخی شخصیتوں کا اقبال کے نظام فکر سے کیا تعلق ہے؟ اس کی طرف اشارے سے کام کی اہمیت اور افادیت اور بڑھ جاتی ہے۔

(۴)

۱۲۳ مقالات میں سے ۶۹ ایم۔ اے (اردو) کے امتحان کے لیے لکھے گئے، بقیہ ۵۴ میں سے ۲۰ مقالے ایم۔ اے (فلسفہ) کی سند کے لیے مرتب ہوئے۔ مقالہ نگاروں میں سے ایک خاتون کا تعلق مسلم یونیورسٹی علی گڑھ[۳۳] سے اور ایک کا کراچی یونیورسٹی سے ہے[۳۴]۔ باقی سب مقالے پنجاب یونیورسٹی کے لیے تحریر کیے گئے۔ یونیورسٹی کے لیے دو مقالے شعبہ فلسفہ، گورنمنٹ کالج، لاہور کی وساطت سے پیش

ہوئے۔ ان بیس مقالوں میں سے پانچ اردو میں لکھے گئے ہیں' بقیہ پندرہ انگریزی میں ہیں۔ پروفیسر خواجہ غلام صادق' نعیم احمد اور عبدالخالق نے کام کرانے میں زیادہ انہماک اور اشتیاق دکھایا :

ایم۔ اے (فارسی) کے لیے اقبال کے بارے میں لکھے گئے آٹھ مقالے میرے علم میں آئے :

۱۔ پنجاب یونیورسٹی' لاہور : ۴ مقالات (۳ طالبات' ایک طالب علم)

۲۔ کراچی یونیورسٹی' کراچی : ۴ مقالات (۳ طلباء' ایک طالبہ)

پنجاب یونیورسٹی (شعبہ فارسی) میں اقبال پر جو تحقیقی اور تنقیدی کام ہوا' اس کی نگرانی کا تین چوتھائی بوجھ تنہا ڈاکٹر سید محمد اکرم شاہ نے اٹھایا۔

ڈاکٹر سید محمد اکرم شاہ نے ایک ملاقات میں مجھ سے بیان کیا کہ ۱۹۶۷ء کے قیام ایران کے زمانے میں مشہد یونیورسٹی کے ڈاکٹر رجائی نے انہیں اپنی نگرانی میں لیسانس (فارسی) کی سند کے لیے علامہ اقبال کے بارے لکھوائے ہوئے پانچ چھ رسالے (مقالے) دکھائے تھے۔ افسوس کہ ان مقالات (رسائل) کے کتابیاتی کوائف ان کے پاس موجود اور محفوظ نہیں۔

منشی فاضل (فارسی) کے لیے لکھے گئے دو مقالے بھی پنجاب یونیورسٹی لائبریری کی زینت ہیں۔ اب یہ امتحان پنجاب یونیورسٹی کے دائرۂ کار سے خارج ہے۔ یہ مقالات مولانا عبدالمجید سالک اور جناب آقا بیدار بخت کی رہبری اور نگرانی میں تیار ہوئے۔

ایم۔ اے (سیاسیات) کی ڈگری کے لیے اقبال سے متعلق پنجاب یونیورسٹی میں سات مقالے لکھے گئے۔ یہ سب انگریزی میں ہیں اور ایک استثنیٰ کے علاوہ سب کے سب طلباء کے حسنِ رقم کا نتیجہ ہیں اور بیشتر جناب شوکت علی کے زیر نگرانی مکمل ہوئے ہیں۔ ایم۔ اے اسلامیات کے لیے پانچ مقالے لکھے گئے' ان میں سے تین طالبات کی محنت کا حاصل ہیں۔

اقبال پر ادارۂ تعلیم و تحقیق (Institute of Education and Research) پنجاب یونیورسٹی کے سات مقالوں میں سے تین طالبات نے لکھے ہیں' بقیہ چار مقالے نو طلباء کی مشترکہ کاوش کا نتیجہ ہیں۔ ایم۔ اے (معاشیات)' ایم۔ اے (تاریخ) اور

لائبریری سائنس میں پوسٹ گریجویٹ ڈگری کے لیے بھی ایک ایک مقالہ لکھا گیا ہے۔ اول الذکر دو مقالات بالترتیب رفعت یعقوب اور نسرین طاہرہ نے پنجاب یونیورسٹی کے لیے تحریر کیے اور موخرالذکر مقالہ کراچی یونیورسٹی شعبہ لائبریری سائنس کے طالب علم محمد اسلم نے ترتیب دیا ہے۔

۱۹۷۷ء تک مختلف یونیورسٹیوں میں پی ایچ۔ ڈی' اور ڈی لٹ یا ایم۔ اے کے لیے لکھے گئے یا لکھے جانے والے ڈیڑھ سو کے قریب تحقیقی اور تنقیدی مقالات اور ان کے موضوعات پر ایک نظر ڈالی جائے تو ان کے ہمہ جہتی تنوع کو دیکھ کر ایک خوشگوار طمانیت کا احساس ہوتا ہے۔

اقبال کے فلسفے' ان کے مذہبی عقائد اور سیاسی شعور' ان کے افکار و تصورات اور ان کے ماخذ' ان کے ذہنی ارتقا اور ان کے فکری سرچشموں' ان کے فن شعر' شعری و نثری تصنیفات' ان کی اردو اور فارسی شاعری اور اس کے اثرات مابعد پر بعض صورتوں میں اچھا اور قابل توجہ کام ہوا ہے۔ بایں ہمہ منجملہ مباحث دیگر' اقبالیات کے دو موضوع اور میدان اب بھی ایسے ہیں جو کسی آبلہ پا کو جاں کاہی کی دعوت دیتے ہیں:

ایک ــــ اقبال کے سوانح اور وقائع زندگی کی تعیین و تلاش اور دوسرے ــــ اقبال کے نثری سرمائے کی قدر و قیمت کا تعین ــــ غالب کو انتقال کے کوئی تیس برس بعد حالی میسر آئے جنھوں نے شاعر غالب کو "محض شاعر" سے بڑھ کر ایک بڑے شخص اور نثر نگار کے طور پر بھی دریافت اور متعارف کیا ــــ صد سالہ جشن ولادت اقبال کے موقع پر' اقبال کو ہم سے رخصت ہوئے کوئی چالیس برس گزر چکے ان کی بلند اور غالب شخصیت' ہنوز اپنے بھرپور اور یادگار تجزیے کے لیے کسی حالی کی منتظر ہے:

چمن میں خوش نوایانِ چمن کی آزمائش ہے

(اقبال عالمی کانگرس منعقدہ لاہور ۲-۹ دسمبر ۱۹۷۷ء کے لیے لکھا گیا)

حواشی :

۱- "The Metaphysics of Iqbal" از :ڈاکٹر عشرت حسن انور، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ ۱۹۴۳ء نگران کار : ڈاکٹر سید ظفر الحسن (علیگ)۔ ۱۹۴۴ء میں یہ مقالہ لاہور سے شائع ہوا (ص ۹۱)۔ جشن ولادت (۱۹۷۷ء) کے موقع پر اس مقالے کا اردو ترجمہ "اقبال کی مابعد الطبیعات" کے عنوان سے شائع ہوا (ص ۹۹، مطبوعہ اقبال اکادمی، لاہور) یہ ترجمہ ڈاکٹر محمد شمس الدین صدیقی کی مساعی جمیلہ کا نتیجہ ہے۔ (طبع دوم، اقبال اکادمی لاہور ۱۹۸۸ء، ص ۱۵۶)

۲- "Iqbal's Concept of Religion" از : پروفیسر افتخار احمد چشتی (فیصل آباد)

3- (a) The metaphysics of Iqbal by Dr: Ishrat Hussain Enver.

(b) The place of God, Man Universe in the philosohic system of Iqbal: Dr: Jamila khatoon

(c) Sir Aurdind and Iqbal: Dr: M. Rafiq.

۴- "مطالعہ تلمیحات و اشارات اقبال" از : ڈاکٹر اکبر حسین قریشی

5- (a) Iqbal's philosoply of Knowledge : Dr : Muhammad Maruf

(b) The Impact of Rumi Upon the Religious Thoughts of Iqbal. Dr : M. Nazeer

6- The political philosophy of Iqbal:
Dr. parveen Feraze Hussain

7- An analysis of the philosophical Ideas and Works of Iqbal :
Dr. Riffat Hasan.

۸- "شرح حال و آثار و سبک اشعار و افکار اقبال" از : دکتر سید محمد اکرم شاہ

۹- "رسالتہ الخلود" (جاوید نامہ، ترجمہ مع تشریح و تعلیقات) از: ڈاکٹر محمد السعید جمال الدین، قاہرہ

۱۰- "اسلامی تصوف اور اقبال" از : ڈاکٹر ابو سعید نورالدین

۱۱- "اقبال کا فلسفۂ خودی اور اس کا ماخذو مقصد" از : ڈاکٹر آصف جاہ کاروانی

۱۲- "اقبالیات کا تنقیدی جائزہ از : ڈاکٹر عبدالحق

۱۳- "Life and works of Iqbal" از : ڈاکٹر جان ماریک

۱۴- "فوق البشر کا تصور اور اقبال کا مرد مومن" از : ڈاکٹر حاتم مہر

۱۵- "اقبال کا تصور انسان کامل" از : ڈاکٹر غلام عمر خاں

۱۶- "محمد اقبال- فلسفی شاعر" از : ڈاکٹر مسعود حسین

۱۷- "اقبال کے مذہبی افکار" از: ڈاکٹر محمد انور علی

18- The Concept of personhood in the thought of Mastin Baber, Disetz Suzabi & Mahammad Iqbal" By: Dr. Natividued G. libbanton Bassanda

19- The Contribution of sir Mahammad Iqbal to Modren Islamic Thought" By : Dr. H-J- singh.

۲۰- مثلاً i- اردو: بابائے اردو ڈاکٹر مولوی عبدالحق، پروفیسر رشید احمد صدیقی
ii- فلسفہ: پروفیسر ایم- ایم- شریف، ڈاکٹر سید ظفر الحسن، پروفیسر خواجہ غلام صادق- ڈاکٹر ی اے قادر
iii- فارسی: ڈاکٹر حسین نعیمی-
iv- سیاسیات: ڈاکٹر منیرالدین چغتائی

۲۱- تفصیل کے لیے رجوع کیجئے: جامعات میں اقبال کا تحقیقی اور تنقیدی مطالعہ، از: ڈاکٹر سید معین الرحمن، مطبوعہ: اقبال اکادمی پاکستان، لاہور، ۱۹۷۷ء ص ۴۵۶-۴۵۹

۲۲- مقالہ: "اردو شاعری میں تصوف" مقالہ نگار: ڈاکٹر محمد حمید اللہ خاں آذر نگران کار: ڈاکٹر سید رفیع الدین بحوالہ: ہماری زبان، دہلی ۲۲ ستمبر ۱۹۷۹ء، ص ۵

۲۳- (الف) عبدالحئی عادل: "اقبال کا سیاسی شعور
(ب) محمد خاں فہیم: "اقبال کے بعد اردو نظم"
(ج) منظور عالم نعمانی: "اقبال کی غزل گوئی

۲۴- (الف) بیگم حامدہ مسعود: "اردو میں نظریہ، شاعری- ولی سے اقبال تک"
(ب) قاضی عبیدالرحمن ہاشمی: "اقبال کا فن"

۲۵- شہناز اختر: "اقبال کے فکر و فن کے سماجی اور ثقافتی رشتے"

۲۶- محمد ایوب: "اقبال اور اردو غزل"

۲۷- قمر جہاں: "اقبال پر قرآن کا اثر"

۲۸- تارا چرن رستوگی: "اقبال پر مغربی اثرات"

۲۹- رفعت علی خاں: "اقبال کا ذہنی ارتقا"

۳۰- رفیع الدین ہاشمی: "تصانیفِ اقبال کا تحقیقی و توضیحی مطالعہ"

۳۱- ڈاکٹر این میری شمل کی زیر نگرانی: "ابلیسیات اور اقبال کے تصورِ ابلیس کا پس منظر"

۳۲- اورینٹل کالج میگزین، لاہور جلد ۵۰، عدد ۱- ۴، ۱۹۷۴ء، ص ۱۲۲

33- "Iqbal's concept of God" By : Jamila khatoon

34- Concept of perfactman in Iqbal" By: Hasina shaikh

یونیورسٹیوں میں
مُطالعۂ اقبال کے دس سال

۱۹۷۸ء سے ۱۹۸۸ء تک

(۱)

اقبال، اردو ادبیات کی ان چند استثنائی شخصیات میں سے ایک ہیں جن کے ذکر و فکر کو غیر منقسم ہند میں پی ایچ۔ ڈی کی سطح پر تحقیقی کام کے لیے اوّل اوّل منتخب کیا گیا۔ اردو شعر و ادب کی کوئی ساڑھے پانچ صدی کی تاریخ میں اقبال سے پہلے صرف تین اشخاص کو پاک و ہند سے باہر یورپ میں پی ایچ۔ ڈی کا موضوع بنایا گیا —— قاضی محمود بحری کو ان کے انتقال (۱۷۱۷ء) کے قریب سوا دو سو برس بعد[۱] مولانا الطاف حسین حالی کو ان کے وصال (۱۹۱۴ء) کے کوئی بیس اکیس برس بعد[۲] اور مولانا محمد حسین آزاد کو ان کے انتقال (۱۹۱۰ء) کے کوئی تیس برس بعد[۳] —— بحری اور حالی پر کیا گیا اولین تحقیقی کام آج تک روز اشاعت کا منتظر اور طباعت کی روشنی سے محروم ہے۔ آزاد پر لکھا گیا تھیس، ڈگری ملنے کے کوئی پینتیس برس بعد شائع ہو پایا[۴]

اس عقب میں اقبال کی خوش بختی قابل رشک ہے کہ وہ اپنی زندگی ہی میں تحقیق اور توجہ کا مرکز بن گئے تھے اور ان کے انتقال (۱۹۳۸ء) کے پانچویں ہی برس (۱۹۴۳ء) ان پر کیے گئے تحقیقی کام پر ڈگری تفویض ہو گئی اور ڈگری تفویض کیے جانے کے معاً بعد (۱۹۴۴ء میں) یہ تھیس شائع بھی ہو گیا۔ یہ امتیاز اور اختصاص اقبال کے علاوہ اردو شعر و ادب کی کسی دوسری شخصیت کو نصیب نہیں۔

(۲)

اقبال پر پی ایچ- ڈی کا کام کرنے کا اولین اعزاز، عشرت حسن انور کو حاصل ہوا۔ ان کا مقالہ : "The Metaphysics of Iqbal" انگریزی میں ہے اور اس پر انہیں شعبہ فلسفہ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ سے ڈاکٹر سید ظفر الحسن کی زیر نگرانی کام کی تکمیل پر ۱۹۴۳ء میں ڈگری ملی- ۱۹۴۴ء میں یہ مقالہ لاہور سے شائع ہوا۔[۵] ۱۹۷۷ء میں اقبال کی صد سالہ تقریبات ولادت کے موقع پر اس مقالے کا اردو ترجمہ کتابی صورت میں سامنے آیا-[۶] اس ترجمے کا دوسرا ایڈیشن بھی اہتمام کے ساتھ شائع ہو گیا ہے-[۷]

قیام پاکستان (۱۹۴۷ء) کے بعد بوجوہ اقبال پر توجہ بڑھی اور بر عظیم پاک و ہند سے باہر بھی وہ متعدد یونیورسٹیوں میں اعلیٰ علمی اسناد کے لیے تحقیق کا موضوع بنے- اقبال کے انتقال (۱۹۳۸ء) سے ۱۹۷۷ء تک کے کوئی چالیس برسوں میں، یعنی علامہ اقبال کے صد سالہ جشن ولادت تک کی حد زمانی میں میرے علم و نظر کی حد تک اقبال پر سات مختلف زبانوں میں اکیس مقالے لکھے گئے ان میں سے نو انگریزی زبان میں ہیں، چھ اردو میں، ایک چیک زبان میں، ایک جرمن، ایک فرنچ، ایک عربی اور ایک فارسی زبان میں- ایک مقالے پر جو انگریزی زبان میں ہے ابھی ڈگری تفویض نہیں ہوئی- بقیہ بیس مقالات پر دنیا کے نو ممالک (پاکستان، بھارت، ایران، مصر، چیکو سلواکیہ، انگلستان، فرانس، جرمنی اور امریکہ) کی پندرہ یونیورسٹیوں سے ڈاکٹریٹ کی ڈگریاں دی جا چکی ہیں-

۱۹۷۷ء تک کے برسوں میں مندرجہ بالا اکیس مقالات کے علاوہ جو براہ راست اقبال اور ان کے فکر و فن پر لکھے گئے، پاک و ہند سے باہر کچھ ایسے تحقیقی مقالات بھی احاطۂ تحریر میں آئے "اقبال" جن کا مرکزی یا بنیادی موضوع نہیں ہے لیکن جن کا ایک یا بیشتر حصہ اقبال کی تعلیمات اور افکار و تصورات سے بحث کرتا ہے- ایسے بعض مقالات کے کوائف دلچسپی سے خالی نہیں ہوں گے :

1- Dr. Walter B Exans : "The Genesis of the Pakistan Idea: A study of Hindu Muslim Relations"

Southern California, 1955.

2- Dr. Muneeruddin Chaghtai "Muslim Politics in the Indo Pakistan Subcontinent." Oxford 1960

3- Dr. lini S. May: "Muslim thought and politics in India after 1857." Columbia. 1963

4- Dr. Mushirul Haqq: "Religion and politics in Muslim India after 1857." Mcgill, 1967

5- Dr. Abdul Lateef : "from Community to nation : The Development of the Idea of Pakistan". Southern illinoise, 1966

6- Dr. Sam Iftikhar: "The Pragmatic approach to the solution of educational problems in Pakistan." Syracuse, 1968

7- Dr. Absar Ahmad: "Concept of self and self identity in Contemporary Philosophy"-- (An affirmation of Iqbal's doctrine) London, 1973.

پہلے پانچ اندرجات کے لئے ڈاکٹر ممتاز اے۔ انور کی کتاب : "Doctoral Research on Pakistan" میرا ماخذ ہے[۸] جو ۱۹۷۱ء تک غیر ملکی یونیورسٹی میں ڈاکٹریٹ کے لیے قبول کیے گئے مقالات کی .بلیوگرافی پر مشتمل ہے۔

چھٹے اندراج کا ماخذ خود مقالہ نگار ہیں۔ ڈاکٹر سام افتخار' لائبریری آف کانگرس' واشنگٹن سے وابستہ ہیں اور اقبال انٹرنیشنل کانگرس' منعقدہ لاہور (۲-۹ دسمبر ۱۹۷۷ء) میں امریکی مندوب کے طور تشریف لائے تھے۔ اس موقع پر ڈاکٹر سام افتخار نے مجھے بتایا کہ انہوں نے ۱۹۶۸ء میں سراکیوس یونیورسٹی' نیویارک سے ڈاکٹر رچرڈ کی زیر نگرانی مقالہ لکھ کر پی ایچ۔ ڈی کی سند حاصل کی۔ یہ مقالہ جو ابھی شائع نہیں ہوا ہے' ڈاکٹر سام افتخار کے بقول : مشرق اور مغرب کے فلاسفک' سوشل پولیٹکل اور ایجوکیشنل تصورات کے مطالعے پر مشتمل ہے اور مقالے کا تین چوتھائی حصہ علامہ اقبال کے افکار اور حوالوں سے مزیّن ہے۔"

اس سلسلے کے آخری حوالے کا ماخذ خود مقالہ نگار ڈاکٹر ابصار احمد ہیں جو شعبہ فلاسفی پنجاب یونیورسٹی لاہور سے وابستہ ہیں۔ انہوں نے اپنا تحقیقی کام پروفیسر ایچ۔ ڈی لیوئس (Prof. H.D Lewis) کی نگرانی میں مکمل کیا۔[۹]

اقبال کے صد سالہ جشن ولادت (۱۹۷۷ء) کے بعد یونیورسٹیوں میں ''اقبالیات'' کے مطالعے کا رجحان قوی تر ہوا۔ پی ایچ۔ ڈی کے ساتھ ساتھ ان کے اذکار و افکار پر ایم۔ فل کی متعدد اسناد بھی تفویض کی گئیں اور ایم۔ اے کے لیے لکھے گئے اقبال سے متعلق مقالات کا تو کوئی شمار ہی نہیں۔

۱۹۷۸ء سے ۱۹۸۸ء کے دس برسوں میں پاکستان اور پاکستان سے باہر کی مختلف یونیورسٹیوں میں اقبال پر پی ایچ۔ ڈی کی سطح کا جو تحقیقی کام پایۂ تکمیل کو پہنچا اس کی معلوم تفصیل یہ ہے:

۱۔ ڈاکٹر تاراچرن رستوگی : ''اقبال پر مغربی اثرات'' گوہاٹی یونیورسٹی ۱۹۷۸ء

۲۔ ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی : ''اقبالیات۔ تصانیف اقبال تحقیقی و توضیحی مطالعہ''
پنجاب یونیورسٹی، لاہور، ۱۹۸۱ء

۳۔ ڈاکٹر چمن لال رینہ : ''اقبال اور آروبندو'' اقبال انسٹی ٹیوٹ،
کشمیر یونیورسٹی، سرینگر، ۱۹۸۱ء

۴۔ ڈاکٹر محمد ایوب خاں : ''اقبال اور اردو غزل''
شعبہ اردو، سیفیہ کالج، بھوپال، ۱۹۸۲ء

۵۔ ڈاکٹر محمد عبدالحفیظ : ''اقبال کی اردو نظموں کا فنی
و فکری جائزہ'' مدراس یونیورسٹی، ۱۹۸۲ء

۶۔ ڈاکٹر خلیل الرحمٰن عبدالرحمٰن : محمد اقبال و موقفہ من الحضارۃ
الغربیہ'' کلیہ شریعت و اسلامیات،
جامعہ اُم القریٰ مکہ ۱۹۸۵ء

۷۔ ڈاکٹر قاضی عبیدالرحمٰن ہاشمی : ''اقبال کا فن''[۱۰]
مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، ۱۹۸۶ء

۸۔ ڈاکٹر محمد صدیق جاوید : ''فکر اقبال کا عمرانی مطالعہ''
پنجاب یونیورسٹی لاہور، ۱۹۸۷ء

۹۔ ڈاکٹر رحیم بخش (شاہین) : ''مکاتیب اقبال کا تنقیدی جائزہ''[۱۱]
سندھ یونیورسٹی، جامشورو، حیدر آباد

۱۰- ڈاکٹر توقیر احمد خاں[۱۲] "اقبال کی شاعری میں امیجری"

شعبہ اردو، دہلی یونیورسٹی، دہلی ۱۹۸۸ء

تاراچرن رستوگی نے "اقبال پر مغربی اثرات" کے موضوع پر جموں و کشمیر یونیورسٹی، سری نگر سے پی ایچ۔ ڈی کے لیے رجسٹریشن کرایا تھا۔ یہ ۱۹۷۶ء کی بات ہے۔[۱۳] اب ڈاکٹر گیان چند کی فراہم کردہ اطلاع کے مطابق انہوں نے اسی موضوع پر گوہاٹی یونیورسٹی سے انگریزی میں پی ایچ۔ ڈی کی سند حاصل کی ہے[۱۴] ـــــ فراق گورکھپوری اور ڈاکٹر گیان چند ان کے ممتحن تھے۔[۱۵]

ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی نے ڈاکٹر وحید قریشی کی راہنمائی میں کام مکمل کیا۔ ان کے مقالے کو شعبہ اردو پنجاب یونیورسٹی اورینٹل کالج لاہور سے "اقبالیات" کے سلسلے کے اولین مقالے کا امتیاز حاصل ہے۔ ان کا یہ تحقیقی کام، پی ایچ۔ ڈی کی ڈگری ملنے کے بعد، سال بھر ہی میں چھپ کر، عام دسترس میں آ چکا۔[۱۶]

ڈاکٹر چمن لال رینہ نے "اقبال اور آروبندو" کے موضوع پر تحقیقی کام انجام دیا۔ اسی موضوع پر شعبہ فلسفہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے ۱۹۷۴ء میں ڈاکٹر ایم۔ رفیق کو ڈگری تفویض ہوئی تھی۔[۱۷] ڈاکٹر رینہ نے پروفیسر آر۔ کے شرما صدر شعبہ ہندی کشمیر یونیورسٹی اور اقبال انسٹی ٹیوٹ، سری نگر کے ڈائریکٹر پروفیسر آل احمد سرور کی زیر نگرانی پی ایچ۔ ڈی کی ڈگری حاصل کی[۱۸]۔

ڈاکٹر محمد ایوب خاں نے ۱۹۷۹ء میں پی ایچ۔ ڈی کے لئے رجسٹریشن کرایا تھا[۱۹]۔ انہوں نے ۱۹۸۲ء میں پروفیسر عبدالقوی دسنوی کی رہنمائی میں کام پورا کیا[۲۰]۔ محمد عبدالحفیظ نے مدراس یونیورسٹی سے پہلے ڈاکٹر نجم الہدیٰ کی نگرانی میں ایم۔ فل کیا۔ ایم۔ فل کے لیے ان کا موضوع تھا: "اقبال کی اردو نظموں کے افکار کا جائزہ" اور پھر پی ایچ۔ ڈی کے لیے اسی موضوع کو بڑھا کر انہوں نے "اقبال کی اردو نظموں کا فنی و فکری جائزہ" کر لیا اور اس موضوع پر ڈاکٹر نجم الہدیٰ کی نگرانی ہی میں تکمیل کار کی عزت حاصل کی[۲۱] اور ۱۹۸۴ء میں پی ایچ۔ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔[۲۲]

ڈاکٹر خلیل الرحمٰن عبدالرحمٰن کے مقالے کا تعارف ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی نے کرایا ہے[۲۳]۔ انہوں نے بتایا ہے کہ مقالہ نگار نے ام القریٰ مکہ کے کلیہ شریعت و

اسلامیات میں، معروف مصری اسکالر محمد قطب کی زیر نگرانی تہذیب مغرب کے بارے میں علامہ اقبال کے نظریات پر مبنی مقالہ مرتب کر کے ۱۹۸۵ء میں پی ایچ۔ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ ان کے اس مقالے کا ایک مختصر سا جزو عربی میں بعنوان ''اقبال و قضایا معاصرہ'' (اقبال اور عصری مسائل) سعودی عرب میں، پاکستانی سفارت خانے نے نومبر ۱۹۸۶ء میں شائع کیا ہے۔

(۴)

اقبالیات سے متعلق ۱۹۸۸ء تک کے دس برسوں میں پنجاب یونیورسٹی لاہور کے مختلف شعبوں میں بہ تفصیل ذیل، درج ذیل اسکالرز کا پی ایچ۔ ڈی کے لیے رجسٹریشن ہوا یا رجسٹریشن کے لیے ان کے معاملات زیر غور ہیں:

۱۔ محمد آفتاب احمد : اردو شاعری پر اقبال کے اثرات، شعبہ اقبالیات
نگران: مرزا محمد منور، ۱۹۸۶ء

۲۔ ناہید سلطانہ : کلام اقبال میں اعلام و اماکن کی فکری اہمیت، شعبہ اردو
نگران: ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی، ۱۹۷۹ء

۳۔ ثریا جبیں ملک : شارحین اقبال۔ تحقیقی و تنقیدی جائزہ، شعبہ اقبالیات
نگران: مرزا محمد منور، ۱۹۸۱ء

۴۔ محمد یوسف مغل : اقبال کے فکروفن پر عربی فکروادب کے اثرات، شعبہ اقبالیات
نگران: مرزا محمد منور، ۱۹۸۰ء

۵۔ صابر حسین کلوروی : باقیات شعر اقبال کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ، شعبہ اردو
نگران: ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی، ۱۹۸۲ء

۶۔ غلام رسول عدیم : کلام اقبال پر عربی زبان و ادب کے اثرات، شعبہ اردو
نگران: ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی، ۱۹۸۸ء

۷۔ غلام رسول محمد : علامہ اقبال کی اردو نظم و نثر میں مشرقی اثرات کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ ۱۹۸۸ء، شعبہ اردو
نگران: ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی، ڈاکٹر صدیق شبلی

پہلے اسکالر محمد آفتاب احمد (ثاقب) نے تحقیقی کام پورا کر لیا ہے' مقالہ یونیورسٹی میں داخل کرا دیا ہے۔ ممتحن مقرر ہو چکے ہیں۔ دو برس سے نتیجے کا انتظار ہے۔ ناہید سلطانہ' ثریا جبیں ملک اور محمد یوسف مغل کی مدت کار ختم ہو چکی لیکن یہ اسکالرز کام ختم نہیں کر پائے۔ صابر حسین کلوروی مصروف کار ہیں اور ان کی مدت کار کسی قدر باقی ہے[۲۳]۔

غلام رسول عدیم اور غلام رسول محمد کے پیش کردہ خاکوں اور کتابیات پر غور کرنے کے لیے اردو بورڈ آف اسٹڈیز (پنجاب یونیورسٹی لاہور) کے اجلاس منعقدہ ۳۔ نومبر ۱۹۸۸ء میں ماہرین کا تقرر عمل میں آچکا' ان اسکالرز کی درخواستوں پر کوئی فیصلہ ماہرین کی آراء کی روشنی میں جلد متوقع ہے[۲۴]۔

(۵)

میرے علم اور اطلاع کی حد تک ۱۹۸۸ء تک کے دس برسوں میں بھارت کی سات آٹھ یونیورسٹیوں میں کوئی انیس اسکالرز اقبال سے متعلق پی ایچ۔ ڈی کی سطح کے تحقیقی کام میں مصروف رہے ہیں:

۱۔ نذیر احمد بٹ: اردو ادبی تنقید میں اقبال شناسی کا مطالعہ[۲۵]
نگران کار: ڈاکٹر شکیل الرحمٰن
شعبہ اردو' کشمیر یونیورسٹی' سری نگر' ۱۹۷۷ء

۲۔ غلام نبی حلیم: اقبال اور تصوف[۲۶]
نگران: ڈاکٹر اسد اللہ کامل'
شعبہ اردو' کشمیر یونیورسٹی' سری نگر' ۱۹۷۸ء

۳۔ شہناز اختر: اقبال کے فکر و فن کے سماجی اور تہذیبی رشتے[۲۷]
نگران: ڈاکٹر عبدالحق'
شعبہ اردو دہلی یونیورسٹی' دہلی ۱۹۷۹ء

۴۔ ونیس چند: اقبال اور دن کر[۲۸] ۱۹۷۹ء
نگران: ڈاکٹر امیر عبداللہ خاں شاہین' میرٹھ یونیورسٹی[۲۹]

ڈاکٹر تاراچرن رستوگی، کلکتہ یونیورسٹی(۳۰)

۵- فہمیدہ خاتون: اقبال کی شاعری میں ہندوستانی قومیت کے تصورات
نگران: ڈاکٹر عبدالرؤف،
شعبہ اردو، کلکتہ یونیورسٹی، ۱۹۷۹ء

۶- محمد امین اندرابی: اقبال کے خطوط کا تنقیدی مطالعہ(۳۱) ۱۹۸۱ء

۷- نصرت اندرابی: حالی، اکبر اور اقبال کی پیامی شاعری- تقابلی مطالعہ(۳۲)، ۱۹۸۱ء

۸- شفیقہ رسول: اقبال اور ہیومنزم(۳۳)، ۱۹۸۱ء

۹- بلقیس سراج: اردو نظم میں اقبال کا کارنامہ(۳۴)، ۱۹۸۱ء

۱۰- فریدہ بانو: اقبال اور کشمیر(۳۵)، ۱۹۸۲ء

۱۱- شجاع الدین: فکر اقبال اور ہم عصر فکری رجحانات(۳۶)
نگران: پروفیسر منظر عباس نقوی، شعبہ اردو مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ ۱۹۸۴ء

۱۲- شیخ ناصر بیگم: مغربی تہذیب، اقبال اور ہم عصر فکری رجحانات(۳۷)
نگران: پروفیسر رضی الدین احمد
شعبہ اردو شری ونک ٹیشور یونیورسٹی، تروپتی، ۱۹۸۴ء

۱۳- بی زینت النساء: اردو شاعری میں تعلیمی تصورات، اکبر، حالی اور اقبال کے یہاں(۳۸)
نگران: عبدالرزاق فاروقی، شعبہ اردو
شری ونک ٹیشور یونیورسٹی، تروپتی، ۱۹۸۴ء

۱۴- سید شرافت علی ندوی: اقبال کی شاعری میں شخصیات(۳۹)
نگران: پروفیسر عبدالقوی دسنوی،
شعبہ اردو، سیفیہ کالج، بھوپال، ۱۹۸۴ء

۱۵- غلام قدوس: تفہیم اقبال- ایک جائزہ اور تنقید(۴۰)
نگران: ڈاکٹر نجم الہدیٰ،
شعبہ اردو ایل- این متھلا یونیورسٹی، ۱۹۸۴ء

۱۶- ارجمند بانو: ریاست بھوپال اور مشاہیر[۴۱]
نگران: پروفیسر عبدالقوی دسنوی[۴۲]
شعبہ اردو، سیفیہ کالج، بھوپال ۱۹۸۴ء

۱۷- محمد رضوان صدیقی: مطالعہ اقبال تاریخ اسلام کی روشنی میں[۴۳]
نگران: ڈاکٹر محمد طیب صدیقی
شعبہ اردو، ایل- این مِتھلا یونیورسٹی، ۱۹۸۴ء

۱۸- محمد فیاض ظفر: منظری شاعری بہ تخصیص علامہ اقبال[۴۴]
نگران: ڈاکٹر محمد طیب صدیقی، شعبہ اردو،
ایل- این مِتھلا یونیورسٹی ۱۹۸۴ء

۱۹- فرزانہ رضوی: اقبال کے اردو کلام کی شرحوں کا تجزیاتی مطالعہ[۴۵]
نگران: پروفیسر آفاق احمد، شعبہ اردو، بھوپال یونیورسٹی ۱۹۸۶ء

ان اسکالرز کی خیریت کے بارے میں اس دوران کچھ سن گن نہیں مل پائی- عجیب نہیں کہ بعض ترک کار کر چکے ہوں اور کچھ تکمیل کار میں مصروف ہوں یا خدا کرے کہ منزل مراد پا چکے ہوں-

(۶)

پی ایچ- ڈی کے علاوہ گزشتہ دس برسوں میں اقبالیات سے متعلق ایم- فل کی سطح پر بھی کام ہوا- ڈاکٹر محمد عبدالحفیظ (مدراس یونیورسٹی) کے ایم- فل کا حوالہ اوپر آ چکا[۴۶] مدراس یونیورسٹی ہی سے ایم- فل کا ایک اور کام ڈاکٹر نجم الہدیٰ کی نگرانی میں اے- عبدالخالق نے انجام دیا- ان کا موضوع تھا "اردو کے اسلام پسند شعراء حالی، اکبر اور اقبال کا فکری جائزہ"[۴۷] —— ایک دوسرے ماخذ کے مطابق[۴۸] ایک اسکالر خورشید اختر نے "اقبال اور مارکسزم کے عنوان سے مقالہ لکھ کر جواہر لال نہرو یونیورسٹی، دہلی سے (۱۹۸۰ء کے لگ بھگ) ایم- فل کی ڈگری حاصل کی- شعبہ اردو جامعہ عثمانیہ (حیدرآباد دکن) سے ۱۹۸۶ء میں اقبال سے متعلق دو مقالات پر عبدالرحمٰن قریشی اور محمد عبدالرحیم کو ایم- فل کی اسناد عطا کی گئیں- عبدالرحمٰن قریشی کا موضوع

تھا: ''ہندوستان کی جدوجہد آزادی میں کلام اقبال کا حصہ'' اور محمد عبدالرحیم نے ''اقبال اور تصوف'' کے موضوع پر مقالہ پیش کیا۔[۴۹]

صد سالہ جشن ولادت اقبال کے موقع پر ۱۹۷۷ء میں کشمیر یونیورسٹی سری نگر میں ''اقبال چیئر'' قائم کی گئی اور اس پر برعظیم کے معروف دانشور اور اقبال شناس پروفیسر آل احمد سرور کا تقرر عمل میں آیا۔ ۱۹۷۹ء میں اس پروفیسر شپ کو اقبال انسٹی ٹیوٹ سے بدل دیا گیا اور سرور صاحب اس ادارے کے ڈائریکٹر قرار پائے جنھوں نے ایم۔ فل اور پی۔ ایچ۔ ڈی کے اسکالرز کی تربیت کو بھی انسٹی ٹیوٹ کا ایک مقصد ٹھہرایا۔

اقبال انسٹی ٹیوٹ، سری نگر میں اقبالیات پر بہت ذوق و شوق اور انہماک کے ساتھ کام ہوا، انسٹی ٹیوٹ کے ۱۹۸۱ء اور ۱۹۸۲ء کے دو برسوں کے کوائف میرے سامنے ہیں یہ بڑے امید افزا ہیں۔ اس عرصے میں درج ذیل تیرہ اسکالرز نے ایم۔ فل کی ڈگری کے لیے تحقیقی کام کیا:[۵۰]

۱۔ محمد امین اندرابی: اقبال کے خطوط کا تنقیدی مطالعہ، ۱۹۸۱ء
۲۔ نصرت اندرابی: حالی، اکبر اور اقبال کی پیامی شاعری۔ تقابلی مطالعہ ۱۹۸۱ء
۳۔ شفیقہ رسول : اقبال اور ہیومنزم، ۱۹۸۱ء
۴۔ بلقیس سراج : اردو نظم میں اقبال کا کارنامہ، ۱۹۸۱ء
۵۔ زاہدہ پروین : اقبال پر غالب کے فکر و فن کا اثر، ۱۹۸۲ء
۶۔ فریدہ بانو : اقبال اور کشمیر، ۱۹۸۲ء
۷۔ زرینہ بٹ : اقبال کی اردو غزل کا تنقیدی مطالعہ، ۱۹۸۲ء
۸۔ بشیر احمد نحوی : اقبال اور تصوف، ۱۹۸۲ء
۹۔ نذیر احمد شیخ : اقبال اور سوشلزم، ۱۹۸۲ء
۱۰۔ طالعہ افروز : اقبال اور فنون لطیفہ، ۱۹۸۲ء
۱۱۔ نثار حسین مسعودی : اقبال اور مولانا رومی، ۱۹۸۲ء
۱۲۔ سبھاش چندر آئمہ : اقبال اور جدید اردو شاعری، ۱۹۸۲ء
۱۳۔ محمد شفیع سنبلی : کشمیری شعراء پر اقبال کا اثر، ۱۹۸۲ء

ان اسکالرز میں سے پہلے دس کو ایم۔ فل کی ڈگری مل چکی۔ موخرالذکر تین اسکالرز کام میں مصروف ہیں۔ ان سب اسکالرز کے کام کی رہنمائی کی خدمت پروفیسر آل احمد سرور نے انجام دی[۵۱]۔

(۷)

اقبال کے افکار و ادبیات پر ان کے انتقال کے بعد سے اب تک کے پچاس برسوں، یعنی نصف صدی کی مدت میں، مشرق تا مغرب پی۔ ایچ۔ ڈی یا ایم۔ فل کی پچاس سے زائد اسناد دی جا چکی ہیں۔ ایم۔ اے وغیرہ کے لیے جو تحقیقی اور تنقیدی مقالات مختلف یونیورسٹیوں میں پیش کیے گئے ہیں، ان کی تعداد بلا مبالغہ سینکڑوں تک پہنچتی ہے۔

"اقبال" یونیورسٹیوں میں سب سے پہلے اور سب سے زیادہ توجہ کا مستحق ٹھہرے۔ یہ امتیاز، اردو شعر و ادب کی پوری تاریخ میں کسی بھی دور اور کسی بھی مرتبے کی کسی دوسری شخصیت کے حصے میں نہیں آیا۔

ولی، میر اور غالب، اردو کے تین مسلمہ اکابر ہیں۔ اقبال ان کے پیشرو ہیں لیکن وہ ولی، میر اور غالب سے ان معنی میں خوش نصیب ہیں کہ ولی کو ان کے انتقال (۲۰۔ ۱۷۲۵ء) کے کوئی ڈھائی صدی بعد ڈاکٹریٹ کا موضوع بنایا گیا۔[۵۲] میر (۱۸۱۰ء) پر ڈیڑھ صدی بعد اور غالب پر ان کے انتقال (۱۹۶۹ء) کی کوئی آٹھ دہائیاں گزر جانے کے بعد[۵۳] ڈاکٹریٹ کی اعلیٰ اسناد فضیلت عطا کی گئیں، جبکہ اقبال پر کیے گئے تحقیقی کام پر ان کے انتقال کے پانچویں برس ہی ڈگری مل گئی اور ڈگری ملنے کا یہ عمل ایک فی سال سے بھی زیادہ کی اوسط سے آج تک چلا آ رہا ہے۔

اسی لیے میں یہ کہتا ہوں کہ علامہ اقبال ہمارے شعر و ادب کی ان خوش قسمت اشخصیات میں سے ہیں جو حینِ حیات اہلِ علم کی توجہ کا مرکز بن جاتی ہیں اور ہماری درسگاہوں کا تو وہ بالخصوص بہت ہی مرغوب موضوع رہے ہیں اور آج بھی وہ سب سے زیادہ محبوب موضوع کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس کشش اور توجہ میں ان کی عظمت، وسعت، ان کی گہرائی اور بحیثیت مجموعی ان کی آفاقیت کا اشارہ مضمر ہے۔

[دوسری اقبال عالمی کانگرس، منعقدہ لاہور ۹- ۱۱ نومبر ۱۹۸۳ء کے لیے لکھا گیا—
نظر ثانی و اضافہ دسمبر ۱۹۸۸ء]

پسِ نوشت:

ڈاکٹر سید شاہد اقبال نے "مگدھ یونیورسٹی سے اردو فارسی و عربی میں پی ایچ- ڈی کرنے والوں کی فہرست، مرتب کی ہے جس کے مطابق "اقبال کی شاعری میں خودی کا تصور" کے موضوع پر اشتیاق احمد کو مگدھ یونیورسٹی، بودھ گیا سے ۱۹۸۴ء میں اردو میں پی ایچ- ڈی کی ڈگری دی گئی- ڈاکٹر اشتیاق احمد نے یہ تحقیقی کام ڈاکٹر افصح ظفر کی نگرانی میں پورا کیا—

ڈاکٹر سید شاہد اقبال کی فراہم کردہ اطلاع کے مطابق "اقبال کی شاعری اور اس کا تنقیدی مطالعہ" کے موضوع پر ایاز حسن کا شعبہ اردو مگدھ یونیورسٹی بودھ گیا میں پی ایچ- ڈی کے لیے رجسٹریشن ہوا ہے- ایاز حسن کے کام کی نگرانی ڈاکٹر شکیب ایاز کے سپرد ہوئی ہے-

(ہماری زبان، دہلی ۸ اگست ۱۹۸۸ء، صفحہ ۲، ۳)

[جنوری ۱۹۸۹ء]

حواشی

۱- "قاضی محمود بحری- بارہویں صدی ہجری کا ایک صوفی شاعر- اس کا عہد، زندگی اور کارنامے" ڈاکٹر محمد حفیظ سید، لندن یونیورسٹی، ۱۹۳۲ء

۲- "حالی بحیثیت شاعر، نقاد اور سوانح نگار اور اردو ادب پر حالی کے اثرات" ڈاکٹر میاں تصدق حسین خالد، لندن یونیورسٹی، ۱۹۳۵ء

۳- محمد حسین آزاد- حیات، خدمات اور اثرات : ڈاکٹر محمد صادق، پنجاب یونیورسٹی، لاہور ۱۹۴۰ء

۴- (i) مولوی محمد حسین آزاد- ہز لائف اینڈ ورکس مطبوعہ لاہور ۱۹۷۴ء ص ۱۷۴

(ii) اردو ترجمہ باضافہ و ترمیم : مولانا محمد حسین آزاد- احوال و آثار، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء ص ۲۹۶

۵- کتابیاتی کوائف کے لیے رجوع کیجیے :

جامعات میں اقبال کا تحقیقی اور تنقیدی مطالعہ' ڈاکٹر سید معین الرحمٰن' اقبال اکادمی پاکستان' لاہور ۱۹۷۷ء' ص ۵۹- ۶۰

۶- اقبال کی مابعد الطبیعیات' مترجم: ڈاکٹر محمد شمس الدین صدیقی
اقبال اکادمی پاکستان' لاہور ۱۹۷۷' ضخامت ۹۹ صفحات

۷- مطبوعہ: اقبال اکادمی پاکستان' لاہور ۱۹۸۸ء' ضخامت ۱۵۶ صفحات

۸- مطبوعہ: پاک بک کارپوریشن' لاہور' طبع اول اپریل ۱۹۷۶ء

۹- ڈاکٹر ممتاز اے- انور نے مقالہ نگار کا نام "سیموئیل افتخار" ریکارڈ کیا ہے جو درست نہیں- انہیں ڈگری بھی ۱۹۶۸ء میں ملی' ۱۹۶۹ء صحیح نہیں-
(ڈاکٹورل ریسرچ آن پاکستان' لاہور ۱۹۷۶ء' ص ۱۹)

۱۰- ڈاکٹر ابصار احمد کا تحقیقی مقالہ ۱۹۸۶ء میں اقبال اکادمی لاہور سے چھپ گیا ہے (صفحات ۳۳۵)

۱۱- یہ مقالہ "شعریات اقبال" کے نام سے کتابی صورت میں چھپ چکا' مطبوعہ دہلی ۱۹۸۶ء' صفحات ۳۴۱

۱۲- تحقیق' دوسرا شمارہ' شعبہ اردو سندھ یونیورسٹی جامشورو ۱۹۸۸ء' ۳۹۱

۱۳- ڈاکٹر توقیر احمد خاں فروری ۱۹۸۸ء میں لاہور تشریف لائے اور مجھے ان کے مقالے کا خاکہ دیکھنے کا موقع ملا-

۱۴- عبدالقوی دسنوی' اقبال ریویو لاہور' جولائی ۱۹۷۶ء' ص ۱۰۵

۱۵- ڈاکٹر گیان چند' حقائق' الہ آباد ۱۹۷۸' ص ۲۲۵- ۲۲۶

۱۶- مکتوب ڈاکٹر گیان چند' بنام ڈاکٹر سید معین الرحمٰن' مورخہ ۲ دسمبر ۱۹۸۴ء

۱۷- تصانیف اقبال کا تحقیقی و توضیحی مطالعہ' اقبال اکادمی پاکستان لاہور' ۱۹۸۲ء صفحات ۴۶+۵۰۴+۲۰

۱۸- تفصیل کے لیے دیکھیے جامعات میں اقبال کا تحقیقی اور تنقیدی مطالعہ ڈاکٹر سید معین الرحمٰن' لاہور ۱۹۷۷ء ص ۶۹

۱۹- اقبالیات' شمارہ ۲' اقبال انسٹی ٹیوٹ' سری نگر ۱۹۸۲ء' ص ۲۶۹

۲۰- مجلّہ سفینہ یادگار اقبال' جلد ہفتم' بھوپال ۸۰-۱۹۷۹ء ص ۳۳۹

۲۱- (الف) ہماری زبان' دہلی یکم ستمبر ۱۹۸۲ء ص ۵۰
(ب) ہماری زبان' دہلی ۲۲ ستمبر ۱۹۸۵ء ص ۷

۲۲- ہماری زبان' دہلی ۲۲ ستمبر ۱۹۸۵ء ص ۷

۲۳- ہماری زبان' دہلی' یکم ستمبر ۱۹۸۲ء' ص ۵

۲۴- ۱۹۸۶ء کا اقبالیاتی ادب — ایک جائزہ' ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی' اقبال اکادمی پاکستان

لاہور' ۱۹۸۸ء ص ۱۳۲' ص ۱۶۹-۱۷۰ ص ۲۲۵' ص ۲۶۷

۲۵- ۱۹۹۰ء میں انہیں ڈگری مل گئی۔

۲۶- موضوعات منظور ہو چکے۔ اسکالرز کام میں مصروف ہیں۔

۲۷- ہماری زبان' دہلی یکم جون ۱۹۷۹ء' ص ۴

۲۸- ہماری زبان' دہلی یکم جون ۱۹۷۹ء ص ۴

۲۹- ہماری زبان' دہلی' ۱۵ مئی ۱۹۷۹ء ص ۵

۳۰- ہماری زبان' دہلی' ۲۲ جون ۱۹۷۹ء ص ۴

۳۱- شعبہ اردو میرٹھ کالج (میرٹھ یونیورسٹی) کے صدر ڈاکٹر امیر اللہ شاہین نے ایک موقع پر اس تحقیقی کام کے بارے میں لکھا ہے کہ "راقم کے اس شدید احساس نے کہ اردو اور ہندی حقیقی بہنیں ہی نہیں بلکہ ایک دوسرے کی پورک یا جزو لاینفک ہیں' ان میں پائی جانے والی خلیج کو پاٹنے کے لیے کچھ مشترک موضوعات انتخاب کیے اور انہیں دوسرے شعبوں میں تعاون دے کے ریسرچ کرانے کا ذمہ لیا۔ ایسے موضوعات میں قابل ذکر اقبال اور دنکر (پر) کام میرٹھ یونیورسٹی کے تحت کیا جا رہا ہے۔"

(میرٹھ یونیورسٹی میں تحقیقی کام' ہماری زبان' دہلی ۸ اپریل ۱۹۸۵ء' ص ۸)

۳۲- ہماری زبان' دہلی یکم جون ۱۹۷۹ء' ص ۴

۳۳- ہماری زبان' دہلی یکم جون ۱۹۷۹ء' ص ۴

۳۴- ان اسکالرز نے ۱۹۸۱ء اور ۱۹۸۲ء میں ان موضوعات پر' پروفیسر آل احمد سرور کی نگرانی میں اقبال انسٹی ٹیوٹ' سری نگری سے ایم۔ فل کی اسناد حاصل کیں۔ پھر ان کے موضوعات کسی قدر توسیع کے ساتھ پی۔ ایچ ڈی کے لیے منظور کر لیے گئے اور یہ پانچوں پروفیسر آل احمد سرور کی زیر نگرانی پی۔ ایچ ڈی کے لیے اپنے اپنے کام میں مصروف ہیں۔

(اقبالیات' شمارہ ۲' سری نگر ۱۹۸۲ء ص ۲۶۹- ۲۷۰)

۳۵- ہماری زبان دہلی' ۲۲ ستمبر ۱۹۸۵ء' ص ۸

۳۶- ہماری زبان دہلی ۲۲ ستمبر ۱۹۸۵ء' ص ۸

۳۷- یہ موضوع براہ راست (اور تمام تر) اقبال سے متعلق نہیں لیکن اس کا ایک حصہ لازماً علامہ اقبال کے ریاست بھوپال سے تعلق کے ذکر اذکار پر مبنی ہو گا۔

۳۸- ہماری زبان دہلی ۲۲ ستمبر ۱۹۸۵ء' ص ۷

۳۹- ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی' ۱۹۸۶ء کا اقبالیاتی ادب' مطبوعہ لاہور ۱۹۸۸ء' ص ۲۰۰

۴۰- موضوع: اقبال کی اردو نظموں کے افکار کا جائزہ (ہماری زبان' دہلی ۲۲ ستمبر ۱۹۸۵ء' صفحہ ۷

۴۱- ہماری زبان' دہلی ۲۲ ستمبر ۱۹۸۵ء' ص ۷

۴۲- محمد نعمان خاں، مجلہ سیفیہ یادگار اقبال، جلد ہفتم، بھوپال ۸۰-۱۹۷۹ء، ص ۱۲۴

۴۳- ہماری زبان، دہلی ۲۲ نومبر ۱۹۸۶ء، ص ۶

۴۴- (ا) اقبالیات، شمارہ ۲، اقبال انسٹی ٹیوٹ سری نگر ۱۹۸۲ء، ص ۲۶۹-۲۷۰

۴۵- (ب)اقبال انسٹی ٹیوٹ منزل بہ منزل، ڈاکٹر کبیر احمد جائسی، سری نگر ۱۹۸۳ء

۴۶- ان اسکالرز میں سے پہلے پانچ کا پی ایچ- ڈی کے لیے داخلہ ہو چکا اور وہ پروفیسر آل احمد سرور کی نگرانی میں تحقیق کام میں لگے ہوئے ہیں- (اقبالیات، شمارہ ۲، سری نگر ۱۹۸۲ء، ص ۲۷۰)

۴۷- "کلیات ولی" (ترتیب و تہذیب) ڈاکٹر نورالحسن ہاشمی، **لکھنؤ** ڈی لٹ ۱۹۵۷ء

(ہماری زبان، دہلی ۱۵ جون ۱۹۷۹ء، ص ۴)

۴۸- "مطالعہ میر" ڈاکٹر سید نواب حسین، الہ آباد، پی ایچ- ڈی ۱۹۵۰ء

(ہماری زبان، دہلی ۸ مئی ۱۹۷۹ء، ص ۳)

۴۹- "غالب، ہز لائف اینڈ پرشین پوئٹری" ڈاکٹر عارف شاہ گیلانی، بمبئی، پی ایچ- ڈی ۱۹۴۷ء، (شہنشاہ سخن مرزا غالب کے فارسی کلام پر ناقدانہ نظر، مطبوعہ کراچی ۱۹۷۰ء، ص ۱۵)

پنجاب یونیورسٹی لاہور اور اقبالیاتی تحقیق و تنقید

پنجاب یونیورسٹی (اورینٹل کالج) لاہور میں ایم۔ اے (اردو) کی کلاسز اکتوبر ۱۹۴۸ء میں شروع ہوئیں' اس وقت تک یہاں سے چار اہل علم نے اقبال سے متعلق مختلف موضوعات پر داد تحقیق دے کر اردو میں پی ایچ۔ ڈی کی اسناد فضیلت پائی ہیں' کوائف یہ ہیں:

۱۔ ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی' موضوع: "اقبالیات۔ تصانیف اقبال کا تحقیقی و توضیحی مطالعہ"
نگران کار: ڈاکٹر وحید قریشی' سال تکمیل: ۱۹۸۱ء

۲۔ ڈاکٹر محمد صدیق جاوید': فکر اقبال کا عمرانی مطالعہ'
نگران: ڈاکٹر عبادت بریلوی' ۱۹۸۷ء

۳۔ ڈاکٹر صابر حسین کلوروی: باقیات شعر اقبال کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ
نگران: ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی' ۱۹۹۰ء

۴۔ ڈاکٹر محمد آفتاب احمد: اردو شاعری پر اقبال کے اثرات'
نگران: مرزا محمد منور' ۱۹۹۰ء

شعبہ اردو' یونیورسٹی اورینٹل کالج' لاہور یا یونیورسٹی سے ملحق کالجوں میں ایم۔ اے کے لیے جو مقالات لکھے گئے' ان کے سال بہ سال کوائف یہ ہیں:

۱۹۵۰ء

۱۔ محمد فرمان — اقبال کا مرد مومن — نگران: ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم

۱۹۵۳ء

۲- صدیقی، منظور الحق	علامہ اقبال کے کلام میں حکمرانوں کا تذکرہ	سید وقار عظیم
۳- محمد صدیق	اردو ترجمہ "اقبال لاہوری"	سید وقار عظیم

۱۹۵۴ء

۴- مبارک علی مرزا	اقبال کا فلسفہ حیات	سید وقار عظیم

۱۹۵۵ء

۵- سید شبیر علی کاظمی	اقبال کا فلسفہ عشق	سید وقار عظیم

۱۹۵۶ء

۶- مہرافروز درانی	اردو شاعری پر اقبال کے اثرات	سید وقار عظیم

۱۹۶۱ء

۷- حمیدہ ملک	اقبال کی اردو غزل	سید وقار عظیم
۸- صفورا سلطانہ	مکاتیب اقبال کا فکری و فنی پہلو	ڈاکٹر سید عبداللہ
۹- فرحت یاسمین	اردو نظم میں اقبال کا مرتبہ	ڈاکٹر وحید قریشی
۱۰- فریدہ مفتی	اقبال کا ذہنی ارتقاء	سید وقار عظیم
۱۱- نیر جہاں نامی	اقبال کی ملی شاعری	سید وقار عظیم

۱۹۶۳ء

۱۲- شکیلہ نور جہاں	"بانگ درا" کا تنقیدی تجزیہ	سید وقار عظیم

۱۹۶۴ء

۱۳- زرینہ احمد علی	اقبال اور مناظر فطرت	ڈاکٹر سید عبداللہ
۱۴- گیتی آراء	اردو مکتوب نگاری: غالب سے اقبال تک	ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار
۱۵- یاسمین سلطانہ	اقبال کی طویل نظموں کا تجزیہ	سید وقار عظیم

۱۹۶۵ء

۱۶۔	بلقیس جمال افسرہ	ضرب کلیم اور ارمغان حجاز کے موضوعات کا تنقیدی تجزیہ	ڈاکٹر وحید قریشی
۱۷۔	محمد صدیق جاوید	بال جبریل کا تنقیدی مطالعہ	سید وقار عظیم

۱۹۶۶ء

۱۸۔	خدیجہ	اقبال کی شاعری کا فنی پہلو	سید وقار عظیم
۱۹۔	عذرا سلطانہ	اقبال کے سیاسی نظریات	سید وقار عظیم

۱۹۶۷ء

۲۰۔	زاہدہ نزہت	وضاحتی فہرست سہ ماہی "اقبال" (جولائی ۱۹۵۲ء۔ اکتوبر ۱۹۵۹ء)	ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار
۲۱۔	زرین اختر زیدی	وضاحتی فہرست سہ ماہی "اقبال" (جنوری ۱۹۶۰ء۔ اپریل ۱۹۶۷ء)	ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار
۲۲۔	سلیقہ خاتون	اقبال کی شاعری میں فرد اور جماعت کا تصور	ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار
۲۳۔	ناہید طلعت	اقبال ریویو' کی وضاحتی فہرست (جنوری ۱۹۶۰ء۔ اپریل ۱۹۶۷ء)	ڈاکٹر ناظر حسن زیدی

۱۹۶۸ء

۲۴۔	حریت ناصر	اقبال کی امیجری	سید وقار عظیم

۱۹۶۹ء

۲۵۔	خادم حسین تجمل سلیمی	اقبال اور عشق رسول	ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی
۲۶۔	نسرین گل	اقبال کی شاعری میں تصور ابلیس	ڈاکٹر وحید قریشی
۲۷۔	مظفر حسین وڑائچ	اقبال اور ہسپانیہ	ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی
۲۸۔	سیدہ اختر سلطانہ	مکالمات اقبال کا تجزیہ	سید وقار عظیم

۱۹۷۰ء

۲۹۔ شمیم ملک	اقبال کی قومی شاعری	سید وقار عظیم
۳۰۔ عاصمہ فرحت	اقبال کے اردو کلام میں اسلامی تعلیمات	ڈاکٹر عبید اللہ خاں
۳۱۔ عصمت افزا:	اقبال کے نظام فکر میں عورت کا مقام	ڈاکٹر وحید قریشی

۱۹۷۱ء

۳۲۔ تابندہ نذیر:	اقبال اور تہذیب مغرب	ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی
۳۳۔ ریحانہ نسرین دارا	کلام اقبال میں تاریخی شخصیتیں	سید وقار عظیم
۳۴۔ منظور الاسلام	اقبال کے معاشی تصورات	ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی

۱۹۷۲ء

۳۵۔ راشدہ شیخ	اقبال اور فرنگیت	ڈاکٹر عبید اللہ خاں
۳۶۔ طاہرہ عطا:	مثنوی اسرار خودی' کا تنقیدی مطالعہ	ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی
۳۷۔ عتیق الرحمٰن	اقبال کی شخصیت اور شاعری مکاتیب کے آئینے میں	ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی
۳۸۔ محمد رمضان زاہد:	ضرب کلیم کا فکری اور فنی تجزیہ	ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی

۱۹۷۳ء

۳۹۔ حسن بانو	اقبال کے افکار و نظریات خطوط کے آئینے میں	ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی
۴۰۔ غفور احمد سلیمی	اقبال کی اردو نثر کا تنقیدی جائزہ	ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار
۴۱۔ فصیحہ سلطان	باقیات اقبال کا تحقیقی	

	و تنقیدی مطالعہ	ڈاکٹر ناظر حسن زیدی
۴۲- نبیلہ صمد	اقبال کا نظریہ فن	ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی
۴۳- نیر برلاس	سہ ماہی اقبال' کی وضاحتی فہرست (جنوری ۱۹۶۸ء- اپریل ۱۹۷۴ء)	ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی

<u>۱۹۷۴ء</u>

۴۴- تنویر احمد بٹ	اقبال کا قیام یورپ	ڈاکٹر وحید قریشی
۴۵- زاہد محمود قریشی	اقبال کے تہذیبی و معاشرتی تصورات	ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی
۴۶- سعادت سلطانہ	اقبال کے اردو کلام میں طنز و مزاح	ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی
۴۷- مہ جبیں	اقبال اور کشمیر	ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی
۴۸- ناہید سلطانہ	اقبال کے اردو کلام میں اماکن	ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی

<u>۱۹۷۵ء</u>

۴۹- شائستہ خانم	اقبال کے افکار و نظریات ملفوظات کے آئینے میں	ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی
۵۰- شفیق احمد	اقبال اور ترکی	ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی
۵۱- فاخرہ گیلانی	کلام اقبال میں رومانی عناصر	ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی
۵۲- فرزانہ ناہید گیلانی	ڈاکٹر ممتاز حسن (بطور اقبال شناس)	ڈاکٹر سید معین الرحمٰن
۵۳- میمونہ روحی	پروفیسر حمید احمد خاں (بطور اقبال شناس)	ڈاکٹر سید معین الرحمٰن

<u>۱۹۷۶ء</u>

۵۴- ثمینہ ناز:	اقبال ریویو وضاحتی فہرست (جنوری ۱۹۶۸ء- اکتوبر ۱۹۷۵ء)	ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی

۱۹۷۷ء

۵۵۔ صفیہ خانم	اقبال اور محنت کش عوام	ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی
۵۶۔ محمد ایوب شاہد	فکر اقبال میں توانائی کا عنصر	ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار

۱۹۷۸ء

۵۷۔ شہناز فاطمہ	پروفیسر محمد طاہر فاروقی بطور اقبال شناس	ڈاکٹر سید معین الرحمٰن
۵۸۔ ناہید اختر	پروفیسر سید وقار عظیم بطور اقبال شناس	ڈاکٹر سید معین الرحمٰن

۱۹۷۹ء

۵۹۔ رضیہ سلطانہ	اقبال کی طنزیہ و مزاحیہ نظمیں (تنقیدی جائزہ)	سید سجاد باقر رضوی
۶۰۔ فرحت ناہید	راویان اقبال کا تنقیدی جائزہ	ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار
۶۱۔ لالہ رخ	اقبال کی سوانح عمریوں کا جائزہ	ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار
۶۲۔ محمد امجد	بچوں کے لیے اقبال کی نظمیں	سید سجاد باقر رضوی
۶۳۔ نگہت النساء	علامہ اقبال کی سیاسی نظمیں (تنقیدی جائزہ)	ڈاکٹر عبادت بریلوی

۱۹۸۰ء

۶۴۔ راؤ ذوالفقار علی فرخ	ڈاکٹر یوسف حسین خاں بطور اقبال شناس	ڈاکٹر تبسم کاشمیری
۶۵۔ مسرت میر	اقبال کے سوانحی نقوش (خطوط بنام شاد کے حوالے سے)	ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار
۶۶۔ نوید شفیع	اقبال کے سوانحی نقوش (خطوط بنام گرامی کے حوالے سے)	ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار

۱۹۸۲ء

۶۷۔ نوشین صباحت	کلام اقبال کے منظوم تراجم	

۱۹۸۳ء

۶۸۔ نسیم اختر	سید نذیر نیازی۔ حیات و تصانیف	ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی

۱۹۸۴ء

۶۹۔ ثاقف نفیس	چوہدری محمد حسین اور علامہ اقبال۔ روابط	ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا
۷۰۔ خالدہ جبیں	اقبال کے اردو کلام کی شرحیں	ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی
۷۱۔ سمیعہ شاہین	"بانگ درا" کی بعض نظموں کا واقعاتی پس منظر	ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی
۷۲۔ شگفتہ شہناز	تنقید اقبال کے اہم تصورات کا توضیحی اشاریہ	ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی

۱۹۸۵ء

۷۳۔ اختر النساء	یوسف سلیم چشتی۔ بحیثیت شارح اردو	ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی
۷۴۔ یاسمین کوثر	بشیر احمد ڈار بطور اقبال شناس	ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی

۱۹۸۷ء

۷۵۔ زاہدہ تبسم	"نقوش" میں ذخیرہ اقبالیات۔ توضیحی اشاریہ	ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی
۷۶۔ شکیلہ علوی	وضاحتی فہرست "اقبال ریویو" (۱۹۷۶ء - ۱۹۸۶ء)	ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی
۷۷۔ لعل بیگ ظفر	ہندوستان میں اقبال شناس (۱۹۴۷ء کے بعد)	ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی

۱۹۸۸ء

۷۸۔ عالیہ عزیز	پروفیسر محمد عثمان بطور اقبال شناس	صابر علی خاں لودھی
۷۹۔ فرزانہ یاسمین	محمد عبداللہ قریشی بطور اقبال شناس	ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی
۸۰۔ لبنیٰ ناز لودھی	آل احمد سرور بطور (غالب اور) اقبال شناس	ڈاکٹر سید معین الرحمٰن
۸۱۔ ملکہ ریحانہ	ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی	ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی

۱۹۸۹ء

۸۲۔ خیر النساء	وضاحتی فہرست مجلّہ "اقبال" (جولائی ۱۹۵۲ء-اپریل ۱۹۸۹ء)	ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی
۸۳۔ زیب النساء	علامہ اقبال کی اردو نثر	ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی

۱۹۹۰ء

۸۴۔ اقبال بانو	عبدالرحمٰن طارق بطور اقبال شناس	ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی
۸۵۔ انیلا سراج	کلام اقبال کا استفہامیہ انداز	ڈاکٹر تحسین فراقی
۸۶۔ سیدہ رضوانہ شبیر بخاری	سید محمد عبدالرشید فاضل بطور اقبال شناس	ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی

۱۹۹۱ء

۸۷۔ سعشہ خان:	ڈاکٹر جسٹس (ر) جاوید اقبال شخصیت اور ادبی خدمات	ڈاکٹر صدیق جاوید
۸۸۔ شازیہ ظہیر خواجہ	کلام اقبال کے تراجم کا توضیحی اشاریہ	ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی

۱۹۹۳ء

۸۹-	سید نجف علی	اشاریہ تنقید اقبال (بحوالہ رسائل)	ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی
۹۰-	قمر عباس	اشاریہ تنقید اقبال (بحوالہ کتب)	ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی
۹۱-	نعیم اختر	اقبال کا سوانحی اشاریہ	ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی
۹۲-	جلال سوئیدان	ترکی میں مطالعہ اقبال	ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی

۱۹۹۴ء

۹۳-	حمیرا ظفر	جامعہ پنجاب میں اقبالیات پر ایم۔اے کے مقالات کا توضیحی اشاریہ	ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی
۹۴-	روحینہ جعفری	کلام اقبال میں "آگ" کا استعارہ	ڈاکٹر تحسین فراقی

۱۹۹۵ء

۹۵-	آمنہ صدیقی	عصری مسائل پر اکبر اور اقبال کی فکری مماثلتیں۔ ایک جائزہ	زاہد منیر عامر
۹۶-	بصیرہ عنبرین	کلام اقبال میں تضمین۔ تحقیقی اور تنقیدی جائزہ	ڈاکٹر تحسین فراقی
۹۷-	زوبیہ سلطانہ	کلام اقبال کی فکری جہتیں	مرغوب حسین طاہر
۹۸-	شازیہ مظفر	باقیات اقبال' (معینی/عبداللہ قریشی کا اشاریہ)	ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی
۹۹-	یاسمین رفیق	اشاریہ کلیات اقبال (اردو)	ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی

۱۹۹۶ء

۱۰۰-	سہیل سرور	ڈاکٹر فرمان فتح پوری بطور اقبال شناس	ڈاکٹر سید معین الرحمٰن

اردو کے علاوہ پنجاب یونیورسٹی اور اس کے الحاق شدہ کالجوں کے شعبہ فلسفہ میں بھی اقبال پر بہت قابل قدر کام ہوا۔ ایم۔ اے (فلسفہ) کے لیے لکھے گئے مقالات کی تفصیل یہ ہے:

۱۔ محمد اسلم ملک	Iqbal's Perfectionism	خواجہ غلام صادق، ۱۹۶۳ء
۲۔ فرخ سلطانہ	A study in Iqbal's Moral Philosophy	ایم۔ سعید شیخ، ۱۹۶۵ء
۳۔ محمد نواز حسرت	Iqbal's Conception of Personality and Modern Psychology	قاضی محمد اسلم، خواجہ غلام صادق، سی۔ اے۔ قادر، ۱۹۶۵ء
۴۔ شہناز ہرل	اقبال کا تصور خدا	خواجہ غلام صادق، ۱۹۶۷ء
۵۔ طاہرہ نسیم	The Metaphysical Concept of Evaluation in Miskawheih, Rumi and Iqbal	خواجہ غلام صادق، ۱۹۶۷ء
۶۔ فاخرہ شیرازی	A Comparative Study of Nietzsche's Superman and Iqbal's Perfectman	وحید اللہ وائن عبدالخالق، ۱۹۶۷ء
۷۔ خالدہ بہار	Iqbal on Time	خواجہ غلام صادق، ۱۹۶۸ء
۸۔ عذرا نسرین	Iqbal's Defence of Religion	سی۔اے۔ قادر، خواجہ غلام صادق، عبدالخالق، ۱۹۶۸ء
۹۔ شمیم انزالون	اقبال اور شیطان	حفیظ اختر، ۱۹۶۹ء
۱۰۔ محمد اسلم نذیر	Bergson and Iqbal	خواجہ غلام صادق، ۱۹۶۹ء
۱۱۔ کشور جمال لاری	Iqbal on the Nature of Propecy	عبدالخالق، ۱۹۷۰ء

۱۲- عائشہ ضیا	The Concept of Individuality in Iqbal and Kierkegaard	نعیم احمد، ۱۹۷۱ء
۱۳- امتیاز بانو	اقبال کا تصور بقائے دوام	نعیم احمد، ۱۹۷۲ء
۱۴- عبدالسلام صفدر	Iqbal's Psychology of Religion	نعیم احمد، ۱۹۷۳ء
۱۵- ممریز خاں	علامہ اقبال کا تصور کائنات	نعیم احمد، ۱۹۷۳ء
۱۶- کلثوم اختر چوہدری	Iqbal and Some Modern Critic of Religion	ڈاکٹر محمد معروف، ۱۹۷۵ء
۱۷- محمد فاروق	Iqbal's Concept of Ego and Leibniz's Monodanity,	نعیم احمد، ۱۹۷۵ء
۱۸- زہرہ احسان	علامہ اقبال کے مابعد الطبیعیاتی نظریات	
۱۹- شوکت زمان خاں	علامہ اقبال کا تصور تصوف	عبدالخالق، ۱۹۷۶ء
۲۰- کشور گلزار	Iqbal and Muslim Renaisance	
۲۱- حفیظ اختر سلہریا	فلسفہ برگسان کا اقبال پر اثر	ڈاکٹر عبدالخالق، ۱۹۷۹ء
۲۲- طارق سلیم شیخ	اقبال کا نظریہ اخلاق	ڈاکٹر عبدالخالق، ۱۹۷۹ء
۲۳- بشریٰ عبدالحکیم	اقبال کا تصور موت اور حیات بعد الممات	ساجد علی، ۱۹۸۰ء
۲۴- کہکشاں پروین	اقبال کا فلسفہ جبر و قدر	ڈاکٹر ابصار احمد، ۱۹۸۰ء
۲۵- خالدہ بشیر	کیا اقبال وحدت الوجودی تھے؟	ڈاکٹر ابصار احمد، ۱۹۸۱ء
۲۶- صلیحہ الطاف	اقبال اور ولیم میکڈوگل کے نظریہ شخصیت کا تقابلی جائزہ	ساجد علی ۸۳-۱۹۸۲ء
۲۷- عابدہ تنویر وڑائچ	اقبال کا نظریہ تہذیب اسلامیہ	ساجد علی، ۱۹۸۸ء
۲۸- ثمینہ سعید	اقبال کا تصور مذہب	ساجد علی، ۱۹۸۷ء

۲۹-	شمشاد	اقبال کا تصور جمال	غزالہ عرفان، ۱۹۸۷ء
۳۰-	طاہرہ ناہید راجا	اقبال کا فلسفہ تعلیم	نعیم احمد، ۱۹۸۸ء
۳۱-	آسیہ نوید	Iqbal on God- Man- Relationship	ڈاکٹر نعیم احمد، ۱۹۸۹ء
۳۲-	انجم حامد	اقبال کے تصور ارتقاء پر مسلم مفکرین کے اثرات	جاوید اقبال ندیم، ۱۹۹۰ء

شعبہ تعلیم و تحقیق، پنجاب یونیورسٹی میں ایم- اے (ایجوکیشن یا ایم- ایڈ کے لیے لکھے گئے مقالات کے کوائف یہ ہیں:

۱-	محمد طفیل خاں	An Interpretation of Iqbal's Concept of Muslim Education	۱۹۶۳ء
۲-	بلقیس جمال افسرہ	Iqbal's Theory of Knowledge and its implications for Education	ڈاکٹر مختار احمد بھٹی، ۱۹۶۷ء
۳-	فہمیدہ شاہدہ	سرسید اور اقبال کے تعلیمی افکار کا تقابلی جائزہ	ڈاکٹر حیات افروز ڈاکٹر مختار احمد بھٹی، ۱۹۶۹ء
۴-	طارق مسعود، عبدالغفور عابد، ایم انور حسین	اقبال کے فلسفہ خودی کا تعبیری مطالعہ اور اس کی تعلیمی اہمیت،	نگران کار: ڈاکٹر دین محمد ملک ڈاکٹر مشتاق احمد گورایا، ۱۹۷۳ء
۵-	رفیق احمد ساقی، محمد یونس عاصی	اقبال کا فلسفہ تعلیم،	نگران: ڈاکٹر احسان اللہ خاں، ڈاکٹر محمد ابراہیم خالد، ۱۹۷۵ء
۶-	چوہدری محمد افضل صابر، محمد عاشق قیصر محمد نذیر کھوکھر	علامہ اقبال کے تعلیمی نظریات	نگران: منور ابن صادق، ڈاکٹر چوہدری محمد اشرف، ۱۹۷۵ء

۷۔ صلاح الدین اعوان، رانا شیر احمد — Contribuition of Sir Allama Mohammad Iqbal towords the Creation of Pakistan
نگران: محمد ظفر اقبال، محمد ابراہیم خالد، ۱۹۷۶ء

۸۔ نسیم بیگم — فکر اقبال میں امتزاجیت اور اس کے تعلیمی مضمرات کا ایک جائزہ
نگران: منور ابن صادق، مشتاق الرحمٰن صدیقی، ۱۹۷۶ء

۹۔ اشتیاق بھٹی — The Identification of Basic Concept of Self philosphy of Allama Iqbal for the possible Formulation of a Conselling Theory
نگران: ڈاکٹر احسان اللہ خاں، منور ابن صادق، ۱۹۷۷ء

۱۰۔ حاکم علی، اختر حسین — علامہ اقبال کے تعلیمی افکار،
نگران: ڈاکٹر احسان اللہ خاں، منور ابن صادق، ۱۹۷۸ء

۱۱۔ کشور اقبال — فکر اقبال کے تعلیمی تقاضے،
نگران: منور ابن صادق، ڈاکٹر احسان اللہ خاں، ۱۹۷۸ء

۱۲۔ محمد لئیق جوہر، فضل حق، مسعود الرحمٰن — تعلیم کا مقصد اقبال کی نظر میں، ۱۹۷۹ء

۱۳۔ نسیم اختر، فرخ نسیم — علامہ اقبال کا تصور بقائے دوام اور اس کے تعلیمی مضمرات
نگران: منورابن صادق، ڈاکٹر مشتاق الرحمٰن صدیقی، ۱۹۸۰ء

۱۴۔ ریاض حسین، عبدالغفور، ثروت حسین — اقبال کا فلسفہ تعلیم
نگران: ڈاکٹر ممتاز رحیم، حافظ عبدالخالق، ۱۹۸۱ء

۱۵۔ خوشی محمد، محمد ابراہیم ساجد — Iqbal's Moral Philosophy and its Educational Implications.
نگران: ڈاکٹر خواجہ نذیر احمد، ڈاکٹر مشتاق الرحمٰن صدیقی، ۱۹۸۱ء

۱۶۔ ملک عبدالحمید، غلام غوث چیمہ، لیاقت علی، — علامہ اقبال کے تعلیمی نظریات
نگران: منور ابن صادق، حافظ عبدالخالق، ۱۹۸۲ء

۱۷- سید محمد زبیر شاہ' عبدالجبار' عبدالرشید	علامہ اقبال اور طالب علم- ایک تحقیقی جائزہ نگران: ڈاکٹر مشتاق الرحمٰن صدیقی' منور ابن صادق' ۱۹۸۲ء
۱۸- محمد جاوید نعیم صفدر' منیر احمد ظفر	تعلیم نسواں اور اقبال ـــــ ایک تحقیقی جائزہ' ۱۹۸۲ء
۱۹- احمد علی' محمد اسلم' محمد منور خاں	فکر اقبال کی روشنی میں نظام تعلیم کی تشکیل' نگران: منور ابن صادق' حافظ عبدالخالق' ۱۹۸۳ء
۲۰- عبدالخالق حلیم قادری	اقبال کا مرد مومن اور اس کے تعلیمی مضمرات' نگران: ڈاکٹر خواجہ نذیر احمد' ڈاکٹر عبدالرشید' ۱۹۸۴ء
۲۱- عمل خاں سیاح' حفیظ اللہ درویش	علامہ اقبال کے تعلیمی افکار کا جائزہ نگران: ڈاکٹر شہباز خاں' ڈاکٹر محمد ابراہیم خالد' ۱۹۸۴ء
۲۲- فضل حق فاروقی' محمد عثمان طارق' غلام مرتضیٰ	اقبال کے نظریات اور ان کا جائزہ نگران: ڈاکٹر اکبر علی' ڈاکٹر محمد ابراہیم خالد' ۱۹۸۴ء
۲۳- سردار حسین ملک' غلام مرتضیٰ سیال	علامہ اقبال کے تعلیمی نظریات اور پاکستان کے نظام تعلیم پر اس کے اثرات نگران: ڈاکٹر ممتاز رحیم' شوکت شاہ' ۱۹۸۵ء
۲۴- محمد ادریس' محمد ارشد' فضل رب	علامہ اقبال کے تعلیمی نظریات اور ان کے تعلیمی مضمرات نگران: ڈاکٹر عبدالرشید' ڈاکٹر مشتاق الرحمٰن صدیقی' ۱۹۸۵ء
۲۵- دبیر حسین دبیر' محمد شریف شاہ' ضیا الرحمٰن	علامہ اقبال اور سید ابوالاعلیٰ مودودی کے نظریہ تربیت کا تقابلی مطالعہ' نگران: سید وقار علی' مولانا عبید الرحمٰن مدنی' ۱۹۸۶ء
۲۶- طفیل محمد گوہر' عظیم بخش' محمد عبداللہ	تعلیمی نظریات میں علامہ اقبال اور سید ابوالاعلیٰ مودودی کی وحدت فکر ـــــ ایک جائزہ'

نگران : مشتاق الرحمٰن صدیقی، سید وقار علی، ۱۹۸۶ء

۲۷- محمد آصف اعوان، چوہدری خالد محمود — علامہ اقبال اور اکبر الہ آبادی کے تعلیمی نظریات- تقابلی جائزہ

نگران : ڈاکٹر خواجہ نذیر احمد، ڈاکٹر محمد حبیب اللہ، ۱۹۸۷ء

۲۸- محمد اعظم انجم، مظہر اقبال — علامہ اقبال اور علامہ شبیر احمد عثمانی کے تعلیمی نظریات کا تقابلی جائزہ

نگران : رانا عبداللطیف، محمد سعید شاہد، ۱۹۸۸ء

۲۹- بشریٰ جبار — علامہ اقبال اور سید ابوالاعلیٰ مودودی کے تعلیمی افکار کا تقابلی جائزہ

نگران : خواجہ نذیر احمد، محمد اقبال ظفر، ۱۹۸۹ء

۳۰- ہدایت اللہ، نخی مرجان — خوش حال خاں خٹک اور محمد اقبال کے تعلیمی نظریات کا تقابلی جائزہ

نگران : ڈاکٹر محمد حبیب اللہ، منور ابن صادق، ۱۹۸۹ء

۳۱- خالد محمود، افتخار احمد بھٹی — اقبال —— بحیثیت مفکر اسلام

نگران : شہباز خاں، ڈاکٹر محمد ابراہیم خالد، ۱۹۹۰ء

۳۲- محمد امین، محمد شفیق احمد — علامہ اقبال اور علامہ احسان الٰہی ظہیر کے تعلیمی نظریات کا تقابلی جائزہ

نگران : محفوظ احمد کمبوہ، ڈاکٹر ممتاز رحیم، ۱۹۹۱ء

۳۳- محمد زاہد الزماں، شہزاد احمد خان — منتخب ماہرین کی نظر میں علامہ اقبال کے تعلیمی نظریات کا موازنہ

نگران : ڈاکٹر حبیب اللہ، ملک رب نواز، ۱۹۹۱ء

علامہ اقبال سے متعلق پنجاب یونیورسٹی کے شعبہ علوم اسلامیہ میں ایم- اے کے لیے لکھے گئے مقالات کی تفصیل :

۱- افتخار احمد چشتی	اقبال کا تصور مذہب	نگران علامہ علاء الدین صدیقی، ۱۹۵۲ء
۲- محمد دل پذیر	اقبال کے سیاسی شعور کا ارتقاء	ڈاکٹر بشارت علی، ۱۹۵۵ء

۳- حذاقت آراء	عورت، اقبال کی نظر میں	علامہ علاء الدین صدیقی، ۱۹۶۲ء
۴- حمیدہ نجم	علامہ اقبال کے کے سیاسی نظریات	امان اللہ خاں، ۱۹۶۷ء
۵- فرزانہ فہیم خانم	علامہ اقبال اور اجتہاد	بشیر احمد صدیقی، ۱۹۶۸ء
۶- یاسمین سیف	علامہ اقبال کے معاشی افکار	محمودہ خانم بھٹی، ۱۹۸۳ء
۷- فرخ طاہرہ نقوی	کلام اقبال میں قرآنی تلمیحات کا جائزہ	ڈاکٹر امان اللہ خاں، ۱۹۸۵ء
۸- فرخندہ فرحت	اقبال کا فلسفہ توحید	شبیر احمد منصوری، ۱۹۸۶ء
۹- گلشن پروین	اقبال کا تصور آخرت	شبیر احمد منصوری، ۱۹۸۹ء
۱۰- مستفیض احمد علوی	اسلام کی نشاۃ ثانیہ اور اقبال	ڈاکٹر امان اللہ خاں، ۱۹۸۹ء
۱۱- نبیلہ مریم	تہذیب مغرب اقبال کی نظر میں	شبیر احمد منصوری، ۱۹۹۰ء

شعبہ سیاسیات، پنجاب یونیورسٹی میں علامہ اقبال سے متعلق لکھے گئے ایم۔ اے کے مقالات، کی دستیاب تفصیل یہ ہے:

۱- غلام حیدر	Dr. Iqbal's Contribution to the Creation of Pakistan	نگران: شوکت علی، ۱۹۵۸ء
۲- فخر النساء	Contribution of Iqbal to the Creation of Pakistan	نگران: شوکت علی، ۱۹۵۸ء
۳- مشتاق احمد راجا	Iqbal's Contribution towords the Creation of Pakistan	نگران: شوکت علی، ۱۹۶۱ء
۴- عبدالرؤف خاں	Contribution of Iqbal to the advancement of Muslim Thought	نگران: مجید اے شیخ، شوکت علی، ۱۹۶۲ء
۵- محمد افضل	Iqbal and the Separatist Movement	نگران: شوکت علی، مجید اے شیخ، ۱۹۶۲ء

۶- محمد سلیمان کھوکھر   Iqbal as a Political Thinker   ۱۹۶۴ء

۷- چوہدری محمد صدیق   Iqbal's Contribution towords the Creation of Pakistan   نگران: ڈاکٹر منیر الدین چغتائی، ۱۹۶۴ء

شعبہ تاریخ، پنجاب یونیورسٹی میں علامہ اقبال سے متعلق ایم- اے کا ایک مقالہ بعنوان: "پنجاب کی سیاست میں علامہ اقبال کا کردار (۱۹۲۶ء سے ۱۹۳۸ء تک)" لکھا گیا- یہ مقالہ ۱۹۷۵ء میں نسرین طاہرہ نے پروفیسر سید علی عباس کی زیر نگرانی مکمل کیا (صفحات: ۶ + ۳۱۲)—

شعبہ معاشیات میں بھی ایک مقالے کے لکھے جانے کا حوالہ ملتا ہے- "اقبال کے معاشی نظریات" کے موضوع پر یہ مقالہ شعبے کے سربراہ ڈاکٹر رفیق احمد کی زیر نگرانی رفعت یعقوب نے ۱۹۷۵ء میں تحریر کیا-

شعبہ فارسی، پنجاب یونیورسٹی (اورینٹل کالج) لاہور میں ایم- اے کے لیے لکھے گئے مقالات کے کوائف:

۱- ظہور اختر مالم   اقبال کی فارسی شاعری کے موضوعات، ۱۹۵۷ء

۲- انور سلطانہ   اقبال کی فنی تراکیب
نگران: سید وزیر الحسن عابدی، ۱۹۷۲ء

۳- ابرالنساء   مصطلحات 'جاوید نامہ'
نگران: ڈاکٹر سید محمد اکرم شاہ، ۱۹۷۴ء

۴- تسنیم فردوس   اقبال اور افغانستان
نگران: ڈاکٹر سید محمد اکرم شاہ، ۱۹۷۵ء

۵- اے- ڈی- بلوچ   اقبال اور ایران
نگران: ڈاکٹر سید محمد اکرم شاہ، ۱۹۷۵ء

۶- حشمت علی خاں گوزی   اسرار و رموز، (در آئینہ پیروی ورد)
نگران: ڈاکٹر سید محمد اکرم شاہ، ۱۹۸۹ء

پنجاب یونیورسٹی میں منشی فاضل (فارسی) کے لیے لکھے گئے دو مقالات کا سراغ بھی ملتا

ہے:

۱۔ ایم عبدالرحمن دستی: علامہ اقبال کی فارسی شاعری
نگران: آقا بیدار بخت ۱۹۵۲ء

۲۔ محمد اکرم ڈاکٹر اقبال پر مولانا روم کا اثر و نفوذ
نگران: مولانا عبدالمجید سالک ۱۹۵۲ء

۱۹۵۰ء سے ۱۹۹۶ء تک پنجاب یونیورسٹی کے مختلف شعبوں اور الحاق کالجز میں لکھے گئے مقالات کی تعداد ۱۹۰ کے قریب بنتی ہے، یعنی اوسطاً ہر برس گویا چار کے لگ بھگ اسکالرز نے اقبال کو اپنے تحقیقی کام کا موضوع بنایا۔ شعبہ اردو میں سب سے زیادہ ایک سو کے قریب مقالے لکھے گئے شعبہ فلسفہ میں تیس اور یونیورسٹی کے انسی ٹیوٹ آف ایجوکیشن اینڈ ریسرچ (آئی ای آر) میں لکھے گئے مقالات کے ۳۳ حوالے دستیاب ہیں۔ یہ سارے مقالے ایک مزاج اور معیار کے نہیں، موضوعاتی تکرار سے بھی نگران کار اساتذہ کی قدرے مزید توجہ سے بچا جا سکتا تو اچھا ہوتا، بحیثیت مجموعی پنجاب یونیورسٹی لاہور میں اب تک اقبال کے حوالے سے جو کام ہوا ہے وہ لائق تحسین ہے۔

[جولائی ۱۹۹۶ء]

ذیلی حاشیہ

۱۔ ناشر: اقبال اکادمی پاکستان، لاہور، ۱۹۹۵ء ضخامت ۴۳۴ صفحات

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی (اسلام آباد) اور مطالعۂ اقبال

علامہ اقبال کی ولادت کے جشن صد سالہ کی مناسبت سے ۱۹۷۷ء میں اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد علامہ اقبال سے منسوب ہوئی —— ۱۹۸۱ء میں یہاں شعبہ اقبالیات کا قیام عمل میں آیا اس شعبے کے تحت ۱۹۸۷ء سے ایم فل (اقبالیات) کے لیے اسکالرز کو تحقیقی کام کی آسانی اور رہنمائی فراہم کی جا رہی ہے۔ شعبے کے پہلے چیئرمین ڈاکٹر محمد ریاض تھے۔ ان کے انتقال کے بعد، یہ ذمہ داری ڈاکٹر رحیم بخش شاہین کے سپرد ہے جو اپنے دو مستقل رفقائے کار شاہد اقبال کامران (اسسٹنٹ پروفیسر) اور سعیدہ مہتاب (لیکچرار) کے علاوہ ملک بھر کے متعدد معروف اقبال شناسوں کے تعاون سے یہ اہم خدمات انجام دے رہے ہیں، شعبہ اقبالیات نے ڈاکٹریٹ کی سطح پر تحقیقی پروگرام بھی وضع کیا ہے جس کے لیے "قواعد و ضوابط مرتب ہو چکے ہیں——"

ایم فل (اقبالیات) کے تحقیقی پروگرام کے دو حصے ہیں۔ یونیورسٹی کے پیش نامے کے مطابق پہلا حصہ چار مستقل کورسز پر مشتمل ہے جن کی کامیاب تکمیل پر ملک بھر میں پھیلے ہوئے اسکالرز، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کیمپس، اسلام آباد میں ایک ورکشاپ میں شریک ہوتے ہیں —— دوسرا حصہ تحقیقی مقالے کا ہے۔ کورسز، ورکشاپ اور پھر مقالے کی تکمیل اور اس کے زبانی امتحان میں کامیاب ہونے پر امیدوار، ایم فل (اقبالیات) کی ڈگری کے اہل قرار پاتے ہیں۔

ایم فل (اقبالیات) کے کل نمبر ۸۰۰ ہیں جن کی تقسیم یہ ہے:

پہلا حصہ:

چار مکمل کورسز: ۴۰۰ نمبر

i) کورس ۷۰۱ اقبال کا ذہنی و فنی ارتقا اور ان کی تصانیف کا تعارف

ii) کورس ۷۰۲ علامہ اقبال کے بنیادی افکار و نظریات

iii) کورس ۷۰۳ اقبال کی منتخب تحریروں کا متن

iv) کورس ۷۰۴ اصول تحقیق

ورکشاپ: ۱۰۰ نمبر

دوسرا حصہ: منظور شدہ موضوع پر تحقیقی مقالے کی تکمیل: ۲۰۰ نمبر

مقالے کا زبانی امتحان: ۱۰۰ نمبر

یہ تحقیقی پروگرام بنیادی طور پر کالجوں اور یونیورسٹیوں میں پڑھانے والے اساتذہ کے لیے ہے کہ وہ جدید علمی اور تحقیقی پیش رفت کی روشنی میں اقبال اور افکار اقبال کا مطالعہ کرنے کے ساتھ ساتھ علمی تحقیق کے اسالیب اور اصولوں سے واقف ہو کر علم کے مختلف شعبوں میں اقبال کی بہتر تدریس کی خدمت انجام دے سکیں۔

شعبہ اقبالیات، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد سے ایم فل (اقبالیات) کی اسناد پانے والوں کے سال بہ سال کوائف یہ ہیں:

۱۹۹۰ء

۱۔ شاہد اقبال کامران — اقبال، درسیات پاکستان میں، تحقیقی مطالعہ [۱] — نگران کار: ڈاکٹر صدیق شبلی

۲۔ ارشاد احمد شاکر — اقبال اور دو قومی نظریہ۔ متون اقبال کی روشنی میں — ڈاکٹر محمد ریاض

۳۔ عبدالرشید ملک — علامہ اقبال کی مسلم لیگ سے وابستگی — ڈاکٹر صدیق شبلی

۱۹۹۱ء

۴۔ محمد ایوب صابر — اقبال پر معاندانہ کتب کا جائزہ [۲] (اردو کتب) — ڈاکٹر صدیق شبلی

۱۹۹۲ء

۱۹۹۲ء

۵- سید سجاد حسین	اقبال پر ۱۹۷۶ء تک مطبوعہ سوانحی کتب کا تحقیقی جائزہ	ڈاکٹر سید معین الرحمٰن
۶- چوہدری نعمت علی کوکب	علامہ اقبال اور پنجاب کے صوفیا	ڈاکٹر خواجہ حمید یزدانی
۷- خالد اقبال یاسر	معاصر ادبی تحریکیں اور شعریات اقبال	ڈاکٹر محمد ریاض
۸- محمد عرفان	اقبال اور کشمیر	ڈاکٹر محمد ریاض
۹- خدیجہ یاسمین ملک	اقبال اور سائمن کمیشن	احمد سعید
۱۰- شیخ محمد اقبال	رومانی انگریز شعراء کے اقبال پر اثرات	ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی
۱۱- محمد اشفاق چغتائی	اقبال کا تصور وجود و شہود	ڈاکٹر ابصار احمد
۱۲- غلام رسول محمد	اقبال اور امکانات مذہب (آخری خطبے کا تحقیقی و توضیحی مطالعہ)	ڈاکٹر وحید عشرت
۱۳- عبدالوحید	"بانگ درا" حصہ دوم کا تحقیقی مطالعہ	ڈاکٹر صدیق شبلی
۱۴- زاہدہ پروین	اقبال کی شاعری میں ہیت کے تجربات کی روایت	ڈاکٹر انور محمود خالد

۱۹۹۳ء

۱۵- شمیم اختر	سید عبداللہ بحیثیت اقبال شناس	ڈاکٹر محمد ریاض
۱۶- افضال احمد انور	اقبال کی اردو نظم کا ارتقاء	ڈاکٹر احسن زیدی
۱۷- محمد سعید خان	اقبال اکادمی کی علمی خدمات- ایک جائزہ	ڈاکٹر خواجہ حمید یزدانی
۱۸- ارشاد فضل احمد	تصانیف اقبال کے پنجابی تراجم کا تحقیقی مطالعہ	ڈاکٹر رحیم بخش شاہین
۱۹- گل زرینہ آفتاب	"بانگ درا" حصہ اول- حواشی	

		و تعلیقات	ڈاکٹر محمد ریاض
۲۰-	محمد حمید کھوکھر	پس چہ باید کرد اے اقوام شرق مع مسافر کے اردو اور انگریزی منثور اور منظوم تراجم کا تحقیقی و توضیحی مطالعہ	ڈاکٹر محمد ریاض
۲۱-	خورشید احمد شکوری	اقبال کی ۱۹۷۶ء کے بعد کی سوانح عمریوں کا تحقیقی جائزہ (مطبوعہ ۱۹۷۷ء تا ۱۹۸۸ء)	ڈاکٹر محمد معز الدین
۲۲-	محمد اکرم	اقبال اور تحریک اتحاد اسلامی (متون اقبال کی روشنی میں)	ڈاکٹر محمد ریاض
۲۳-	منیر احمد	عبدالوہاب عزام کی اقبال شناسی	ڈاکٹر ظہور احمد اظہر
۲۴-	محمد قاسم	"بال جبریل" کی منظومات پر محققانہ حواشی و تعلیقات	ڈاکٹر صدیق شبلی
۲۵-	عبداللہ شاہ	مکاتیب اقبال بنام خان نیاز الدین خاں' علیقات و حواشی	ڈاکٹر رحیم بخش شاہین
۲۶-	طالب حسین خان اشرف	ملفوظات اقبال نئے تناظر میں	مرزا محمد منور
۲۷-	محمد سہیل عمر	خطبات اقبال نئے تناظر میں	مرزا محمد منور
۲۸-	زیت الرحمٰن	پشتو زبان میں اقبال شناسی- تحقیق و تجزیہ	محمد نواز طاہر
۲۹-	ہارون الرشید تبسم	اقبال بحیثیت نقاد	ڈاکٹر محمد ریاض

<u>۱۹۹۴ء</u>

۳۰-	رانی ثریا طاہرہ	عبدالواحد معینی بطور اقبال شناس	ڈاکٹر معین الدین عقیل

۳۱- محمد آصف اعوان	اقبال اور اکبر کی تنقید مغرب۔ تحقیقی مطالعہ	ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار
۳۲- فتح خاں	اقبال اور راس مسعود	ڈاکٹر رحیم بخش شاہین
۳۳- طفیل محمد گوہر	"ضرب کلیم" ابتدائی تین حصے' تعلیقات و حواشی	ڈاکٹر رحیم بخش شاہین
۳۴- محمد بشیر چوہدری	اقبال کی نصابی کتب۔۔ ایک تجزیہ	ڈاکٹر وحید قریشی
۳۵- نجیبہ ظفر	بال جبریل کی غزلیات' رباعیات و قطعات حواشی و تعلیقات	ڈاکٹر صدیق شبلی
۳۶- مسرت پروین نیلم	اردو شعراء اور اقبال	ڈاکٹر محمد ریاض
۳۷- اے۔ کیو۔ نوید کیانی	"پیام مشرق" کے اردو و انگریزی تراجم کا تنقیدی مطالعہ	ڈاکٹر محمد ریاض
۳۸- منیر احمد یزدانی	"ضرب کلیم" آخری تین حصے۔ حواشی و تعلیقات	ڈاکٹر محمد ریاض
۳۹- محمد علی خاں	اقبال کے بیرون برصغیر سفر۔ ایک تحقیقی مطالعہ	ڈاکٹر صدیق شبلی
۴۰- بشیر احمد بشیر	اقبال بحیثیت وکیل	ڈاکٹر طاہر تونسوی
۴۱- آدم خاں مروت	اقبال کے فارسی کلام کے پشتو تراجم کا تنقیدی جائزہ	ڈاکٹر ہدایت اللہ نعیم
۴۲- مسعود احمد خاں	مرکزیہ مجلس اقبال' تاریخ اور اقبال شناسی کی خدمات	ڈاکٹر وحید عشرت
۴۳- منف خاں سماب	صوبہ سرحد میں اقبال شناسی۔۔ اردو مطبوعات	ڈاکٹر صابر کلوروی
۴۴- بشریٰ جبیں	پاکستان میں فروغ اقبالیات۔ غیر سرکاری اداروں کا کردار	ڈاکٹر خواجہ حمید یزدانی

۴۵- سید خادم حسین	حالی- پیش رو اقبال	ڈاکٹر محمد اسلم درانی
۴۶- ظہور احمد	اقبال اور سیاسیات کشمیر	ڈاکٹر محمد ریاض
۴۷- عطا محمد ملک	اقبال کی شاعری میں طنز	ڈاکٹر خواجہ حمید یزدانی
۴۸- سراج الدین	اقبال پر ابن خلدون کے عمرانی و تاریخی اثرات	ڈاکٹر امین اللہ وثیر
	۱۹۹۵ء	
۴۹- اسد فیض	ملتان میں اقبال شناسی	ڈاکٹر نجیب جمال
۵۰- عبد الحق	اقبال اور تحریک خلافت	احمد سعید
۵۱- طاہر مسعود (مرحوم)	سید احمد خاں اور اقبال کے ذہنی روابط	ڈاکٹر آغا سہیل
۵۲- جمیل اصغر	اقبال کے مقلد اردو شعراء	ڈاکٹر رشید احمد گوریجہ مرحو
۵۳- سید منیر حسین	اقبال کی دعائیہ شاعری	ڈاکٹر صدیق شبلی
۵۴- یسرت حسین	A Critical Appraisal of Earlier English Books on Iqbal	ڈاکٹر رحیم بخش شاہین
۵۵- افشاں منیر بھٹی	"بال جبریل" کی شرحوں کا توضیحی و تنقیدی مطالعہ	ڈاکٹر انور محمود خالد
۵۶- عبدالجبار شاکر	اقبال کی غیر مدون نثر مع حواشی و تعلیقات	ڈاکٹر رحیم بخش شاہین
۵۷- امان اللہ	خواجہ عبدالحمید عرفانی بحیثیت اقبال شناس	ڈاکٹر صدیق شبلی
۵۸- مزمل حسن	اقبال اور افلاطون	ڈاکٹر وحید عشرت
۵۹- محمد شفیق عجمی	ڈاکٹر محمد رفیع الدین بحیثیت اقبال شناس	ڈاکٹر وحید عشرت

٦٠- صغریٰ بی بی	اسلامی معاشرے میں عورت کی حیثیت اقبال کی نظر میں	ڈاکٹر ایس ایم منہاج الدین
٦١- محمد عاصم رشید	قادیانیت پر اقبال کی تحریروں کی تدوین	ڈاکٹر ریاض الحسن گیلانی
٦٢- زمرد کوثر	شخصیت اقبال کا تحقیقی مطالعہ	ڈاکٹر انور محمود خالد

١٩٩٦ء

٦٣- فاروق عزیز	اقبال کے معاشی افکار	ڈاکٹر ایم ایس حسن الزمان

ذیل میں ایم فل (اقبالیات) کے لیے منظور شدہ موضوعات کی تفصیل درج کی جارہی ہے جن پر تحقیقی کام زیر تکمیل ہے:

١- اکرام اللہ شاہد	اقبال اور افغانستان (پشتو ادبیات کی روشنی میں)	محمد نواز طائر
٢- ندیم شفیق ملک	خطبہ الہ آباد: مقدمہ، حواشی، تعلیقات	ڈاکٹر صدیق شبلی
٣- احمد سعید منہاس	اقبال کا قیام لاہور (١٨٩٥ء سے ١٩٣٨ء تک)	ڈاکٹر آغا یمین خاں
٤- فاخرہ شیرازی	اقبال اور مکتب حکمت حیات	ڈاکٹر محمد معروف
۵- اکرام الحق گوہیر	اقبال کا شعور جمہوریت	احمد سعید
٦- غزالہ ہمایوں	اقبال اور ابن رشد کے ذہنی روابط	ڈاکٹر عبدالخالق
٧- محمد صدیق ظفر حجازی	مجموعہ مکاتیب اقبال جہان دیگر (اردو/انگریزی) تعلیقات و حواشی	ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی
٨- صبغہ فاروق	رسالہ "صوفی" منڈی بہاؤالدین کے مقالات اقبال کا تحقیقی مطالعہ	
٩- قمر اقبال	"بانگ درا" حصہ سوم	

	(نظم۔ ارتقا کے بعد)	ڈاکٹر رحیم بخش شاہین
۱۰۔ محمد انور صادق	اقبال اور نفسیات مذہب	ڈاکٹر وحید عشرت
۱۱۔ نجمہ پروین	علامہ اقبال اور فنون لطیفہ	ڈاکٹر محمد اسلم ضیاء
۱۲۔ محمد اقبال شاہد	ایران میں اسلامی انقلاب کے بعد اقبال شناسی	ڈاکٹر صدیق شبلی
۱۳۔ محمد اکرم	سرائیکی زبان میں اقبال شناسی	ڈاکٹر طاہر تونسوی
۱۴۔ عبدالغنی	فارسی نظم گوئی میں مقام اقبال	ڈاکٹر رحیم بخش شاہین
۱۵۔ محمد نواز جری	غزلیات اقبال کا فنی جائزہ	ڈاکٹر شفیق احمد
۱۶۔ مظفر حسین وڑائچ	اقبال اور اندلس کی اسلامی میراث	ڈاکٹر ظہور احمد
۱۷۔ ماجد سلطان بھٹی	اقبال کا تصور ریاست اسلامی	ڈاکٹر خالد مسعود
۱۸۔ محمد اسلم تبسم	اقبال کے تعلیمی نظریات پر مطبوعہ کتب	ڈاکٹر شفیق احمد
۱۹۔ عبدالکریم قاسم	علامہ اقبال کے اساتذہ	ڈاکٹر محمد ریاض
۲۰۔ ثریا جبین	اقبال کا برصغیر میں لاہور سے باہر قیام — تحقیقی مطالعہ	ڈاکٹر رحیم بخش شاہین
۲۱۔ لطف الرحمٰن	بنگلہ زبان میں اقبال شناسی	ڈاکٹر حبیب اللہ
۲۲۔ دلاور خاں (حیران خٹک)	اقبال اور دعوت دین	ڈاکٹر رحیم بخش شاہین
۲۳۔ علی محمد ضیاء	"اسرار و رموز" کی شرحوں کا تحقیقی مطالعہ	ڈاکٹر محمد ریاض
۲۴۔ قیوم حسین شاہ	"ضرب کلیم" اور "ارمغان حجاز" کی شرحوں کا تحقیقی مطالعہ	حافظ محمد یعقوب ہاشمی
۲۵۔ غلام قاسم مجاہد	بلوچی ادب پر اقبال کے اثرات	ڈاکٹر انعام الحق کوثر
۲۶۔ امین الحق	بلوچستان میں اقبالیات کا جائزہ	ڈاکٹر انعام الحق کوثر

۲۷- دبیر حسین	"ارمغان حجاز" (حصہ سوم) حواشی و تعلیقات	ڈاکٹر ظہیر احمد
۲۸- افتخار احمد	اقبالیاتِ محمد دین فوق	ڈاکٹر صابر کلوروی
۲۹- رانا خوشی محمد	اقبال، امام غزالی اور شاہ ولی اللہ کے تعلیمی نظریات کا تقابلی مطالعہ	ڈاکٹر مقصود عالم بخاری
۳۰- مبارک احمد شاہد	اقبال اور ملٹن	جیلانی کامران
۳۱- محمد اسلم	اقبالیاتِ محمد عبداللہ چغتائی	ڈاکٹر خواجہ حمید یزدانی
۳۲- منور حسین جاوید	اقبال اور امام غزالی	ڈاکٹر ابصار احمد
۳۳- عبدالحمید	اقبال پر شائع شدہ پنجابی کتب کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ	ڈاکٹر وحید قریشی
۳۴- زیب النساء	"انوار اقبال"۔ خطوط، ترتیب، تحشیہ	ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی
۳۵- ایم الیاس چیمہ	اقبال اور محمود شبستری	ڈاکٹر حمید یزدانی
۳۶- محمد اقبال گل	اقبالیات شیخ عبدالقادر	ڈاکٹر صدیق شبلی
۳۷- اختر النساء	"گفتار اقبال"۔ متن کا تحقیقی مطالعہ	ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی
۳۸- راؤ بشیر احمد	ڈیرہ غازی خاں میں اقبال شناسی	رشید احمد
۳۹- صادق حسین گوہر	جدید اردو غزل پر اقبال کے اثرات	ڈاکٹر محمد اسلم ضیاء
۴۰- عابدہ خانم	"علم الاقتصاد" مقدمہ، ترتیب و تحشیہ	ڈاکٹر وحید عشرت
۴۱- عارفہ الیاس	"جاوید نامہ" کے اردو تراجم و شرح کا تحقیقی مطالعہ	ڈاکٹر رحیم بخش شاہین
۴۲- عافیہ گلزار	اقبال اور انقلاب ایران	ڈاکٹر سید محمد اکرم شاہ
۴۳- محبوب عالم تھکانی	پاکستان کے ثقافتی مسائل اور اقبال	ڈاکٹر رحیم بخش شاہین
۴۴- محمد اقبال شاہین	اقبالیات اجتہاد: تحقیقی و تنقیدی جائزہ	ڈاکٹر خالد مسعود

۴۵- ناز صابت	اقبال اور سیالکوٹ کی معاصر شخصیات	ڈاکٹر سلطان محمود حسین
۴۶- سعیدہ مہتاب	ڈاکٹر محمد ریاض بحیثیت اقبال شناس	ڈاکٹر رحیم بخش شاہین
۴۷- شجاعت علی اسد	اقبال اور روزنامہ "احسان"	ڈاکٹر صدیق شبلی
۴۸- اکرام اللہ شاہد	اقبال اور افغانستان	محمد نواز طائر
۴۹- عذرا شفیع اعوان	"مظلوم اقبال" میں شامل ۱۰۳ خطوط کی تدوین و تحشیہ	ڈاکٹر رحیم بخش شاہین
۵۰- عبدالرؤف رفیق	پشتو شاعری پر اقبال کے اثرات	ڈاکٹر انعام الحق کوثر
۵۱- محمد عتیق خاں	ملک حسن اختر کی اقبال شناسی	ڈاکٹر سلطان محمود حسین
۵۲- ضیغم حسین شاہ	"زبور عجم" حصہ اول- حواشی و تعلیقات	ڈاکٹر خواجہ حمید یزدانی
۵۳- خالد الماس	اقبال اور فرائڈ کے نظریات' شخصیت کا تقابلی مطالعہ	ڈاکٹر نعیم احمد
۵۴- ظفر اقبال راؤ	اقبال اور معاصر ادبی تحریکیں	جیلانی کامران
۵۵- حامد اقبال بٹ	اقبال اور ترقی پسند تحریک	ڈاکٹر سید معین الرحمٰن
۵۶- خضر حیات خاں.	"بانگ درا" کی شرحوں کا تحقیقی و تنقیدی مطالعہ	ڈاکٹر رحیم بخش شاہین
۵۷- ناہید گل	اقبال اور وجودیت	ڈاکٹر صدیق شبلی
۵۸- خالدہ سلطانہ	حیات و شخصیت اقبال خطوط کے آئینے میں	ڈاکٹر رحیم بخش شاہین
۵۹- گلشن طارق	فروغ اردو کے سلسلے میں اقبال کی خدمات کا تحقیقی جائزہ	ڈاکٹر وحید قریشی
۶۰- شوکت حسین	"اسرار خودی" کے انگریزی تراجم کا تحقیقی مطالعہ	نظیر صدیقی

پچھلے پانچ چھ برس کا یہ "حاصل" بہت قابلِ ذکر اور لائق فخر ہے ـــــ موضوعات کی معنویت اور تنوع کے لحاظ سے بھی ـــ' اور تحقیقی کام کی نگرانی پر مامور ملک بھر سے ممتاز اقبال شناسوں کے تعاون کے میسر آنے کے حوالے سے بھی ـــــ جس کے لیے یونیورسٹی کے اربابِ کار اور شعبے سے وابستہ سب افراد درجہ بدرجہ تحسین اور تہنیت کے مستحق ہیں۔

[اگست ۱۹۹۶ء]

کراچی یونیورسٹی اور اقبالیات

کراچی یونیورسٹی میں شعبہ اردو کا قیام ۱۹۵۵ء میں روبہ عمل آیا — کراچی یونیورسٹی سے اردو میں پی۔ ایچ۔ ڈی کی پہلی سند ڈاکٹر ابو سعید نورالدین نے حاصل کی۔ ان کا تحقیقی مقالہ "اسلامی تصوف اور اقبال" ۱۹۵۶ء میں مکمل ہوا۔ یہ مقالہ پہلی بار ۱۹۵۹ء میں اقبال اکادمی پاکستان (کراچی) سے کتابی صورت میں شائع ہوا۔ کتاب کی دوسری اشاعت ۱۹۷۷ء اور تیسری اشاعت بہ ترمیم و اضافہ ۱۹۹۵ء میں سامنے آئی[1]

شعبہ اردو میں ایم۔ اے کی سطح کے کچھ مقالات کے حوالے بھی ہاتھ آئے' شعبہ اردو کے علاوہ' کراچی یونیورسٹی میں شعبہ فارسی' فلاسفی اور لائبریری سائنس میں بھی ایم۔ اے کے لیے مقالات لکھے گئے ہیں جن کی تفصیل یہ ہے:

شعبۂ اُردو:

۱۔ اقبال اور عظمت آدم	سلمیٰ بانو اکبر علی نگران کار: ڈاکٹر یونس حسنی' ۷۷-۱۹۷۶ء
۲۔ اقبال۔ "بال جبریل" کی روشنی میں	سیدہ شیریں پروین نگران کار: ڈاکٹر فرمان فتح پوری' ۱۹۷۶ء
۳۔ اقبال کا تصورِ زن	شگفتہ جبیں نگران کار: سحر انصاری ۹۵-۱۹۹۴ء

شعبۂ فارسی:

۴۔ Value and characteristics of Iqbal's	محمد صلاح الدین صدیقی

persian poetry — شعبہ فارسی ۱۹۵۴ء

۵- An Hour with Iqbal's Critics — از: ایاز قادری — نگران کار: ایس- وائی ہاشمی، ایس ایم کالج، کراچی ۱۹۵۵ء

۶- Iqbal: the poet Prophet of the East — از: زبیدہ انور — نگران کار: ایس- وائی ہاشمی، ایس ایم کالج، کراچی، ۱۹۵۵ء

۷- اقبال کی فارسی شاعری میں انقلابی عناصر — از: نگہت اقبال، ۱۹۵۹ء

۸- فارسی شاعری کے ذریعے اقبال کا پیغام — از: محمد احمد خاں، ۱۹۷۶ء

شعبۂ فلاسفی اور لائبریری سائنس:

۹- Iqbal : Bibliography (1965- 75) — از: محمد اسلم — نگران کار: ڈاکٹر انیس خورشید، ۱۹۷۵ء

۱۰- Concept of Perfectmant in Iqbal — از: حسینہ شیخ — نگران ڈاکٹر محمد محمود احمد

ان کوائف کی جمع آوری میں مجھے کراچی یونیورسٹی شعبۂ اُردو کی ریسرچ اسکالرز: اسماء حسن اور عظمیٰ حسن سے مدد ملی- اللہ انہیں شاد و شادمان رکھے-

[اگست ۱۹۹۶ء]

ذیلی حاشیہ

۱- ناشر اقبال اکادمی پاکستان، لاہور ۱۹۹۵ء ضخامت ۴۳۴ صفحات

سندھ یونیورسٹی میں مُطالعۂ اقبال

ایک امتحانی اور الحاقی یونیورسٹی کی حیثیت سے کراچی میں سندھ یونیورسٹی کا آغاز ۱۴- اپریل ۱۹۴۷ء سے ہوا- چار برس تک وہ اسی حیثیت سے کام کرتی رہی — ۱۹۵۱ء میں کراچی یونیورسٹی کے قیام کے بعد اس نے حیدر آباد منتقل ہو کر تدریسی ذمہ داریاں سنبھالیں — اب یونیورسٹی کا اولڈ کیمپس حیدر آباد میں اور نیو کیمپس جامشورو میں واقع ہے-

۱۹۵۴ء میں سندھ یونیورسٹی میں شعبہ اردو کا قیام عمل میں آیا- شعبے کو یہ عزت اور فضیلت حاصل ہے کہ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں' اس کے پہلے صدر ہوئے' ڈاکٹر سید نبی احمد ہاشمی' ڈاکٹر نجم الاسلام اور محترمہ رابعہ اقبال کے بعد' اب محترمہ فہمیدہ شیخ شعبے کی سربراہ ہیں-

اقبال کے سلسلے میں پی ایچ - ڈی (اردو) کا ایک مفید کام' ۸۸- ۱۹۸۷ء میں ڈاکٹر نجم الاسلام کی زیر نگرانی ڈاکٹر رحیم بخش شاہین نے انجام دیا- ان کا موضوع تھا:
"مکاتیب اقبال کا تنقیدی جائزہ"

شعبہ اردو میں اقبال کے حوالے سے ایم- اے کے متعدد مقالات بھی لکھے گئے لیکن شعبے کی لائبریری کے نذر آتش ہونے کے ایک حادثے کے بعد بہت سے مقالات ضائع ہو گئے' تفصیل کے مطابق ایم- اے (اردو) کے مقالات کے کوائف یہ ہیں:

۱- اقبال بحیثیت شاعر مشرق — مقالہ نگار: رفعت علی خاں — ۱۹۵۶ء
۲- فن و فکر اقبال — از: آقا ضیا احمد شریفی — ۱۹۶۴ء
۳- اقبال کی قومی شاعری اور پاکستان کے قومی مسائل — محمد افضل صدیقی — ۱۹۶۴ء

۴- "بانگِ درا" کی تلمیحات از: خالدہ انصاری ۶۶- ۱۹۶۵ء

۵- اقبال اور وطنیت از: محمد شریف ۶۶- ۱۹۶۵ء

۶- "ضربِ کلیم" کی تلمیحات از: محمد شریف ۶۶- ۱۹۶۵ء

۷- اقبال اور مسلم مفکرین از: زہرہ رحمٰن ۱۹۶۸ء-۱۹۶۷ء

۸- اقبال کا ذہنی ارتقاء مکاتیب کی روشنی میں از: نصرت رحیم ۶۸- ۱۹۶۷ء

یہ سب مقالات پروفیسر ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں کی نگرانی میں لکھے گئے۔

۱۹۷۲ء کے لسانی فسادات میں سندھ یونیورسٹی کے شعبۂ اُردو کی سیمینار لائبریری تباہ کر دی گئی اور مختلف علمی اور ادبی موضوعات پر ایم۔ اے (اُردو) کے کئی سو مقالے جل کر راکھ ہوئے۔ اس کا قوی امکان ہے کہ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں یا شعبے کے دوسرے اساتذہ کی نگرانی میں مندرجہ بالا آٹھ سے زیادہ متعلمین نے اقبال پر تحقیق اور تنقیدی کام کیا ہو۔

بہاء الدین زکریا یونیورسٹی' ملتان اور اقبال شناسی

ملتان یونیورسٹی میں شعبۂ اُردو کا آغاز ستمبر ۱۹۷۵ء میں ہوا۔ پنجاب آرڈیننس نمبر ۱۱ سال ۱۹۷۹ء کے تحت ملتان یونیورسٹی کا نام معروف مقامی بزرگ' عالم اور روحانی پیشوا حضرت بہاء الدین زکریاؒ کے اسمِ گرامی سے منسوب کر کے بہاء الدین زکریا یونیورسٹی' رکھ دیا گیا۔

شعبۂ اُردو کے انتظامی اور تدریسی امور ابتداً سید افتخار حسین شاہ کے سپرد ہوئے' پھر مختلف اوقات میں ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا' ڈاکٹر اے۔ بی۔ اشرف اور ڈاکٹر انوار احمد شعبۂ اُردو کے صدر رہے۔ آج کل ڈاکٹر عبدالروف شیخ' شعبے کے سربراہ ہیں۔

ملتان میں اقبال پر پی ایچ۔ ڈی کی سطح کا ابھی کوئی کام نہیں ہوا ـــــ ایم فل (اردو) کی سطح پر ایک کام اقبال پر ہوا ہے اور یہ بشریٰ خان ہیں جنھوں نے ۱۹۹۵ء میں ڈاکٹر عبدالروف شیخ کی زیر نگرانی "سر سید اور اقبال کے عمرانی تصورات کا تقابلی مطالعہ" کے موضوع پر مقالہ لکھ کر ایم فل (اردو) کی سند حاصل کرنے کا اعزاز پایا ـــــ یونیورسٹی کے شعبۂ اردو یا یونیورسٹی سے الحاق شدہ پوسٹ گریجویٹ کالجز میں ایم۔ اے (اردو) کے لیے جو مقالات لکھے گئے' ان کی تفصیل یہ ہے:

۱۔ پاکستان میں اقبال کی سوانح عمریوں کا تجزیاتی مطالعہ'

از کوثر حسین شاہ' نگران: ڈاکٹر عبدالروف' ۱۹۹۱ء

۲۔ ملتان میں اقبال شناسی کی روایت'

از ثمینہ نسیم نگران: ڈاکٹر نجیب جمال' ۱۹۹۱ء

۳۔ اقبال اور افلاطون (اشتراک و اختلاف)'

از مجاہد حسین خٹک' نگران: شریف اشرف

گورنمنٹ کالج' ڈیرہ غازی خاں

[اگست ۱۹۹۶ء]

اِسلامیہ یونیورسٹی بہاول پور میں مُطالعۂ اقبال

اسلامیہ یونیورسٹی، بہاول پور کا قیام ۱۹۷۵ء میں عمل میں آیا۔ اس یونیورسٹی کا "اقبالیات" سے خصوصی شغف، اس امر سے ظاہر ہے کہ یہاں "شعبۂ اردو" ملکی جامعات کی عام روش سے ہٹ کر "شعبۂ اردو و اقبالیات" کے نام سے موسوم ہے۔ بعض دوسرے اصحاب کے علاوہ یہاں مختلف برسوں میں ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی اور ڈاکٹر شفیق احمد نے شعبہ اردو و اقبالیات کے صدر کی حیثیت سے خدمات انجام دیں۔ آج کل ڈاکٹر نجیب جمال شعبے کے چیرمین کی حیثیت سے برسرکار ہیں۔

اسلامیہ یونیورسٹی بہاول پور میں درج ذیل اسکالرز اقبالیات کے مختلف گوشوں پر اردو میں پی ایچ ڈی کے لیے کام میں مصروف ہیں:

۱۔ سجاد حسین	موضوع: علامہ اقبال۔ سوانحی کتب، تحقیقی جائزہ	نگران کار: ڈاکٹر شفیق احمد
۲۔ ہارون الرشید تبسم	اقبال بحیثیت نقاد	ڈاکٹر شفیق احمد
۳۔ عطیہ منیر	پاکستان میں اقبالیاتی ادب کا تجزیاتی اور تحقیقی مطالعہ	ڈاکٹر نجیب جمال

اقبال سے متعلق ایم اے (اردو) کے لیے لکھے گئے اب تک کے مقالات کی تفصیل یہ ہے:

۱۔ محمد علی اختر	بانگ درا کے شارحین	ڈاکٹر شفیق احمد، ۱۹۸۲ء
۲۔ سردار علی جاوید	اقبال صدی کے رسائل کی وضاحتی فہرست	ڈاکٹر شفیق احمد، ۱۹۸۲ء
۳۔ شگفتہ بانو	بچوں کا شاعر ــــ اقبال	ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی، ۱۹۸۳ء

۴۔	سردار محمد افضل بسراء	"بال جبریل" کی شرحوں کا مطالعہ	ڈاکٹر شفیق احمد، ۱۹۸۵ء
۵۔	سیدہ فاطمہ مبین	"اقبالیات" کا اشاریہ۔ ۱۹۷۰ء تا ۱۹۷۶ء	ڈاکٹر روشن آرا راؤ، ۱۹۸۶ء
۶۔	نسیم اختر	علامہ اقبال (سے متعلق) مضامین کی اشاریہ سازی (۱۹۷۸ء-۱۹۸۵ء)	ڈاکٹر روشن آرا راؤ، ۱۹۸۶ء
۷۔	ادیبہ لطیف	ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی: بحیثیت اقبال شناس	ڈاکٹر شفیق احمد، ۱۹۸۹ء
۸۔	پروین اختر	شعبہ اردو میں اقبالیات میں ہونے والے مقالات کی فہرست	ڈاکٹر شفیق احمد، ۱۹۸۹ء
۹۔	رفعت رضوی	ڈاکٹر وزیر آغا: بحیثیت اقبال شناس	ڈاکٹر شفیق احمد، ۱۹۸۹ء

دوسرا حصہ

(۲)

۱۔ بسلسلۂ اقبال، رشید احمد صدیقی کی ایک نادر تحریر ۷۹
۲۔ اقبالیات اور سید وقار عظیم ۹۵
۳۔ "ترجمانِ اسرار" از: جسٹس ایس۔ اے۔ رحمٰن ۱۱۹
۴۔ شذرات متعلق بہ اقبال، از: سید وقار عظیم ۱۲۳
۵۔ ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی بطور اقبال شناس ۱۳۵
۶۔ "شاد اقبال" مکاتیب اقبال کا پہلا مجموعہ ۱۴۳
۷۔ کچھ "جاوید منزل" کے بارے میں ۱۶۱
۸۔ مزارِ اقبال پر خصوصی گارڈز کی تعیناتی ۱۶۵
۹۔ اقبال پر غالب کا اثر اور اُن کی گرفت ۱۶۷

بسلسلۂ اقبال، رشید احمد صدیقی، کی ایک نادر تحریر

(۱)

"سال اقبال" (۱۹۷۷ء) نے سب سے بڑا اور پہلا، دل خراش، اور سنگین خراج ہم سے رشید احمد صدیقی کی صورت میں لیا۔ اس سال جنوری کے وسط میں رشید صاحب واصل بحق ہوئے وہ عمر میں اقبال سے پندرہ برس چھوٹے تھے اقبال تیس برس کے نوجوان تھے جب پہلی بار رشید صاحب ان کے نام سے آشنا ہوئے اور پھر اقبال کے جیتے جی اور مابعد تا آخر وہ برابر اقبال کے معترف مداح مبصرو مفسراور معتقد و مبلغ رہے ـــــ اس طرح کوئی ستر برس تک اقبال کی شخصیت، تعلیمات اور ان کے فکر و فن کی عظمت کا تذکرہ ان کے ورد زبان رہا اب جس کے خوشگوار اثرات و احسانات کا اندازہ لگانا بھی آسان نہیں ـــــ حقیقت یہ ہے کہ ان ستر برسوں میں علی گڑھ سے ابھرنے والا شعر و ادب کا کوئی آفتاب و ماہتاب ایسا نہیں ہو گا، اقبال کو جس کی متاع بنانے میں رشید صاحب کا فیض اور تصرف کسی نہ کسی درجے میں شامل نہ رہا ہو!

رشید احمد صدیقی نے اقبال پر بہت کچھ کہا اور لکھا۔ اقبال سے متعلق ان کی تحریروں کا ایک مجموعہ "اقبال ـــــ شخصیت اور شاعری" کے نام سے چھپ بھی چکا (اقبال اکادمی، پاکستان صفحات ۱۴۳، بمناسبت جشن صد سالہ، نومبر ۱۹۷۷ء)، لیکن اقبال پر یہ رشید صاحب کی جمیع اور جملہ تحریروں پر حاوی نہیں۔ اقبال پر رشید صاحب کی ایسی بہت سی قیمتی تحریریں میرے پاس محفوظ ہیں جو رشید صاحب کے متذکرہ مجموعہ مضامین میں شامل نہیں۔ اقبال پر رشید صاحب کی نگارشات کے ایک جامع مجموعے کی ترتیب و اشاعت میرے پیش نظر ہے۔

"عزیزان علی گڑھ کے نام" رشید صاحب کا ایک خطبہ ۱۹۷۰ء میں لکھا جانا شروع

ہوا۔ ۱۹۷۶ء تک یہ قسط وار ہندوستان کے مختلف اخبارات و رسائل میں شائع ہوتا رہا۔ یہ خطبہ کئی سو صفحات پر مشتمل ہے اور رشید صاحب کے آخری بڑے فکری کارنامے اور یادگار کی حیثیت سے یہ ہمیشہ زندہ و تابندہ رہے گا —— اس خطبے کے مطبوعہ اجزا میں رشید صاحب نے جہاں تہاں اضافے اور تبدیلیاں بھی کیں۔ اگلے صفحات میں رشید صاحب کی جو نادر تحریر قارئین کی نذر کی جا رہی ہے اسے رشید صاحب نے جنوری ۱۹۷۶ء میں اپنے خطبے کی ایک قسط میں اضافے کے طور پر قلم بند کیا۔ رشید احمد صدیقی کی یہ قلمی تحریر راقم الحروف کے ذاتی ذخیرہ نوادر کی زینت ہے اور پہلی بار سامنے آرہی ہے۔

(سید معین الرحمٰن)

—— ۱۹۷۷ء

(۲)

پروفیسر رشید احمد صدیقی

اقبال کے اشعار میں موسیقی کے جتنے "تازہ بہ تازہ نو بہ نو" نمونے ملتے ہیں وہ اردو کے دوسرے شعراء کے کلام میں شاید نہ ملیں۔ اقبال غالباً اس کا التزام بھی رکھتے تھے۔ الفاظ اور فقروں کے انتخاب، ان کی ترکیب و ترنم، موقع و محل، معنی و مفہوم میں اس کے شواہد ملتے ہیں، لیکن اس التزام میں آورد کا شائبہ نہ ملے گا یا آورد، آمد معلوم ہو گی جو انشاء پردازی کا کمال سمجھا جاتا ہے ایسا بھی محسوس ہوا ہے جیسے شاعر نہیں، خود شعر اس اہتمام کا متقاضی تھا۔ یہ معمولی درجے کے شاعر کے بس کی بات نہیں۔ اس صدی کے شروع میں جب ہمارے بیشتر شعراء شاعری میں تکلفات بے جا کو اتنا شاعری کا نہیں جتنا اپنا کارنامہ سمجھتے تھے اور اسی طرح کے بندھے ٹکے سامعین سے داد حاصل کرتے تھے، اقبال کی یہ آواز اور انداز بہت مفید ثابت ہوا۔

موسیقی آواز کی تنظیم ہے۔ اشعار کی دروبست (اوزان) موسیقی کی دین ہے۔ شاعر کے لئے شاعری کے لیے موزوں فریم موسیقی ہی فراہم کرتی ہے۔ موسیقی کو جو تب و تاب اور تاثیر آلات موسیقی سے ملتی ہے اس سے کچھ زیادہ نہیں تو کم بھی نہیں،

[illegible]

[illegible]

[illegible]

تو شب آفریدی چراغ آفریدم
سفال آفریدی ایاغ آفریدم
بیابان و کہسار و راغ آفریدی
خیابان و گلزار و باغ آفریدم
من آنم کہ از سنگ آئینہ سازم
من آنم کہ از زہر نوشینہ سازم

عکسِ تحریر
رشید احمد صدیقی

شاعری سے ملتی ہے۔ موسیقی موزوں اور مقررہ آواز ہے اور آواز کی زبان شاعری۔ موسیقی اور شاعری کا قران السعدین اور دونوں علیحدہ علیحدہ بھی انسان کے بخشے ہوئے وہ کارنامے اور کرامات ہیں جن کی طرف اقبال نے اپنی مشہور و مایہ ناز نظم ''محاورہ مابین خدا اور انسان'' میں اشارہ کیا ہے۔ طوالت کا مطلق خیال نہ کرتے ہوئے آپ کی یادداشت کو تازہ کرنے کے لیے وہ مختصر نظم پیش کروں گا:

تو شب آفریدی چراغ آفریدم
سفال آفریدی ایاغ آفریدم
بیابان و کہسار و راغ آفریدی
خیابان و گلزار و باغ آفریدم
من آنم کہ از سنگ آئینہ سازم
من آنم کہ از زہر نوشینہ سازم!

اس نظم میں اقبال نے جو باتیں جس سطح سے جن مراتب اور مواقف کو ملحوظ رکھ کر کہی ہیں، وہ انسان اور شاعر دونوں کے شرف و سعادت کے شایان شان ہیں۔ اس موقع و موضوع پر اگر جدید مکتب فکر اور مسلک شاعری کے کسی شاعر کو کچھ کہنا پڑتا تو وہ کس طرح کہتے اور کیا کہتے ظاہر ہے کیا کہتے۔ اس سے معلوم ہو گا کہ اعلیٰ شاعری کے لئے کون سی صلاحیتیں مفید اور مبارک ہوتی ہیں۔

ربط و تسلسل کے اعتبار سے اقبال نے غزل کو نظم سے اور نظم کو غزل سے قریب تر کر دیا اس طرح غزل کے خلاف ایک بڑے الزام کو دور کر دیا کہ اس میں خیالات و جذبات کا انتشار ملتا ہے جو میرے نزدیک اتنا الزام نہیں تھا جتنا غلط فہمی۔ اس سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ غلط فہمیاں، الزام سے زیادہ سخت جان اور صبر آزما ہوتی ہیں۔ اس لیے اس منزل سے آسان گزرنا معمولی درجے کے شاعر کی طاقت اور توفیق سے باہر ہوتا ہے۔ اگر کوئی یہ کہے یا محسوس کرے کہ موسیقی کو اردو شاعری سے اور اردو شاعری کو موسیقی سے ہمکنار کرنے اور دونوں کو ہم ردیف بنانے میں اقبال کا بڑا قیمتی حصہ ہے تو اس سے جھگڑنا نہیں چاہیے، اس لیے کہ ہمارے بیشتر اردو شعراء نے بالعموم خانقاہوں، مشاعروں اور نشید و نشاط کی محفلوں کے لیے غزل کا انتخاب کیا جو نسبتہً

اسی نظم میں اقبال نے [illegible] جس طرح [illegible] اور شعر و ادب دونوں کے [illegible]

[illegible] اسی طرح [illegible] موضوع پر [illegible] شاعری [illegible]

کس طرح کہے اور کیا کہے [illegible] ظاہر ہے [illegible]

[illegible] تسلسل کے اعتبار سے اقبال نے غزل کو نظم سے اور نظم کو غزل سے [illegible] قریب

ترکیب کر دیا۔ اس طرح غزل کے [illegible] ایک بڑے الزام کو دور کر دیا [illegible] غلط نہیں۔

[illegible] اس سے یہ بھی [illegible] کیا جا سکتا ہے [illegible] الزام [illegible] اور [illegible]

[illegible] اگر [illegible]

اردو شاعری ہے اور [illegible] دونوں کو [illegible] اقبال کا بڑا [illegible]

[illegible] اردو شعرا [illegible] اور [illegible] غزل کا انتخاب کیا جو

[illegible] آسان [illegible] زندگی [illegible] حقائق و حوادث کے چیلنج کو قبول [illegible]

اور [illegible] اقبال نے [illegible] نظم اور غزل دونوں [illegible]

[illegible] اور [illegible]

[illegible] اردو شاعری [illegible]

غالب نے اردو [illegible] فارسی [illegible] اردو [illegible] فارسی کو اردو سے [illegible] اور [illegible] آہنگ

[illegible] اور [illegible] اقبال نے اپنی فارسی [illegible] غالب کی فارسی

مقابلہ میں [illegible] فارسی [illegible] آہنگ [illegible] ہندوستان میں [illegible]

[illegible] اور [illegible] ایک آوارہ [illegible] علی گڑھ [illegible] اور اقبال [illegible]

زندگی [illegible]

آسان ہوتا اور جلد مقبول عام ہو جاتا۔ اقبال نے زندگی کے سنگین اور صبر آزما حقائق و حوادث کے چیلنج کو قبول کرنے کی دعوت دی اور حوصلہ بخشا۔ اس کے لیے اقبال نے براہ راست نظم اور غزل دونوں سے اس فنکارانہ مہارت، شاعرانہ لمس و لطافت اور عارفانہ بصیرت سے کام لیا جو ان کے وسیع اور بے لاگ مطالعے اور غور و فکر کے علاوہ دوسری گوناگوں خداداد صلاحیتوں کا نتیجہ تھیں۔ اس سے اردو شاعری کے وزن و وقعت میں بڑا مفید مبارک اور مقبول عام اضافہ ہوا۔

غالب نے اردو کو فارسی سے ترکیب دے کر اردو کے حسب و نسب کو بہت اونچا کر دیا لیکن فارسی کو اردو سے اس طرح ممزوج اور ہم آہنگ نہ کر سکے جس طرح مفہوم و معنی اور صوت اور فضا کے اعتبار سے اقبال نے اپنی فارسی سے کیا۔ اقبال کی فارسی ایران یا غالب کی فارسی کے مقابلے میں کیسی ہی رہی ہو، اقبال کا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنے فارسی یا فارسی رنگ و آہنگ کلام سے فارسی کو ہندوستان میں زیادہ استقلال اور قبول عام بخشا۔

کبھی کبھی ایک آوارہ پرند کی مانند یہ خیال بھی آیا ہے کہ علی گڑھ اور اقبال کو ہم اپنی علمی و تہذیبی زندگی سے حذف کر کے دیکھیں تو ہماری آپ کی شبیہ کیا اور کیسی ہو گی۔ شبیہ چاہے جیسی ہو نفس مضمون سے میرے بھٹک جانے کی مثالوں میں سے ایک یہ بھی ہے جسے حسب معمول آپ کو معاف کرنا ہے! انیس کی مانند اردو کے پلے کو "گراں" اور "زمین سخت" کو "آسان" کر دینے میں ہماری نظر بے اختیار اقبال پر بھی پڑتی ہے اور کس اعتماد و افتخار سے پڑتی ہے!

میں موسیقی کے میزان و مقام سے واقف نہیں ہوں۔ اگر پہلے سے سن نہ چکا ہوتا کہ موسیقی سے جانور تک متاثر ہوتے ہیں تو شاید اس کا اقرار کر لیتا کہ موسیقی سے کچھ زیادہ متاثر نہیں ہوتا لیکن اتنا ضرور ہے کہ اکثر اچھے اشعار سن کر ذہن موسیقی کی طرف مائل ہوتا ہے اور اچھی موسیقی سن کر اقبال کے اشعار یاد آنے لگتے ہیں۔ شاعری اور موسیقی کا امتزاج حافظ کے ہاں بھی ملتا ہے۔ اس فرق کے ساتھ کہ حافظ تمام تر غزل کے شاعر ہیں، جس میں موسیقی کا عمل دخل آسانی سے ہو جاتا ہے۔

موسیقی کی جو ہم دمی غزل کو حاصل ہے شاید کسی اور صنف سخن کو نہیں ہے۔

تو جب مسعود آپ کو ساتھ لاتا ہے ! جس کی زندہ اردو کے بیچ کو "گراں" اور "زمینِ سخن" کو آسمان کر دیں گے

ہمارے نظر سے اختیار اقبال پر کچھ پڑتا ہے اور کسی اعتماد و افتخار سے بڑی ہے !

میں موسیقی کے پیرائے و مقامی سے واقف نہیں ہوں۔ اگر پہلے سے سُن نہ چکا ہوتا کہ موسیقی سے جانور
تک متاثر ہوتے ہیں تو شاید اس کا اقرار کرتا کہ موسیقی سے کچھ زیادہ متاثر نہیں ہوتا۔ لیکن اتنا ضرور ہے کہ اگر آج تک ...
ذہن موسیقی کی طرف اور آج بھی موسیقی سننے والوں کے ... [illegible] یاد آ جاتے ہیں۔ شاعر اور موسیقی کا
امتزاج حافظ کے یہاں بھی ملتا ہے اس فرق کے ساتھ کہ حافظ تمام تر غزل کا شاعر ہیں جس میں موسیقی کا عمل دخل [illegible]
آسانی سے ہو جاتا ہے۔ موسیقی کی جو ہمواری غزل کو حاصل ہے وہ کسی اور صنفِ سخن کو نہیں۔ حافظ اپنے پیالے کا مسالہ
معاملہ بھی ہموار ... شاعر ہیں۔ حافظ اور اقبال نے رسیدہ اور شعروں کو ہم آہنگ کرنے اور رکھنے کے جیسے نغز و نادر نمونے
پیش کیے ہیں وہ کافی ہیں اور اردو کے حوصلہ ... یہاں شاید مستثنیٰ ہوں۔ انھوں نے تو خوش حافظ کو سامنے
قریب اور سینہ بہ سینہ رکھا ہے۔ اس کمزور ارادے اور ذہن کی سے بھی آزاد کو اوراق سنائی دیکھا لیکن یہ آواز
رسمی یا رواجی ہے اتنی اقبال کی شعر "شور گزر د میدان ..." کی نہیں ہے۔ اقبال اور حافظ دونوں نے
فلسفہ ہی کو اپنایا ہے لیکن اقبال کا قلندر تیکھ و جبہ کا ہے حافظ کا خانقاہ کا۔ آپ اور کے ہے حافظ کا ساز
حافظ کی مہار نا ساز" اور حالات کے خلاف رہے یا بغاوت نہ کی۔ "چناں نماند چنیں ہم نخواہد ماند" کا قائل ہے!
اقبال کے یہاں "بر ہم زن" کی دعوت ہے۔

حافظ کا دور سیاسی شکست و ریخت [illegible] سماجی ابتری اور عام دل شکستگی کا تھا۔

حافظ اپنے بیان کے مطابق "شکایت مہرو وفا" کے شاعر ہیں۔ حافظ اور اقبال نے موسیقی اور شاعری کو باہم دگر کرنے اور رکھنے کے جیسے نغز ونادر نمونے پیش کیے ہیں وہ فارسی اور اردو کے دوسرے شعراء کے یہاں شاید دستیاب نہ ہوں۔ تصوف کے تصرف نے اقبال اور حافظ کو ساز سے قریب اور ستیز سے دور رکھا ہے۔ کہیں کہیں زمانے اور زندگی سے پنجہ آزمائی کی بھی آواز سنائی دے جاتی ہے لیکن آواز رسمی یا روایتی ہے اتنی اقبال کی مانند "من و گرز و میداں و افراسیاب" کی نہیں ہے۔ اقبال اور حافظ دونوں نے قلندری کو اپنایا ہے لیکن اقبال کا قلندر جنگ و جہد کا ہے' حافظ کا خانقاہ کا۔۔۔ اقبال کا حرکی ہے' حافظ کا سکونی۔ حافظ کے یہاں ناسازگار حالات کے خلاف برہمی یا بغاوت نہ ملے گی۔ "چناں نماند چنین ہم نخواہد ماند" کا مقام لے گا۔ اقبال کے یہاں "برہم زن" کی دعوت ہے۔

حافظ کا دور سیاسی شکست وریخت' سماجی ابتری اور عام درماندگی کا تھا' بایں ہمہ ان کی شاعری میں زیریں لہراتنی دل گرفتگی کی نہیں ہے جتنی دل آسائی و دل افروزی کی۔ اقبال کا نعرہ "یہ گھڑی محشر کی تو عرصہ محشر میں ہے" تھا۔ قوم اور ملک کو طرح طرح کے آلام و آزمائش کا سامنا تھا' اس لیے اقبال کی شاعری مجبوری و مایوسی کی نہیں ہو سکتی تھی۔ بڑے اور عالمی شاعر کی ایک پہچان یہ بھی ہے کہ وہ کسی حال میں نہ خود مایوس و ملول ہو گا' نہ اپنے سامعین کو ہونے دے گا۔ بڑا شاعر باغی بھی نہیں ہوتا مجاہد ہوتا ہے۔

حافظ اپنے کردار اور شاعری دونوں کے اعتبار سے صوفی تھے۔ اقبال اور غالب کے کلام میں جہاں تہاں تصوف کی آواز سنائی دے جاتی ہے لیکن کردار کے اعتبار سے ان میں کوئی بھی صوفی نہ تھا' اس لئے ان کا بیشتر کلام تصوف کے رنگ و آہنگ سے خالی ہے۔ البتہ یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ اقبال کے ہاں تصوف کا روپ اور رنگ ہمیں ملتا ہے جہاں اس کے بغیر راستہ اور رہبری نہیں مل سکتی تھی۔ دانائے راز ہونے کے لئے آشنائے تصوف ہونا ضروری ہے۔ خیال ہے کہ جب تک کوئی شاعر اقبال اور رومی کے پائے کا نہ ہو اس کو تصوف کی وادی میں قدم نہیں رکھنا چاہیے۔ چنانچہ ماورائیت کے مراحل و منازل تصوف کے سہارے کے بغیر طے کرنا تقریباً ناممکن ہے۔

کی — اقبال کا فقرہ

یہ قسمت [illegible] شاعری میں نہیں ہے اتنی دل گرفتگی کہ نہیں ہے فیض دل آسائی و دل افروزی [illegible]

یہ [illegible] ہے [illegible] ۔ قوم اور ملک [illegible]

[illegible] شاعری [illegible] ۔ بڑے اور [illegible]

[illegible] اپنے [illegible] کر دیتے ہیں ۔ [illegible]

[illegible] اور شاعری [illegible] ۔ اقبال اور غالب کا [illegible]

[illegible] کلام [illegible]

[illegible] ۔ [illegible] اقبال [illegible] تصوف کا [illegible] اور [illegible]

[illegible]

[illegible] اقبال اور [illegible] قوم [illegible]

[illegible] تصوف کے بارے [illegible]

[illegible] شاعری [illegible]

[illegible] قوم اور ملک [illegible] ۔ اردو زبان میں شعرا کی جیسی کثرت ہے اس کے حساب سے [illegible]

تعداد کم اور بہت کم ہے ۔ ایسی تو نہیں کہ تصوف شاید اسلام کی روح سے مطابقت نہیں رکھتا [illegible] شعرا اس طرف کم [illegible] اشعار

لیکن یہ کہا جا سکتا ہے کہ تصوف کے تقاضوں کو پورے جذبے سے پورا کرنے [illegible] کا حوصلہ نہ کر سکتے ہوں ۔

اقبال اور حافظ دونوں کے کلام میں خدا اور عورت کے بارے میں کوئی کھلا کلمہ یا اشارہ کنایہ نہیں ملتا ۔

ماورائیت کا لحاظ و احترام ہر بڑی شاعری' مذہب و اخلاق میں کیا گیا ہے خواہ وہ شاعری یا مذہب و اخلاق کسی عہد قوم اور ملک کا ہو۔ اردو شاعری میں شعراء کی جیسی کثرت ہے' اس کے حساب سے صوفی شعراء کی تعداد کم اور بہت کم ہے۔ ایسا تو نہیں کہ تصوف شاید اسلام کی روح سے مطابقت نہیں رکھتا' اس لئے شعراء اس کی طرف کم مائل ہوئے۔ یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ تصوف کے تقاضوں کو ہمارے بیشتر شعراء پورا کرنے کا حوصلہ نہ کر سکتے ہوں۔

اقبال اور حافظ دونوں کے کلام میں خدا اور عورت کے بارے میں کوئی ناسزا کلمہ یا اشارہ کنایہ نہ ملے گا۔ بڑے شعر و ادب میں خدا اور عورت کا احترام خاص طور پر ملحوظ رکھا گیا ہے' جیسے ان کے ساتھ بیباک ہونا متفقہ طور پر ممنوعات میں قرار دیا گیا ہو۔ اس سے کبھی کبھی اس طرف بھی خیال جاتا ہے کہ کس درجہ کم سواد اور معاشرے کے لئے زہرناک وہ شاعر اور فن کار ہوتا ہے جو خدا اور عورت کو اپنے ہفوات کا ہدف بنائے بغیر نہ اپنی شاعری کو شہرت دے سکتا ہے' نہ اپنے ساتھیوں سے داد پا سکتا ہے۔ ایسے شاعر اور سامعین بھی کیا کریں جو حفظ مراتب ملحوظ رکھنے کی بڑائی کے احساس سے محروم ہوں۔ جہاں اعلیٰ اور عظیم کا تصور ہی مختلف یا معدوم ہو وہاں کون کس سے کیا کہے!

اردو شاعری کو ہندوستان ہی نہیں دوسرے بالخصوص مسلم ممالک کے شعر و ادب کی صف اول میں لا کھڑا کرنا اقبال کا غیر معمولی کارنامہ ہے۔ میرے ذاتی تاثرات تو یہاں تک ہیں کہ اقبال کا ہر کلام' غیر معمولی کلام ہوتا ہے۔ اقبال سے پہلے بنگال کو مہارشی ٹیگور نے یہ منزلت بخشی لیکن دونوں میں فرق یہ ہے کہ ٹیگور کی شاعری زیادہ تر عبادت' منقبت اور معرفت کی شاعری سے ہے جس میں ماورائیت کو زیادہ دخل ہے۔ ان کے ہاں ارضی اور ہمہ وقت بدلنے والے عالمی مسائل و مشکلات کی نشاندہی اور ان سے مقابلہ کرنے کی تلقین نہیں ملتی۔ یہ ذکر مسلک' روایات اور جینیس سے متعلق ہے جن سے ٹیگور مستفید اور تمام عمر نغمہ سرا رہے۔

دراصل کہنے یہ جا رہا تھا کہ اقبال کا' نعت گوئی کو میلاد ناموں اور میلاد خوانوں کی گرفت سے نکال کر کلاسیکی دے دینا معمولی بات نہیں ہے اور کتنی عجیب بات یہ ہے

(۶)

گیا ہے ۔ بڑے شعرا اور بہت خدا اور عورت کا احترام خاص طور پر ملحوظ رکھا گیا ہے جیسے اُن کے
ساتھ بے باک ہونا شستہ طور پر ممنوعات میں قرار دیا گیا ہے ۔ اس سے کہیں کہیں اس طرف بھی خیال جاتا ہے کہ
کسی موجودہ مواد اور معاشرے کے لیے نہایت مناسب اور حسبِ حال ہوتا ہے جو خدا اور عورت کو اپنی ہمنوائی پر
مائل بنائے بغیر نہ اپنی شاعری کو مقبول بنا سکتا ہے نہ اپنے سامعین سے داد پا سکتا ہے [illegible] لیے
شعرا اور سامعین بھی گویا جو [illegible] ملحوظ رکھنے کی برائی کے احساس سے محروم ہو کر [illegible]
عشق اور عقیدے کا تصور ہی [illegible] محروم ہو جاتا کوئی کسی کیا ہے!

کہ اسلامی ممالک کے شعراء نے اس اس صنف کو کیوں کر نظرانداز کر دیا۔ ایران اور عرب سے قطع نظر غالباً دوسرے ممالک میں شعر و ادب سے بے گانگی کا یہ نتیجہ ہے۔ کیسے کہا جائے کہ بیشتر مسلم ممالک اقبال کے اس قول سے کہ گر مصطفیٰ نہ رسی تمام بولہبی است سے ناواقف تھے!

عشق رسولؐ اقبال کے کلام و پیام اور خود ان کے وجود شعری کی روح ہے۔ عربی، فارسی اور اردو شاعری میں جتنے قابل لحاظ شعراء گزرے ہیں کم و بیش سب نے اپنی اپنی بساط کے مطابق بار گاہ رسالت میں عقیدت و ارادت کے نذرانے پیش کئے ہیں۔ نعت ہمارے شعر و ادب کی قابل قدر روایت بن گئی ہے ایسی روایت جو شاعری میں عبادت کے عناصر و عوامل کے ساز و برگ کا سامان بہم پہنچاتی ہے۔ نعت کو شاید کسی اور مذہب و ملت میں وہ اہمیت حاصل نہ ہو جو ہمارے شعر و ادب میں ہے۔ نعت کے قدیم کو، نعت کے جدید سے قریب لانے، اس کو مقصد دینے، متحرک کرنے اور رکھنے کی ابتدا حالی نے کی جسے اقبال نے اس درجے تک پہنچا دیا، جس سے آگے پہنچانا اب کسی دوسرے ہی اقبال کا کارنامہ ہو گا اور مستقبل بعید تک کسی دوسرے اقبال کا ظہور پانا آسان معلوم نہیں ہوتا۔

اس صدی میں اب تک ہم جن آزمائشوں سے گزرے ہیں اور شاید گزرتے رہیں، ان سے عہدہ برا ہونے کے لئے اقبال کے کلام سے جو تقویت اور تسکین ملتی رہتی ہے، وہ اس صدی کے کسی اور شاعر اور اس کی شاعری میں نہیں ملتی۔ یہ کیوں اور کیوں کر، اس کا نہایت مختصر لیکن کعبہ آثار اور عرفات اساس جواب عشق رسولؐ ہے جس سے ہماری روح روشن اور "حوصلے زیاد" رہتے ہیں، خواہ ہم کہیں اور کسی حال میں ہوں۔ اقبال نے ہمارے لیے سرور دو عالم کی عظیم جلیل اور رحمت عالم ہونے کی "بازیافت" کی ہے، جو شاعر اس کی شاعری اور ہمارے شعائر کو ہمیشہ انفرادی، اجتماعی اور سماجی امتیاز سے برگزیدہ، بلند و مفتخر رکھے گی ایسی بروقت "بازیافت" ہماری تاریخ میں مجھے تو اب تک نظر نہ آئی۔

عزیزو! آپ نوجوانوں کی رفعت و رفاہ کے لیے اقبال کے کرب اور کراہ کی آواز جا بجا ان کے کلام میں سنائی دے جاتی ہے مثلاً جہاں انہوں نے ہم کو آپ کو "سید

اردو شاعری کو ہندوستان ہی نہیں، دوسرے اسلامی ممالک کے شعر و ادب کی صف اول میں لا کھڑا کیا

اقبال کا یہ عظیم کارنامہ ہے۔ میرے ذاتی تاثرات تو یہاں تک ہیں کہ اقبال کا [illegible]

کام ہوتا ہے۔ اقبال سے پہلے بنگالی کو ہمارے ٹیگور نے یہ منزلت بخشی۔ لیکن دونوں میں فرق یہ ہے کہ ٹیگور کی شاعری زیادہ تر

عبادت، منقبت اور معرفت کی شاعری ہے جس میں روحانیت کو زیادہ دخل ہے۔ اقبال ان راہوں پر چلتے ہوئے بھی

عالمی سیاست و مشکلات کو نظر میں رکھتے اور ان سے مقابلہ کرنے کی تلقین نہیں بھولتے۔ یہ فکر ایک روایت اور جنس سے متعلق چیز ہے

بطور [illegible] اور تمام عمر لیتے رہے۔ [illegible] یہ جانا تھا کہ اقبال نے نعت گوئی کو میلاد ناموں اور میلاد خوانوں کی

معرفت سے نکال کر کلاسیکی درجہ دے دیا۔ معمولی بات نہیں ہے اور کتنی عجیب بات ہے کہ اسلامی ممالک کے شعرا نے اس صنف کو کچھ نظر انداز

کر دیا تھا۔ ایران اور عرب میں قطع نظر غالباً دوسرے ممالک میں شعر و ادب سے یہ گوشہ کیا پوشیدہ ہے۔ کیسے کہا جائے کہ ہندوستانی مسلم ممالک

اقبال کے اس قول سے [illegible] تمام [illegible] نام تک ہے!

عشق رسول اقبال کے کلام و پیام اور خود ان کی وجود شعری کی روح ہے۔ جو یہ فارسی اور اردو شاعری

حیثیت [illegible] نے اپنی اپنی [illegible] کے مطابق [illegible] عقیدت و ارادت کے نذرانے پیش کئے ہیں

نعت ہمارے شعر و ادب کی قابل قدر روایت رہی ہے۔ ایسی روایت جو [illegible] شاعری کو عبادت کے مقام پر لا

کے ساتھ [illegible] پہنچی ہے۔ نعت گوئی [illegible] اور مذہب و عقیدت میں کیا اہمیت حاصل ہے [illegible] شعر و ادب

[illegible] نعت [illegible] قرب [illegible] اقبال نے [illegible]

[illegible] اب کسی دوسرے ہی اقبال [illegible] مستقبل [illegible] دور اقبال کا ظہور [illegible] آسان نہیں معلوم ہوتا!

وہ صدیوں سے آج تک ہم جیسے ناز لوگوں سے قریب رہے ہیں اور شاید کم ہی رہے ان سے عہدہ برآ ہوئے

اقبال کا کلام ہے جو تقویت اور تسکین مہیا کرتا ہے مادی عہدے کے لئے اور شاعر اور اسکی شاعری ہی ہیں جنہیں — یہ کون اقبال کہ؟

وہ سب کا ثبات حق تسکین کیسے آثار اور عرفانات احساس خواب عشق رسول سے جس سے ہماری روح روشن اور حوصلے زیادہ

رہتے ہیں خواہ ہم کسی اور کسی حال میں ہوں ۔ اقبال نے ہمارے بارے کردار دو عالم کے پیغام جلیل اور رحمت عالم ﷺ پر لگی

"وہ بازیافت" کے ہے ہوش ہو اسکی شاعری اور ہمارے شعائر کو ہمیشہ انفرادی اجتماعی اور سماجی امتیاز سے برگزیدہ

پذیر و منفرد رکھا ہے ۔ ایسی ہر وقت "بازیافت" ہماری تاریخ ہے ہے تو اس لئے قابل ذکر ہے۔

عزیزم!

آپ نوجوانوں کی رغبت و رجحان کے لئے اقبال کا کرب اور اسکی آواز جابجا انکی کلام میں نمایاں رہی

تھی۔ جہاں انہوں نے پیکر ہیں "سید پاک کا دور" پکار پکار کے اور [illegible] اپنی نظمیں "آ بارے بول و شتا" [illegible] پہ

ہی کا ہے ۔ دور و سمری پر نہ گیا جب اپنی روح کی تڑپ اپنے ہے ہم آپ کو بتلاتے ہیں یا دور سکوت و ☆ کہ رہی ہوں کہ

سمجھے دیکھو ہر وقت و شتا کی پرانا بار بار [illegible] ۔ آپکو سید پاک ﷺ صدی کی خود داری اور

شرف کی یاد دلاتے ہیں [illegible] اور ہر گزرتا ہوں ہم آپ نے توجہ تر کی تو آپکے تمام دنیا کے لٹیروں اور مناسبین کو کس طرح پتہ [illegible]

و گھاتے گا ۔ سید پاک کے اولاد کو اپنی بولی و شتا کی ہونے کی تقریر دکھا کر اقبال نے اپنی تقریر کا جو اعجاز دکھایا [illegible] اسکی شان کہیں کم ملے گی ۔

نشیب کی بلندی اور فراز کی پستی کو اقبال نے کیا ہیئت اور بلندی [illegible] واضح کی ہے یہ اسی کی بات تھی!

"آ بارے بول و شتا" — "اگر سید پاک کو ادا ہو"

پاک کی اولاد" کہہ کر پکارا ہے اور اپنی نشاندہی "ابا مرے لاتی و مناتی" سے کی ہے ــــ ایسا محسوس ہونے لگتا ہے جیسے اپنی روح کی گہرائیوں سے ہم کو آپ کو یاد دلا رہے ہوں یا واسطہ دلا رہے ہوں کہ مجھے دیکھو کہ لاتی و مناتی ہونے کے باوجود آپ کو سید پاک ہونے کی ذمہ داری اور شرف کی یاد دلاتا ہوں اور گڑگڑاتا ہوں کہ آپ نے توجہ نہ کی تو آپ تمام دنیا کے لاتیوں اور مناتیوں کو کس طرح منہ دکھائیں گے۔ سید پاک کی اولاد کو اپنی لاتی و مناتی ہونے کی تصویر دکھا کر اقبال نے یہاں تاثیر کا جو اعجاز دکھایا ہے اس کی مثال کہیں کم ملے گی۔ نشیب کی بلندی "ابا میرے لاتی و مناتی" اور فراز کی پستی "تو سید پاک کی ہے اولاد" کو اقبال نے جس عقیدت اور بلاغت سے واضح کیا ہے' وہ انہی کے بس کی بات تھی!

[۱۹۷۷ء]

"اِقبالیات" اور سیّد وقار عظیم

علامہ اقبال (۱۸۷۷ء - ۱۹۳۸ء) سے پروفیسر سید وقار عظیم (۱۹۰۹ء/۱۹۷۶ء) کی دلچسپی کا آغاز ۱۹۲۵ء میں ہوا۔ آگے چل کر یہ تعلق نہ صرف یہ کہ برقرار رہا بلکہ استوار تر ہوتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ نومبر ۱۹۷۶ء میں وہ مرض الموت میں مبتلا ہو کر ہسپتال میں داخل ہوئے تو بھی اقبالیات کا ایک دفتر کا دفتر ان کے ساتھ تھا۔ اس طرح اقبال سے وقار عظیم صاحب کے تعلق خاطر کی کہانی کوئی دو چار دن کی بات نہیں' یہ پوری ایک نصف صدی پر محیط ہے۔

اقبال اور اقبالیات سے وقار عظیم صاحب کے عشق اور شغف کی یہ روداد ۱۹۲۵ء سے ۱۹۷۶ء تک جن مراحل سے ہو کر گزرتی ہے' وہ یہ ہیں:

۱- اقبال سے وقار عظیم صاحب کے ابتدائی تعارف کے پچیس سال — ۱۹۲۵ء - ۱۹۴۹ء
۲- شہر اقبال' جامعہ پنجاب اور وقار عظیم صاحب — ۱۹۵۰ء - ۱۹۷۰ء
۳- "اقبال - شاعر اور فلسفی" از: سید وقار عظیم — ۱۹۶۸ء، ۱۹۶۷ء
۴- "اقبال - معاصرین کی نظر میں" از: سید وقار عظیم — ۱۹۶۸ء
۵- پیہم مصروفیات میں اقبال پر مضامین نو کی فکر — ۱۹۷۱ء - ۱۹۷۶ء
۶- کچھ "اقبالیات کا مطالعہ" کے بارے میں — ۱۹۷۷ء - ۱۹۹۵ء

اگلے صفحات میں یہ روداد سلسلے وار درج کی جا رہی ہے:

(۱)

یکم اپریل ۱۹۷۳ء کو رفیع الدین ہاشمی نے لاہور میں بطور خاص صرف اقبال ہی کے موضوع پر وقار عظیم صاحب سے گفتگو کی۔ ان کے بعض استفسارات کے جواب

میں سید وقار عظیم صاحب نے بیان کیا کہ:

"یہ ۱۹۲۵ء ' ۱۹۲۶ء کا زمانہ تھا۔ میں اسکول میں پڑھتا تھا۔ ہمارے نصاب کی کتاب میں اقبال کا منتخب کلام شامل تھا۔ یہ انتخاب چند نظموں: بچے کی دعا' ترانۂ ہندی' نیا شوالہ' جگنو' ہمالہ' اور ایک آرزو پر مشتمل تھا۔ یہیں سے اقبال کے ساتھ میری دلچسپی کا آغاز ہوا۔

کلام اقبال سے میری دلچسپی کا دوسرا سبب یہ ہوا کہ اس زمانے میں طغروں وغیرہ سے گھروں کی آرائش کا بہت شوق ہوا کرتا تھا۔ ہمارے گھر کے مختلف کمرے' تاج کمپنی کے رنگین مطبوعہ قطعات سے مزین تھے۔ بعض کتبوں پر قرآن کی آیات' کچھ کتبوں پر سعدی کے اور بعض پر اقبال کے اشعار درج تھے۔ چنانچہ مجھے اقبال کے وہ سارے اشعار جو کتبوں پر لکھے تھے' زبانی یاد ہو گئے اور میں انہیں بڑے شوق کے ساتھ پڑھا کرتا۔

اسکول کے زمانے میں کلام اقبال سے جو تعارف اور تعلق پیدا ہوا' آگے چل کر یہ تعلق نہ صرف بدستور قائم رہا بلکہ اس میں مسلسل اضافہ ہوتا رہا۔ ہوا یوں کہ جب میں نے ایف۔ اے میں داخلہ لیا تو افسر میرٹھی ہمارے استاد تھے۔ وہ شعر و ادب کا نہایت اچھا ذوق رکھتے تھے۔ خود بھی شعر کہتے تھے — افسانے سے بھی انہیں خاص دلچسپی تھی۔ ان کی کلاس میں ہم بیس پچیس لڑکے تھے۔ وہ ہمیشہ سبق پڑھاتے ہوئے ہمیں بچوں کی نظمیں بھی سناتے تھے۔ یہ نظمیں اسماعیل میرٹھی اور اقبال اور خود ان کی اپنی ہوتیں۔ اس طرح اقبال کی مزید نظمیں سننے اور پڑھنے کا موقع ملا۔ پھر ہمارے اردو کے نصاب میں اقبال کی بعض نظمیں مثلاً "خضرِ راہ" اور "والدہ مرحومہ کی یاد میں" کے کچھ حصے اور کچھ غزلیں شامل تھیں۔ افسر میرٹھی صاحب کی عادت تھی کہ جس شاعر کا کلام پڑھاتے اس پر زبانی گفتگو کرتے۔ ان شاعروں کے مجموعہ ہائے کلام لا کر ہمیں دکھاتے۔ اس طرح نئی نئی کتابوں کو دیکھ کر ہمیں بھی وہ کتابیں پڑھنے کا شوق پیدا ہوتا۔ جن لڑکوں کو پڑھنے کا شوق ہوتا' انہیں وہ کتابیں دے بھی دیتے تھے۔ چونکہ افسر صاحب اور ہم ایک ہی محلے میں رہتے تھے اس لئے آنا جانا تھا اور ہم کتابیں ان سے لے کر پڑھتے تھے۔

بی۔ اے میں ہمارے استاد مولوی محمد حسین اور سید مسعود حسن رضوی ادیب تھے۔ مولوی صاحب' اشعار پڑھاتے ہوئے مختلف شعراء اور ان کے کلام کا باہمی موازنہ کرتے جاتے تھے۔ چنانچہ اس زمانے میں شاعری کے بارے میں بعض ایسی باتیں ذہن میں آئیں اور معلوم ہوئیں جو اس تسلسل کے ساتھ اس سے پہلے کبھی ذہن میں نہیں آئی تھیں۔ مولوی محمد حسین صاحب شاعری پڑھاتے ہوئے انیس' چکبست اور اقبال کا خصوصی ذکر کرتے' ان کے کلام کا آپس میں مقابلہ کرتے اور انیس اور چکبست اور چکبست اور اقبال کے بعض بند تقابلی حیثیت سے پڑھ کر سناتے۔

ہمارے زمانے میں' ایم۔ اے میں اقبالیات کا الگ پرچہ تو نصاب میں شامل نہیں تھا' البتہ ایم۔ اے (پریویس) میں ایک پورا پرچہ جدید شاعری کا تھا اس میں عزیز لکھنوی کی "گل کدہ' چکبست کی "صبح وطن"" اقبال کی "بانگ درا" اور اکبر کی کلیات کے تیسرے حصے کا مطالعہ شامل نصاب تھا۔ چنانچہ ان شعراء کے مطالعے کے سلسلے میں پوری قومی شاعری کا مطالعہ کیا۔

اس زمانے میں الہ آباد یونیورسٹی میں یہ قاعدہ تھا کہ جو طالب علم ایم۔ اے میں فرسٹ آتا تھا' اسے دو سال تک وظیفہ ملتا تھا تاکہ وہ کوئی تحقیقی مقالہ لکھ سکے۔ تو مجھے بھی وظیفہ ملا تھا اور میں ابھی مقالے کی ترتیب و تسوید سے فارغ نہیں ہوا تھا کہ الہ آباد یونیورسٹی میں چھ ماہ کے لیے ایک استاد کی جگہ خالی ہوئی اور اس پر میرا تقرر ہو گیا۔ یہ چھ ماہ ختم ہوئے تو خواجہ غلام السیدین کے مشورے سے میں نے علی گڑھ میں بی ٹی کلاس میں داخلہ لے لیا۔ سیدین صاحب اس زمانے میں ٹریننگ کالج علی گڑھ کے پرنسپل تھے اور پرنسپلز آف ایجوکیشن کا پرچہ پڑھاتے تھے جس میں دنیا بھر کے نظام ہائے تعلیم اور ان کے ارتقا پر بحث ہوتی۔ سیدین صاحب کو اقبال سے بطور خاص دلچسپی تھی۔ وہ اپنے اسباق میں اقبال کا بہت ذکر کرتے تھے۔[1] ان کا لیکچر انگریزی میں ہوتا تھا مگر وہ اقبال کے اقتباسات سناتے۔ ایک بار انہوں نے اپنے لیکچر میں اقبال کی نظم "عہد حاضر کا انسان" پڑھ کر سنائی۔

ہمارے ایک اور استاد تھے حفیظ سید' وہ مجھ سے بہت محبت اور شفقت سے پیش آتے تھے۔ "ضرب کلیم" چھپ کر آئی تو انہوں نے اس کے دو نسخے خریدے' ایک

اپنے لیے رکھا اور دوسرا اپنے دستخطوں سے مجھے دیا کہ تمہارے شوق کے پیش نظر دیتا ہوں۔ "ضرب کلیم" کے پہلے ایڈیشن کا یہ نسخہ اب بھی میرے پاس محفوظ ہے۔ تو اس زمانے میں خواجہ غلام السیدین صاحب کی وجہ سے اقبال سے شغف اور بھی بڑھتا گیا۔ پھر خواجہ منظور حسین، رشید احمد صدیقی، آل احمد سرور، معین احسن جذبی اور اختر انصاری وغیرہ سے ملاقاتیں ہوتی رہیں۔ یہ سب کبھی سیدین صاحب کے ہاں اور کبھی خواجہ صاحب کے ہاں جمع ہوتے۔ ان محفلوں میں اقبال کا ذکر آتا۔ ہر ایک کو اقبال سے دلچسپی تھی، خصوصاً رشید صاحب، سرور صاحب اور سیدین صاحب کو تو بہت ہی دلچسپی تھی۔

۱۹۳۸ء کے آخر میں میں جامعہ ملیہ، دہلی میں اردو کے استاد کی حیثیت سے چلا گیا اور چار سال جامعہ میں گزارے۔ جامعہ میں قیام کے دوران میں اقبال سے وابستگی اور گہری ہو گئی۔ اس کی ایک وجہ جامعہ میں ڈاکٹر ذاکر حسین اور ڈاکٹر عابد حسین کی موجودگی بھی تھی۔ میں نے اسی زمانے میں اقبال کے سب مجموعے اکٹھے کیے اور انہیں پڑھا۔

جامعہ سے میں پالی ٹیکنیک (دہلی) میں چلا گیا۔ حمید احمد خاں صاحب بھی وہاں آ گئے، بعض لوگ ریڈیو میں تھے مثلاً حامد علی خاں، پطرس بخاری، فیض اور چراغ حسن حسرت وغیرہ۔ دلی میں عبدالواحد ایک صاحب تھے۔ ہر ماہ ایک بار ان کے گھر ایک ادبی نشست ہوتی جس میں کوئی ادبی مضمون پڑھا جاتا۔ مجھے ان نشستوں میں شامل ہونے کا موقع ملا۔ تین چار سال تک یہ محفلیں ہوتی رہیں۔ نئے ادیب بیشتر دلی میں جمع تھے۔ ان نشستوں اور ادبی محفلوں میں ضرور اقبال کا ذکر ہوتا، یوں اقبال سے دلچسپی میں برابر اضافہ ہوتا چلا گیا۔[۲]

> "کلام اقبال کے ساتھ میری یادوں کا رشتہ (۵۰، ۵۱) سال پرانا ہے۔ اس رشتے کا آغاز بچے کی دعا، ترانۂ ہندی، جگنو، نیا شوالہ اور ایک آرزو کے مطالعے سے ہوا۔ درسی کتابوں میں پڑھی ہوئی ان نظموں کے ایک ایک شعر نے مجھے کیوں اپنا گرویدہ بنایا، اس کا تجزیہ میرے لیے ممکن نہیں، البتہ اتنا یاد ہے کہ میر کی ایک غزل، غالب کی دو غزلیں اور اقبال کی یہ چند نظمیں

بار بار پڑھتا اور ان میں ایک نامعلوم سی لذت محسوس کرتا تھا۔ آگے چل کر یہ لذت میری جذباتی زندگی اور فکری زندگی کا عزیز سرمایہ بنتی گئی۔ زندگی کے مختلف مرحلوں میں یہ سرمایہ عزیز سے عزیز تر ہوتا رہا اور بالآخر اقبال کا کلام میرے مادی اور روحانی وجود پر چھا گیا۔ اس نے بہت سے نازک مرحلوں پر مجھے روشنی دکھائی۔"[۳]

"یہ میری ایک محرومی ہے کہ اقبال سے کبھی ملاقات نہیں ہو سکی۔ میرا طالب علمی کا سارا زمانہ یو۔ پی میں گزرا، کیونکہ میرے والد وہیں ملازم تھے۔ اقبال اس زمانے میں اس علاقے میں نہیں گئے اور مجھے ادھر آنے کا موقع نہ ملا۔ ویسے تو میں نے اس زمانے کا ہر بڑا مشاعرہ سنا اور تقریباً تمام قابل ذکر شعراء کو دیکھا مگر اقبال مشاعروں میں نہیں جاتے تھے، اس لیے ان کی زیارت نہ ہو سکی۔ بعد میں جب ہوش آیا اور اقبال کی قدر ہوئی تو وہ دور گزر چکا تھا اور اقبال فوت ہو چکے تھے۔"[۴]

(۲)

وقار عظیم صاحب نے پنجاب یونیورسٹی اورینٹل کالج (لاہور) کے شعبۂ اُردو میں فروری ۱۹۵۰ء سے ستمبر ۱۹۷۰ء تک قریب اکیس برس افسانوی ادب اور اقبالیات کا درس دیا اور بیسیوں نوخیز اور ذہین متعلمین کو مطالعہ اقبال کی راہ پر لگایا اور انہیں اقبال پر تحقیقی اور تنقیدی کاموں کی راہیں سجھائیں اور اس طرح نژاد نو میں اقبال سے دل بستگی کی ایک ایسی لہر پیدا کی جس کی کوئی دوسری مثال پیش نہیں کی جا سکتی۔

شہر اقبال، لاہور میں وقار عظیم صاحب کی آمد، جامعہ پنجاب سے ان کی وابستگی، اس وابستگی کی اہمیت اور اس کے اثرات مابعد کا کچھ اندازہ خود وقار عظیم صاحب کے ایک بیان سے بھی لگایا جا سکتا ہے۔ ایک موقع پر انہوں نے لکھا ہے کہ:

"۱۹۵۰ء کے شروع میں جب مجھے (پنجاب یونیورسٹی اورینٹل کالج لاہور) کے شعبۂ اُردو سے وابستہ ہونے کا شرف حاصل ہوا تو اسے میں نے زندگی کا ایک اہم واقعہ سمجھا اور بلاشبہ یہ واقعہ آگے چل کر کئی حیثیتوں سے

اہم ثابت ہوا۔ فروری ۱۹۵۰ء سے اپنی سبکدوشی کے وقت (ستمبر ۱۹۷۰ء) تک کی تقریباً اکیس سال کی مدت میرے لیے اس لحاظ سے بڑی اہم ہے کہ اس مدت کا ایک ایک لمحہ کاموں میں مصروف رہنے اور دوسروں کو کاموں میں مصروف رکھنے کی مسرت و سرخوشی میں بسر ہوا۔

میں نے جب ۴۔ فروری کو کالج میں قدم رکھا تو میرے حصے کا کام میرا منتظر تھا۔ اسی دن پتہ چل گیا کہ ایم۔ اے کی جماعتوں میں افسانوی ادب اور اقبال کے پرچوں کی تدریس میرے ذمے ہے۔ جماعتوں سے ابتدائی تعارف کا مرحلہ بڑی تیزی سے طے ہوا اور میں نے پہلے ہی دن طلباء اور طالبات سے ابتدائی گفتگو کی اور کل سے جو کام کرنا تھا، طلبا کے مشورے سے اس کا ابتدائی خاکہ مرتب کیا۔ کام شروع ہوا تو ایم۔ اے کی تدریس کے مختلف رخ سامنے آئے۔ ایم۔ اے کے طلباء کو سات پرچوں میں امتحان دینا ہوتا تھا، ان میں سے آخری پرچہ مضمون نگاری کا تھا۔ طلباء کو اختیار تھا کہ اس پرچے کے بجائے وہ کسی منظور شدہ موضوع پر مقالہ (تھیسس) لکھیں، چنانچہ اس سال یعنی ۱۹۵۰ء میں، جن طلباء اور طالبات کو ایم۔ اے کے امتحان میں شریک ہونا تھا، ان میں سے تقریباً آدھے مقالہ لکھ رہے تھے۔ بعض مقالات کی نگرانی میرے سپرد ہوئی۔ مقالات کے خاکے اور طلباء کی کارکردگی دیکھ کر اندازہ ہوا کہ انہیں کام کا شوق تو ہے لیکن مقالے کی ترتیب، تدوین اور تسوید کے مختلف مراحل جس توجہ، انہماک، تن دہی اور دماغ سوزی کی طلب اور تقاضا کرتے ہیں، اس کا احساس انہیں ابھی نہیں۔ ایم۔ اے کے طلباء (کی یہ جماعت پنجاب یونیورسٹی) سے پہلی مرتبہ ایم۔ اے اردو کے امتحان میں بیٹھ رہی تھی، اس لیے مقالہ نگاری کا تجربہ ان کی زندگی کا پہلا تجربہ تھا اور عام مضمون نگاری اور مقالہ نگاری میں جو فرق ہے، اس سے اب تک وہ واقف نہیں تھے۔

یہ بات پہلے سال کی ہے، اس کے بعد آنے والے ہر دور میں سال بہ سال جو مقالات لکھے گئے، ان کی ترتیب و تحریر کے معیار میں بتدریج ترقی

ہوئی اور بالآخر یہ صورت پیدا ہوئی کہ ایم۔ اے کے امتحان کے لیے لکھے ہوئے مقالوں میں سے بعض ایسے ہوتے تھے کہ بڑی آسانی سے انہیں پی ایچ۔ ڈی کے مقالوں کے مقابلے میں رکھا جا سکتا تھا۔"[۵]

"اقبال کے مختلف پہلوؤں پر پنجاب یونیورسٹی میں ایم۔ اے کے اسی پچاسی سے اوپر مقالات (تھیس) لکھے گئے۔ اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ تعلیم یافتہ نوجوانوں کو اقبال سے کتنی دلچسپی ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ کام شوق اور وابستگی کے بغیر نہ ہو سکتا ہے، نہ کرایا جا سکتا ہے۔"[۶]

پنجاب یونیورسٹی میں اردو، فلسفہ، سیاسیات، اسلامیات، فارسی، تاریخ اور معاشیات کے شعبوں میں اقبال سے متعلق موضوعات پر ایم۔ اے کے مقالات کے علاوہ یونیورسٹی کے ادارۂ تعلیم و تحقیق میں اقبال پر ایم۔ ایڈ کے مقالات بھی تحریر کیے گئے ہیں۔[۷] یونیورسٹی اورینٹل کالج، لاہور کے شعبۂ اردو میں، وقار عظیم صاحب جس کے سربراہ رہے ہیں، اقبال کے بارے میں سب سے زیادہ کام ہوا ہے۔ یہاں ایم۔ اے کی سطح پر خود پروفیسر سید وقار عظیم صاحب کے بقول:

"اقبال کی فکر و فن کے مختلف پہلوؤں اور ان کے کلام کے مختلف مجموعوں پر چار درجن کے قریب (مقالات) لکھے گئے۔"[۸]

ان "چار درجن" کے قریب مقالات میں سے پروفیسر سید وقار عظیم صاحب کی زیرِ نگرانی جو مقالات لکھے گئے، ان کی تفصیل یہ ہے:

			صفحات
۱۔	علامہ اقبال کے کلام میں حکمرانوں کا تذکرہ	منظور الحق صدیقی	۱۹۵۳ء، ۲۹۰
۲۔	اردو ترجمہ "اقبال لاہوری" (مجتبیٰ مینوی)	محمد صدیق	۱۹۵۳ء، ۲۹۰
۳۔	اقبال کا فلسفہ حیات	مبارک علی مرزا	۱۹۵۴ء، ۱۳۶
۴۔	اردو شاعری پر اقبال کے اثرات	مہرافروز درانی	۱۹۵۶ء، ۲۹۰
۵۔	اقبال کی اردو غزل	حمیدہ ملک	۱۹۶۱ء، ۱۶۸
۶۔	اقبال کی ملی شاعری	نیر جہاں نامی	۱۹۶۲ء، ۱۵۲

۷- اقبال کا ذہنی ارتقاء	فریدہ مفتی	۱۹۶۲ء، ۲۷۱
۸- "بانگ درا" کا تنقیدی تجزیہ	شکیلہ نور جہاں	۱۹۶۳ء، ۲۶۷
۹- اقبال کی طویل نظموں کا تجزیہ	یاسمین سلطانہ	۱۹۶۴ء، ۲۶۷
۱۰- "بال جبریل" کا تنقیدی جائزہ	محمد صدیق جاوید	۱۹۶۵ء، ۲۱۲
۱۱- اقبال کی شاعری کا فنی پہلو	خدیجہ	۱۹۶۶ء، ۱۹۸
۱۲- اقبال کے سیاسی نظریات	عذرا سلطانہ	۱۹۶۶ء، ۳۲۳
۱۳ اقبال کی امیجری	حریت ناصر	۱۹۶۸ء، ۱۰۶
۱۴- مکالمات اقبال کا تجزیہ	سید سلطانہ اختر	۱۹۷۰ء، ۲۴۶
۱۵- اقبال کی قومی شاعری	شمیم ملک	۱۹۷۰ء، ۱۹۴
۱۶- کلام اقبال میں تاریخی شخصیتیں	ریحانہ دارا	۱۹۷۱ء، ۶۵۳

اقبال پر ان سولہ تحقیقی اور تنقیدی مقالات سے قطع نظر جو اول تا آخر پروفیسر سید وقار عظیم کی نگرانی میں تیار کیے گئے، وقار عظیم صاحب نے اقبال پر متعدد دوسرے مقالات کی ترتیب و تسوید میں بھی، جو براہ راست ان کی نگرانی میں نہیں لکھے گئے، یونیورسٹی کے بہت سے متعلمین کی رہنمائی کی۔ ایسے بعض مقالات کے کوائف یہ ہیں:

		صفحات
۱- مکاتیب اقبال کا فکری و فنی پہلو	صفورا سلطانہ [۹]	۱۹۶۱ء، ۱۳۸
۲- اقبال اور مناظر فطرت	زرینہ احمد علی [۱۰]	۱۹۴۶ء، ۱۸۹
۳- "ضرب کلیم" اور "ارمغان حجاز" کے موضوعات کا تنقیدی تجزیہ	بلقیس جمال افسرہ [۱۱]	۱۹۶۵ء، ۱۴۸
۴- "اقبال ریویو" کی وضاحتی فہرست (جنوری ۱۹۶۰ء- اپریل ۱۹۶۷ء)	ناہید طلعت [۱۲]	۱۹۶۷ء، ۱۳۰
۵- سہ ماہی "اقبال" کی وضاحتی فہرست (جولائی ۱۹۵۲ء- اکتوبر ۱۹۵۹ء)	زاہدہ نزہت [۱۳]	۱۹۶۷ء، ۸۱

۶- سہ ماہی "اقبال" کی وضاحتی فہرست
(جنوری ۱۹۶۰ء اپریل ۱۹۶۷ء) زرین اختر زیدی[۱۴] ۱۹۶۷ء، ۹۷

۷- اقبال کے معاشی تصورات منظور الاسلام[۱۵] ۱۹۷۱ء، ۲۰۱

ان کوائف اور حقائق کی روشنی میں یہ اندازہ لگانا کچھ مشکل نہیں رہ جاتا کہ پنجاب کی نئی نسل میں اقبالیات کا ذوق پیدا کرنے اور اقبال شناسی کی فضا پیدا کر دینے میں پروفیسر سید وقار عظیم کا کتنا قابلِ فخر حصہ اور قابلِ رشک دخل رہا ہے۔ ستمبر ۱۹۷۱ء میں وقار عظیم صاحب یونیورسٹی سے قریب اکیس برس کی منصبی وابستگی کے بعد پہلے "غالب پروفیسر" کی حیثیت سے سبکدوش ہوئے۔ ان کے حینِ حیات پاکستان اور ہندوستان کی کسی بھی یونیورسٹی کے کسی بھی استاد نے اقبال پر وقار عظیم صاحب سے زیادہ، تحقیقی کام کی نگرانی اور رہنمائی کی خدمت انجام نہیں دی۔

(۳)

پروفیسر سید وقار عظیم نے اکیس برس شعبۂ اُردو پنجاب یونیورسٹی اورینٹل کالج، لاہور میں اقبالیات کا درس دیا، اور اس طرح درس دیا کہ اس کا حق ادا کر دیا:

"پڑھانے کے لیے مجھے اقبال اور اقبالیات کا مزید مطالعہ کرنا پڑا۔ یہ مطالعہ اور غور و فکر میں نے برابر جاری رکھا۔ تدریس کے دوران میں اگر کسی طالب علم نے کوئی ایسی بات پوچھی جس کا فوری طور پر جواب دینے میں اطمینان نہ ہوا، تو میں نے کبھی تکلف سے کام نہیں لیا، طلباء سے صاف کہہ دیا کہ مزید غور و فکر کر کے بتاؤں گا۔ جب تک طبیعت کا اطمینان نہیں ہوا، طلباء کو سرسری جواب نہیں دیا۔"[۱۶]

اس غور و فکر اور مطالعے کا نتیجہ وہ بہت سے مضامین ہیں جو ۱۹۵۰ء اور اس کے بعد سے وقتاً فوقتاً اقبال کے فکر و فن کے بارے میں وقار عظیم صاحب کے قلم سے نکلے اور جن میں سے درج ذیل سترہ مضامین دیگر احباب اور عزیزوں کے منجملہ میری پیہم فرمائش اور بار بار کی گزارش[۱۷] پر وقار عظیم صاحب نے ۱۹۶۸ء میں "اقبال۔ شاعر اور فلسفی" کے نام سے کتابی صورت میں شائع کیے:

۱- اقبال کی شاعری کا پہلا دور	ادب لطیف، لاہور،	مئی ۱۹۵۰ء	
۲- اقبال کا نظریہ فن	ماہ نو، کراچی،	اپریل ۱۹۵۲ء	
۳- اقبال کی نظموں میں رنگ تغزل	اقبال، لاہور،	اپریل ۱۹۵۳ء	
۴- اقبال کی شاعری کا ایک کردار	ماہ نو، کراچی،	جون ۱۹۵۳ء	
۵- اقبال کی بعض نظموں کا لہجہ	ہمایوں، لاہور،	اپریل ۱۹۵۴ء	
۶- اقبال کا مرد مومن	استقلال، لاہور،	۱۵ اپریل ۱۹۵۹ء	
۷- اقبال کی اردو غزل	ادبی دنیا، لاہور دور پنجم، شمارہ اول، ۱۹۵۹ء- ۱۹۶۰ء		
۸- اقبال کی دو نظمیں اور عظمت آدم امروز،	لاہور	۲۳ مارچ ۱۹۶۰ء	
۹- اقبال اور آزادی فکر و عمل	استقلال، لاہور،	جون ۱۹۶۱ء	
۱۰- اقبال کی شاعری میں ڈرامائی عناصر	لیل و نہار، لاہور،	۲۲ اپریل ۱۹۶۲ء	
۱۱- اقبال - شاعر یا فلسفی	استقلال، لاہور،	جون ۱۹۶۳ء	
۱۲- اقبال کی نظم "تسخیر فطرت"	استقلال، لاہور،	اگست ۱۹۶۳ء	
۱۳- اقبال- حضور باری میں	اقبال ریویو، کراچی،	جنوری مارچ ۱۹۶۴ء	
۱۴- اقبال کی پسندیدہ بحریں	سالنامہ ادب لطیف، لاہور،	اگست ۱۹۶۴ء	
۱۵- "خودی" تشبیہوں کے آئینے میں	اقبال، لاہور،	اکتوبر ۱۹۶۸ء	
۱۶- غم فرہاد و عشرت پرویز	فنون، لاہور، جولائی،	اگست ۱۹۶۶ء	
۱۷- اقبال کا ایک مرثیہ	تحریر ۱۹۵۵ء	نظر ثانی ۱۹۶۸ء	

"اس مجموعے کے مضامین، میں میں نے جو کچھ کہا ہے، اس کی تحریک کا سبب میرے وہ صدہا شاگرد ہیں جنہیں میں انیس سال سے اقبال پڑھا رہا ہوں- میں ان سب کا ممنون ہوں کہ انھوں نے اپنے استفسارات سے مجھے سوچ کی راہیں دکھائیں-"(۱۸)

"اب جب کہ میں اقبال کے فکر اور شعر پر لکھے ہوئے مختلف مضامین

کو یک جا کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں، مجھے صرف ایک بات عرض کرنی ہے۔ اقبال کو ساری دنیا فلسفی زیادہ سمجھتی ہے اور شاعر کم۔ لیکن میرا نقطہ نظر یہ ہے کہ گو اقبال کی حکیمانہ حیثیت بہر حال مسلم ہے، لیکن حکیم فرزانہ کی حکمت کو دل نشیں اور دل آویز، اقبال کے مزاج کی رچی ہوئی شاعرانہ کیفیت نے بنایا ہے۔ اقبال کی حکمت اور اقبال کے شعر کو ایک دوسرے سے الگ نہیں کیا جا سکتا۔ اس مجموعے کے تمام مضامین کی اساس یہی احساس ہے۔"[۱۹]

(۴)

"اقبال معاصرین کی نظر میں"[۲۰] کے نام سے ڈاکٹر ایس۔ ایم اکرام کے ایمائے خاص پر ۱۹۷۳ء میں وقار عظیم صاحب نے دو برس کی تلاش اور جستجو کے بعد ایک ضخیم مجموعہ مضامین میں ایسی تحریروں کو منتخب اور مرتب کیا جو علامہ اقبال کی زندگی میں لکھی گئیں اور اغلب ہے کہ ان کی نظر سے گزریں۔ اس کتاب کے، کہ جسے "مطالعہ اقبال درحیات اقبال" کہنا چاہیے، مندرجات و مشمولات کی تفصیل یہ ہے:

مقدمہ: پروفیسر سید وقار عظیم	صفحہ ۱۱۔ ۲۴
۱۔ اقبال، ایک پیغمبر کی حیثیت سے	ممتاز حسن، ہمایوں، لاہور اکتوبر ۱۹۳۱ء
۲۔ اقبال اور سیاست عالیہ، سید زبیر	نیرنگ خیال، لاہور، ستمبر، اکتوبر ۱۹۳۲ء
۳۔ پیام اقبال،	قاضی عبدالغفار نیرنگ خیال، لاہور، ستمبر، اکتوبر ۱۹۳۲ء
۴۔ اقبال پر ایک محققانہ نظر اور ان کی نفسیاتی تشریح	راغب احسن نیرنگ خیال، لاہور، ستمبر اکتوبر ۱۹۳۲ء
۵۔ اقبال پر قیام یورپ کا اثر،	ممتاز حسن نیرنگ خیال، لاہور، ستمبر، اکتوبر ۱۹۳۲ء
۶۔ اقبال اور سیاسیات،	ڈاکٹر سید عبداللہ ہمایوں، لاہور، مئی ۱۹۳۲ء

۷- پیام اقبال، | رشید احمد صدیقی، سہیل، علی گڑھ جنوری، اپریل ۱۹۳۶ء

۸- علامہ اقبال اور فلسفہ تصوف | ادیب- اے آبادی نیرنگ خیال، لاہور ستمبر، اکتوبر ۱۹۳۲ء

۹- فلسفہ اقبال، | اکرام الحق سلیم، معارف، اعظم گڑھ، جنوری ۱۹۲۶ء

۱۰- متفاول اقبال، | غلام احمد پرویز نیرنگ خیال، لاہور، ستمبر، اکتوبر ۱۹۳۲ء

۱۱- علامہ اقبال کی شاعری، | صوفی غلام مصطفیٰ تبسم نیرنگ خیال، لاہور، ستمبر، اکتوبر ۱۹۳۲ء

۱۲- اقبال کی شاعری، | ڈاکٹر ملک راج آنند نیرنگ خیال، لاہور، ستمبر، اکتوبر ۱۹۳۲ء

۱۳- کلام اقبال کی ادبی خوبیاں، | محمد اکبر خاں نیرنگ خیال، لاہور، ستمبر، اکتوبر ۱۹۳۲ء

۱۴- ڈاکٹر اقبال کی اردو، | محمد محمود زمان خاں معارف، اعظم گڑھ ۱۹۲۸ء

۱۵- مثنوی "اسرارِ خودی" | اسلم جیراج پوری الناظر، لکھنؤ، فروری ۱۹۱۹ء

۱۶- "رموزِ بے خودی" | سید سلیمان ندوی معارف، اعظم گڑھ، اپریل ۱۹۱۸ء

۱۷- "رموزِ بے خودی" | شیخ عبدالقادر مخزن، لاہور، ستمبر ۱۹۱۸ء

۱۸- اقبال کی مثنویاں، | ڈاکٹر عبدالرحمٰن بجنوری مترجم: شیخ محمد اکرام، ہمایوں، لاہور، نومبر ۱۹۳۰ء

۱۹۔ ''پیامِ مشرق'' اسلم جیراج پوری
نوشتہ ۱۹۲۴ء، مشمولہ ''نوادرات''

۲۰۔ ''جاوید نامہ'' اسلم جیراج پوری
نوشتہ ۱۹۳۲ء، مشمولہ ''نوادرات''

حواشی: پروفیسر سید وقار عظیم صفحہ ۴۳۳۔ ۵۰۳
اشاریہ: ڈاکٹر سید معین الرحمٰن صفحہ ۵۰۵۔ ۵۴۳

''یہ کتاب اقبال کے فکر و فن اور بعض صورتوں میں اقبال کی شخصیت سے متعلق ایسے مضامین کا مجموعہ ہے جو معاصرین اقبال نے ان کی زندگی میں لکھے۔ ایسے قرائن موجود ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ ان مضامین میں سے اکثر اقبال کے مطالعے میں آئے اور ان میں سے بعض کے متعلق انہوں نے اپنے خیالات بھی ظاہر کیے، کبھی تحسین و تشکر کی صورت میں اور کبھی تردید و توضیح کے انداز میں۔ اقبال نے دوسروں کی کہی ہوئی باتوں کی تردید اور توضیح میں جو مضامین اور جو خطوط لکھے، وہ ان کے فکر و فن کے طالب علم کے لیے ایک بیش بہا خزانے کی حیثیت رکھتے ہیں۔''[۲۱]

کتاب کے آخر میں موجود اپنے قیمتی حواشی میں وقار عظیم صاحب نے منجملہ امور و مطالب دیگر، اس ''بیش بہا خزانے'' سے بھرپور فائدہ اٹھایا ہے۔ یہ ''حواشی'' اقبالیات پر وقار عظیم صاحب کی گہری اور غائر نظر کا انعام اور حاصل ہیں۔ وقار عظیم صاحب کے ان توضیحی حواشی کی روشنی میں، ان مضامین سے استفادے کا دائرہ بہت بڑھ جاتا ہے اور ان سے اقبال کے متعلق بہت سی باتوں کے سمجھنے میں بڑی مدد ملتی ہے۔ یہ ''حواشی'' بجائے خود ایک عینی معیار ہیں کہ اقبال اور متعلقات اقبال کی توضیحات کی سطح کیا ہونی چاہیے اور اقبال سے متعلق کتابوں کو کس طرح مرتب کیا جانا چاہیے۔

بحیثیت مجموعی پروفیسر سید وقار عظیم کے مرتبہ ''اس مجموعے کے مضامین کے مطالعے سے وہ سب تنقیدی رویے ہمارے سامنے آتے ہیں جو اقبال کے معاصرین نے فکر اقبال اور شعر اقبال کے متعلق اختیار کیے تھے اور جن کی بنا پر ایک خاص طرح کی تنقید وجود میں آئی تھی۔''[۲۲]

"اقبال کے پیغام کو مشرق کے گوشے گوشے اور دنیائے اسلام کے قریے قریے میں عام کر کے انسان کے خوف، ناامیدی اور بے یقینی کو دور کرنے اور اس کی خود اعتمادی کو بحال کرنے میں جو مدد ملے گی، اس کی طرف اس مجموعے کے مضامین میں بڑے واضح اشارے موجود ہیں۔"(۲۳)

وقار عظیم صاحب نے بالکل ٹھیک کہا ہے کہ:

"میرے نزدیک ان مضامین کو مرتب کر کے منظرِ عام پر لانے کا یہی جواز کافی ہے۔"(۲۴)

(۵)

رفیع الدین ہاشمی کے ایک سوال کے جواب میں یکم اپریل ۱۹۷۳ء کو وقار عظیم صاحب نے اس عزم کا اظہار کیا تھا کہ:

"میرے ذہن میں اقبال کے بعض ایسے موضوعات ہیں جن پر کچھ لکھنے کو جی چاہتا ہے۔ میں اس انداز میں لکھنا چاہتا ہوں کہ بات طلباء کی سمجھ میں بھی آ جائے، کیونکہ اپنے تدریسی تجربے کی بنا پر میرا احساس یہ ہے کہ بعض مقامات ایسے ہیں جہاں اقبال کے طلباء کو الجھن ہوتی ہے۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ طلباء کی ایسی الجھنیں دور کرنے کے لیے کچھ لکھ سکوں تو یہ بڑا مفید کام ہو گا۔ مگر ابھی فرصت میسر نہیں آ رہی، ذرا یکسوئی نصیب ہو تو اس طرح کے کم از کم چار پانچ مضمون لکھوں گا۔"(۲۵)

دوسری علمی اور تصنیفی و تہذیبی مصروفیات کے بشمول ۱۹۷۳ء کا سارا سال "اقبال ـــــ معاصرین کی نظر میں" کی ترتیب و تدوین کی نذر ہوا۔

۲۰ جنوری ۱۹۷۵ء کو سینٹرل پروڈکشن یونٹ، ریڈیو پاکستان لاہور کے لیے ایک "لائف انٹرویو"(۲۶) میں میرے اس استفسار کے جواب میں کہ "اقبال ... شاعر اور فلسفی" کے بعد اقبال پر کچھ مزید کی توقع بھی آپ سے رہتی ہے، اقبال پر آپ کی کسی نئی کتاب کے سامنے آنے کا کیا امکان ہے؟ وقار عظیم صاحب نے فرمایا تھا کہ:

"اقبال ـــــ شاعر اور فلسفی" بھی جیسا کہ آپ نے دیکھا مضامین کا مجموعہ

ہے۔ اس کتاب کے چھپنے (۱۹۶۸ء) کے بعد بھی میں نے اقبال پر دو تین مضمون لکھے اور وہ رسالہ "اقبال" میں چھپے۔ یہ خاصے طویل ہیں۔ بعض موضوعات ہیں، جو اب بھی میرے ذہن میں ہیں اور جن کاموں کی تکمیل کا گویا ارادہ رکھتا ہوں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ ان موضوعات پر میں مضمون لکھوں اور وہ مجھے یقین ہے کہ مقدار میں اتنے ہو جائیں گے کہ پھر شاید ایک کتاب مرتب ہو جائے۔"(۲۷)

لیکن اقبال پر یہ مضامین لکھنے کی فرصت اور مہلت انہیں میسر نہیں آ سکی۔

اقبال اکیڈمی (کراچی) سے وقار عظیم صاحب کی وابستگی بڑی قدیم تھی۔ ۱۹۶۵ء سے وہ بزم اقبال (لاہور) کی مجلس عاملہ کے رکن بھی چلے آ رہے تھے، ۱۹۷۴ء میں وہ اقبال اکیڈمی (کراچی) کے خازن مقرر کر دیے گئے۔ اکیڈمی کی کراچی سے لاہور منتقلی کی بہت سی الجھنوں نے بھی ان کا بڑا وقت لیا... پھر حکومت پاکستان نے علامہ اقبال کے صد سالہ جشن ولادت کی تقریبات کو شایان شان طور پر منانے کے لئے وفاقی سطح پر جو نیشنل کمیٹی تشکیل دی تھی وقار عظیم صاحب اس کی مجلس منتظمہ کے بھی رکن تھے۔ مرکزی اور صوبائی حکومت کے بہت سے علمی و ادبی اداروں اور متعدد غیر سرکاری و نیم سرکاری اداروں اور کمیٹیوں کی رکنیت اور ان کے مسائل و معاملات کی دیکھ ریکھ، مشورت، انتظامات اور اہتمامات کی ذمہ داریاں، اس کے علاوہ سلسلہ اقبال کی تقریری اور تقریباتی مصروفیات اس پر مستزاد - غرض ایک جان ناتواں اور سو طلب گار!

مشتے نمونہ از خروارے، صرف آخری تین برسوں ۱۹۷۴ء —— ۱۹۷۶ء کی محض اقبال ہی سے متعلق وقار عظیم صاحب کی خطابی اور تقریباتی مصروفیات کی تفصیل یہاں بے محل نہیں ہو گی:

۱۹۷۴ء

۱۔ میٹنگ بسلسلہ تعین تاریخ ولادت علامہ اقبال، پاکستان کونسل، لاہور، ۱۹ جنوری ۱۹۷۴ء

۲۔ میٹنگ بسلسلہ تعین تاریخ ولادت علامہ اقبال، بزم اقبال، لاہور، ۲۵ جنوری ۱۹۷۴ء

۳۔ میٹنگ بسلسلہ تعین تاریخ ولادت علامہ اقبال، کمیٹی روم پلاننگ اینڈ ڈیویلپمنٹ، پنجاب سول سیکریٹریٹ، لاہور، یکم فروری ۱۹۷۴ء

۴۔ یوم اقبال، گورنمنٹ سائنس کالج، لاہور ۱۰ اپریل ۱۹۷۴ء

۵۔ اقبال کی شاعری، ٹی۔ وی ریکارڈنگ، لاہور ۱۹ اپریل ۱۹۷۴ء

۶۔ کلام اقبال کے ترجمے، ریڈیو ریکارڈنگ، لاہور ۲۲ اپریل ۱۹۷۴ء

۷۔ خودی۔ بحرِ بے کنار، ریڈیو ریکارڈنگ، لاہور ۲۳ اپریل ۱۹۷۴ء

۸۔ اقبال اور انسان کامل، ٹی۔ وی ریکارڈنگ، لاہور ۸ نومبر ۱۹۷۴ء

۹۔ یوم اقبال، گورنمنٹ سائنس کالج، لاہور ۱۴ نومبر ۱۹۷۴ء

۱۰۔ اقبال لیکچر، ہوم اکنامکس کالج، لاہور، ۱۵ نومبر ۱۹۷۴ء

۱۹۷۵ء

۱۔ "اقبال کی شخصیت اور شاعری" کی تعارفی تقریب کا اہتمام اور خطاب، سینٹ ہال، لاہور ۱۱ فروری ۱۹۷۵ء

۲۔ مجلسِ منتظمہ، اقبال اکادمی، کراچی ۲۰ فروری ۱۹۷۵ء

۳۔ اقبال اور عشقِ رسول، ٹی وی ریکارڈنگ، لاہور ۲۶ مارچ ۱۹۷۵ء

۴۔ اقبال اور عورت، ریڈیو ریکارڈنگ، لاہور ۱۸ اپریل ۱۹۷۵ء

۵۔ بچوں کے اقبال، ریڈیو ریکارڈنگ، لاہور ۱۹ اپریل ۱۹۷۵ء

۶۔ مقالہ یوم اقبال، اقبال اکادمی، کراچی ۲۱ اپریل ۱۹۷۵ء

۷۔ مجلسِ منتظمہ، اقبال اکادمی، کراچی ۲۲ اپریل ۱۹۷۵ء

۸۔ یومِ اقبال پاکستان نیشنل سینٹر، لاہور ۱۹ اپریل ۱۹۷۵ء

۹۔ صدارتی خطبہ "اقبال اور عصرِ جدید" بزمِ ادب دیال سنگھ کالج، لاہور ۲۹ مئی ۱۹۷۵ء

۱۰۔ "اقبال کی شخصیت اور شاعری" ٹی وی ریکارڈنگ ۱۷ جون ۱۹۷۵ء

۱۱۔ مجلسِ منتظمہ، اقبال اکادمی، کراچی، ۵ جولائی ۱۹۷۵ء

۱۴۔ مجلسِ منتظمہ، صد سالہ جشنِ اقبال، اسلام آباد ۱۴ جولائی ۱۹۷۵ء

۱۹۷۶ء

۱۔ مجلسِ مشاورت، اقبال اکادمی، لاہور، ۲۶ جنوری ۱۹۷۶ء

۲۔ قائداعظم اور اقبال، تقریب اقبال اکادمی، لاہور، ۲۸ فروری ۱۹۷۶ء

۳۔ چائے، اقبال اکادمی، لاہور، ۵ مارچ ۱۹۷۶ء

۴۔ استقبال ایرانی وفد، مزارِ اقبال، لاہور، ۲۹ مارچ ۱۹۷۶ء

۳۔ مجلسِ منتظمہ صد سالہ جشن اقبال، اسلام آباد، ۲۶ اپریل ۱۹۷۶ء

۶۔ یومِ اقبال، گورنمنٹ کالج، باغبانپورہ، لاہور، ۲۱ اپریل ۱۹۷۶ء

۷۔ مجلسِ مشاورت، اقبال اکادمی، لاہور، ۱۹ مئی ۱۹۷۶ء

۸۔ مجلسِ مشاورت، اقبال اکادمی، لاہور، ۲۴ مئی ۱۹۷۶ء

۹۔ مجلسِ منتظمہ، اقبال اکادمی، لاہور، ۲۹ مئی ۱۹۷۶ء

۱۰۔ مجلسِ مشاورت، اقبال اکادمی، لاہور ۱۸ ستمبر ۱۹۷۶ء

۱۱۔ ''قائدِاعظم اور علامہ اقبال کے سیاسی نظریات''

(الف) ٹی وی ریکارڈنگ، لاہور ۶ اکتوبر ۱۹۷۶ء

(ب) ٹی وی ریکارڈنگ، لاہور ۲۷ اکتوبر ۱۹۷۶ء

۱۲۔ تعارفی تقریب ''اقبال اور انجمن حمایت سلام'' آڈی ٹوریم، لاہور ۷ نومبر ۱۹۷۶ء

۱۳۔ خطبۂ استقبالیہ[۲۸] یومِ اقبال، اقبال اکادمی، لاہور ۹ نومبر ۱۹۷۶ء

اپنی ان نوع بہ نوع مصروفیات کے باعث، اقبال پر جن نئے مضامین کا خاکہ وقار عظیم صاحب کے ذہن میں تھا اور جو بالیقین اقبال کے معلمین کی بہت سی الجھنوں کو رفع کرنے کا باعث ہوتے، منصہ شہود پر نہ آ سکے۔ یہاں تک کہ ۱۷ نومبر ۱۹۷۶ء کو وہ ناگہاں اللہ کو پیارے ہو گئے ان کی کتاب ''اقبالیات کا مطالعہ'' تلاش و ترتیب اور تدوین و طباعت کے مراحل سے گزر کر اہلِ شوق کے ہاتھوں میں ۱۹۷۷ء میں آئی۔

(۶)

اقبال پر وقار عظیم صاحب کا آخری مجموعہ مضامین خود ان کے ہاتھوں یا اُن کی رہنمائی میں ترتیب و تشکیل پاتا تو اس کی صورت یقین ہے کہ بہت مختلف اور بہتر ہوتی۔ بصورتِ موجودہ ''اقبالیات کا مطالعہ'' کے نام سے وقار عظیم صاحب کی غیر مرتب اور غیر مطبوعہ تحریروں پر مشتمل جو مجموعہ پیش کرنے کی عزت اور سعادت مجھے حاصل ہوئی اس کے مندرجات کی تفصیل اور ترتیب یہ ہے:

مقالات:

۱۔ اقبال اور نژادِ نو' سہ ماہی اقبال' لاہور' اکتوبر ۱۹۷۱ء
۲۔ اقبال تلاش عزلت اور احساس تنہائی' سہ ماہی اقبال' لاہور اپریل ۱۹۷۲ء
۳۔ طلسم گنجینۂ معنی' سہ ماہی اقبال ریویو' کراچی' جولائی ۱۹۷۵ء
۴۔ عقل و دل ـــــ اقبال کی نظر میں' المعارف' لاہور اپریل ۱۹۷۰ء
۵۔ انیس اور اقبال' ماہ نو' امروز' کراچی انیس نمبر ۱۹۷۲ء

جائزے:

۶۔ اقبال اور سوز غم ملت' امروز' لاہور فروری ۱۹۷۴ء
۷۔ اقبالیات کے پانچ سال: ۱۹۳۷ء ـــــ ۱۹۴۱ء غیر مطبوعہ ریڈیائی تبصرہ' دہلی ۲ نومبر ۱۹۴۱ء
۸۔ اقبال کی شاعری کے ادوار' غیر مطبوعہ: تحریر' اکتوبر نومبر ۱۹۷۶ء
۹۔ اقبال کی اردو اور فارسی غزل' غیر مطبوعہ: تحریر' اکتوبر نومبر ۱۹۷۶ء
۱۰۔ اقبال کی فطرت نگاری اور ان کا فلسفہ جمال' غیر مطبوعہ: تحریر' اکتوبر نومبر ۱۹۷۶ء
۱۱۔ پیغامِ اقبال کی آفاقیت' غیر مطبوعہ: تحریر' اکتوبر نومبر ۱۹۷۶ء
۱۲۔ اقبال کا نظریہ وطنیت' غیر مطبوعہ: تحریر' اکتوبر نومبر ۱۹۷۶ء
۱۳۔ اقبال اور اشتراکیت: غیر مطبوعہ: تحریر' اکتوبر نومبر ۱۹۷۶ء

متفرقات:

۱۴- اقبال، خطوں کی روشنی میں ریڈیائی تبصرہ، مطبوعہ اوراق، لاہور، جنوری ۱۹۶۷ء

۱۵- خودی ـــــ بحرِ بے کنار، ریڈیائی فیچر، غیر مطبوعہ، ۲۳ اپریل ۱۹۷۴ء

۱۶- اقبال ـــــ حقیقت بیں، حقیقت شناس! ریڈیائی فیچر، غیر مطبوعہ

۱۷- اقبال اور عشقِ رسول، ٹی وی فیچر: ۲۶ مارچ ۱۹۷۵ء

۱۸- غزل گو اقبال، ٹی وی فیچر: ۱۲ نومبر ۱۹۷۵ء ۹ نومبر ۱۹۷۶ء

۱۹- "اقبال کی شخصیت اور شاعری" پر ایک نظر، تقریر: ۱۱ فروری ۱۹۷۵ء

۲۰- شذرات: متعلق بہ اقبال، ۱۹۵۰ء - ۱۹۷۶ء

۲۱- IQBAL : Poet and Philosopher سول اینڈ ملٹری گزٹ، لاہور ۲۷ مئی ۱۹۶۳ء

بصورتِ موجودہ کتاب کا حصہ اول چھ سیر حاصل اور جامع "مقالات" پر مبنی ہے۔ یہ وہ مقالات ہیں جو "اقبال - شاعر اور فلسفی" کی اشاعت (۱۹۶۸ء) کے بعد وقار عظیم صاحب نے جم کر لکھے اور کتاب خود وقار عظیم صاحب کے ہاتھوں مرتب ہوتی تو بھی یہی اس کی بنیاد بنتے:

> "اقبال ـــــ شاعر اور فلسفی" ... کے چھپنے کے بعد.... میں نے اقبال پر (کچھ) مضمون لکھے ... ان میں سے بعض خاصے طویل ہیں۔ بعض موضوعات اب بھی ذہن میں ہیں .. پھر شائد (اقبال پر میرے مضامین کی ایک نئی) کتاب مرتب ہو جائے۔"(۲۹)

کتاب کے دوسرے حصے "جائزے" کے تحت سات مضامین ہیں اور یہ سب کے سب غیر مطبوعہ ہیں اور پہلی بار سامنے آ رہے ہیں۔ پہلا مضمون آل انڈیا ریڈیو، دہلی کا ایک نشریہ ہے۔ ۲ نومبر ۱۹۴۱ء کی یہ نگارش، اقبال کے بارے میں وقار عظیم صاحب کی قدیم ترین دستیاب تحریر ہے۔ اس حصۂ کتاب کے باقی چھ جائزے، وقار عظیم صاحب کے آخری ایام کی یادگار ہیں اور ان کا باعثِ تحریر کچھ تفصیل چاہتا ہے۔

۱۹۵۵ء میں قاضی احمد میاں اختر جوناگڑھی کی کتاب "اقبالیات کا تنقیدی جائزہ" شائع ہوئی۔[۳۰] مطالعہ اقبال کے لیے سہولت بہم پہنچانے کے لئے یہ اپنی نوع کی پہلی کوشش تھی، لیکن یہ جائزہ کسی باقاعدہ منصوبے یا خاکے کے بغیر، قلم برداشتہ گھسیٹ دیا گیا تھا:

> "یہ مقالہ لکھنا شروع کیا جو خیال تھا کہ بیس تیس صفحوں میں ختم ہو جائے گا، مگر جوں جوں آگے بڑھتا گیا، یہ بجائے سمٹنے کے اور پھیلتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ موجودہ صورت میں اس کو ترتیب دینا پڑا۔"[۳۱]

یہ جائزہ مرتب کرتے ہوئے قاضی صاحب کو بے خلل فرصت، یکسوئی اور توجہ کے لمحات بھی میسر نہیں تھے:

> "کثرت اشغال اور انتہائی مصروفیات میں اس کام کا آغاز ہوا اور آخر وقت تک انہیں مصروفیتوں میں یہ انجام کو پہنچا۔"[۳۲]

بات یہیں ختم نہیں ہو جاتی —— پیہم مصروفیت اور بڑی عجلت میں لکھے گئے اس جائزے کی اشاعت بھی بے حد تعجیل میں ہوئی:

> "اس مقالے کی طباعت صرف چند دنوں اور راتوں کی محنت شاقہ کا نتیجہ ہے ... صرف چار دن کے اندر دو سو صفحوں کی کتاب کا تمام مراحل طے کر کے پریس سے نکل آنا ایک اعجاز سے کم نہیں۔"[۳۳]

اس روا روی کا جو قدرتی نتیجہ ہونا چاہیے تھا، قاضی صاحب کو خود اس کا احساس تھا:

> (الف) تنگیٔ وقت کے سبب اس مقالے کو حسبِ منشا ترتیب نہ دے سکا۔
>
> (ب) اب اطباعت عجلت میں ہوئی ہے، اس وجہ سے کافی غلطیاں رہ گئی ہیں۔[۳۴]

افسوس کہ قاضی احمد میاں اختر جوناگڑھی کو اس کتاب پر نظر ثانی کا موقع نہ ملا اور ۱۹۵۵ء ہی میں وہ انتقال فرما گئے۔

حکومت پاکستان نے علامہ اقبال کے صد سالہ جشن کا اہتمام و انصرام کرنے کے لئے وفاقی سطح پر جو نیشنل کمیٹی تشکیل دی تھی اس کی مجلسِ منتظمہ کے پہلے اجلاس

منعقدہ اسلام آباد میں وفاقی وزیر برائے مذہبی امور مولانا کوثر نیازی کے زیرِ صدارت ۱۴ جولائی ۱۹۷۵ء کو یہ فیصلہ کیا گیا کہ قاضی احمد میاں اختر جونا گڑھی مرحوم کی کتاب "اقبالیات کا تنقیدی جائزہ" کا اضافہ و ترمیم شدہ ایڈیشن مرتب کرنے کے لیے پروفیسر سید وقار عظیم صاحب سے درخواست کی جائے۔

۱۱ ستمبر ۱۹۷۵ء کے ایک مراسلے کے ذریعے وقار عظیم صاحب نے علمی خیر اندیشی کے طور پر اس تفویض کردہ خدمت کو بسر و چشم قبول کرنے پر آمادگی ظاہر کی۔ اس منصوبے پر کام شروع کر دینے کے بعد انہیں احساس ہوا کہ اس موضوع پر خود اپنے تیار کردہ خاکے کے مطابق آزادانہ کام کرنا زیادہ سہل اور مفید ہوتا' لیکن کہ وہ اس کام کو انجام دینے کی ذمہ داری قبول کر چکے تھے' انہوں نے قاضی احمد میاں اختر جونا گڑھی کے ہی چھیڑے اور چھوڑے ہوئے تشنہ مباحث پر تازہ تحقیقات اور تنقیدات کی روشنی میں ترمیم و اضافے کا عمل شروع کر دیا۔

زیرِ نظر کتاب کے دوسرے حصے میں "جائزے" کے تحت شامل آخری چھ نگارشات اسی سلسلے کی ایک کڑی ہیں۔ قاضی احمد میاں اختر جونا گڑھی کی کتاب کے ترمیم و اضافہ شدہ ایڈیشن کے لیے وقار عظیم صاحب نے انہیں اکتوبر نومبر ۱۹۷۶ء میں تحریر کیا۔ وہ اس کتاب کے سلسلے کا ایک دفتر کا دفتر اپنی آخری علالت کے ایام میں تکمیل کی غرض سے اپنے ہمراہ ہسپتال بھی لیتے گئے تھے' لیکن اے بسا آرزو کہ خاک شدہ! اس کی تکمیل شائد خدا کو منظور نہ تھی۔ ان کی ناگہاں علالت اور رحلت کے باعث یہ کار ضروری ناتمام رہ گیا۔

"متفرقات" کے تحت "اقبالیات کا مطالعہ" کے تیسرے حصے میں ابتدا سلسلہ اقبال کے تین بصری اور تین صوتی فیچرز محفوظ کیے گئے ہیں۔ یہ تحریریں اس پر دال ہیں کہ وقار عظیم صاحب ریڈیو اور ٹی وی کی مخصوص تیکنیکی ضرورتوں کے کیسے صحیح اندازہ شناس تھے۔

"متفرقات" کے حصے میں پروفیسر حمید احمد خاں کی کتاب "اقبال کی شخصیت اور شاعری" (۳۵) پر وقار عظیم صاحب کا ایک مختصر تاثر ہے جس کا اظہار انہوں نے کتاب کی تعارفی تقریب کے موقع پر کیا۔ یہ تقریب پنجاب کے وزیرِ اعلیٰ (محمد حنیف رامے) کے

زیرِ صدارت ۱۱ فروری ۱۹۷۵ء کو سینٹ ہال (پنجاب یونیورسٹی) لاہور میں منعقد ہوئی۔ اس تقریر کا ٹیپ پروفیسر حمید احمد خاں کے صاحبزادے سعید احمد خاں صاحب کے ذخیرے سے میسر آیا اور کاغذ پر اس کی منتقلی کا مشکل مرحلہ عزیزی اظہر وقار عظیم کی توجہ سے آسان ہوا۔

آخری حصے میں شامل "شذرات ـــــ متعلق بہ اقبال" کے بارے میں یہاں کچھ کہنا شاید بے محل نہ ہو۔ یہ اقبال پر وقار عظیم صاحب کی کوئی مستقل تحریر نہیں اقبال یا اقبالیات کے بارے میں بعض استفسارات کا جواب دیتے ہوئے یا اقبال سے قطع نظر، اپنے دوسرے ادبی اور تنقیدی مقالات میں ضمناً" وقار عظیم صاحب نے اقبال کے بارے میں اگر کہیں اظہار خیال کیا ہے تو اسے بقید حوالہ اقتباس کر لیا گیا ہے۔

"اقبالیات کا مطالعہ" میں جسے غالب کی زبان میں میوہ چیدہ در چیدہ یا بچا کچھا ٹوکری بھر پھل کہنا چاہیے جو فصل ختم ہونے پر درختوں پر رہ جاتا ہے، بیشتر وہ چیزیں شامل ہیں جو اقبال پر وقار عظیم صاحب کے پہلے مجموعہ مضامین "اقبال ـــــ شاعر اور فلسفی" کے بعد لکھی گئیں اور یا ایک آدھ ایسی تحریر بھی جو اگرچہ پہلے کی ہے لیکن پہلے مجموعے سے خارج تھی۔

وقار عظیم صاحب اب ہمارے درمیان موجود نہیں، لیکن ان کی تحریروں کی مہک اور ان کا حسن اور فیضان دائمی ہے جسے زوال نہیں۔ اسی احساس کے ساتھ ان کی پہلی برسی (۱۷ نومبر ۱۹۷۷ء) اور ولادت اقبال کی صد سالہ تقریب (۹ نومبر ۱۹۷۷ء) کی مناسبت سے وقار عظیم صاحب کی نگارشات کا مجموعہ "اقبالیات کا مطالعہ" بصد خلوص مرتب کیا گیا ہے، اور اس تحفہ بے بہا کو ان کے قدر شناسوں کی خدمت میں بہ صد ہزار محبت پیش کیا جا رہا ہے۔

تحریر: ۹ ستمبر ۱۹۷۷ء

[نظرِ ثانی: نومبر ۱۹۹۵ء]

حواشی :

۱- خواجہ غلام السیدین صاحب کی بڑی مشہور کتاب ہے :
"Iqbal's Educational philosopohy" طبع اول ۱۹۳۸ء، طبع دوم : ۱۹۴۵ء اقبال کے بارے میں سیدین صاحب کی بعض دوسری انگریزی اور اردو تحریروں کے لیے دیکھیے :
A Bibliography of Iqbal by : K. A. Waheed, 1965 pp. 55, 167

۲- رفیع الدین ہاشمی سے وقار عظیم صاحب کی گفتگو، بمقام لاہور، کیم اپریل ۱۹۷۳ء-

۳- اقبال، شاعر اور فلسفی، ۱۹۶۸ء، پیش لفظ ا-

۴- رفیع الدین ہاشمی سے وقار عظیم صاحب کی گفتگو، بمقام لاہور، کیم اپریل ۱۹۷۳ء-

۵- اورینٹل کالج میگزین، لاہور، جلد ۵۰، عدد ۱-۴، ۱۹۷۴ء، صفحہ ۱۲۱- ۱۲۲-

۶- رفیع الدین ہاشمی سے وقار عظیم صاحب کی گفتگو، بمقام لاہور، کیم اپریل ۱۹۳۷ء-

۷- تفصیلات کے لیے رجوع کیجئے : ''جامعات میں اقبال کا تنقیدی اور تحقیقی مطالعہ —— ایک جائزہ'' از : ڈاکٹر سید معین الرحمٰن طبع : ۱۹۷۷ء-

۸- اورینٹل کالج میگزین، ایضاً، ۱۹۷۴ء، صفحہ ۱۲۲-

۹- مقالے میں اگر کچھ ''سکت'' ہے تو وہ : ''ڈاکٹر سید عبداللہ کی انتہائی مشفقانہ رہنمائی اور پروفیسر سید وقار عظیم صاحب کے مفید مشوروں کی مرہون منت ہے-'' (صفورا سلطانہ، دیباچہ : مکاتیب اقبال کا فکری و فنی پہلو)

۱۰- ''میں پروفیسر سید وقار عظیم صاحب کی تہہ دل سے مشکور ہوں جنھوں نے مجھے اپنے مفید مشوروں سے مستفید کرنے کے علاوہ، کتب کی فراہمی میں بھی میری امداد کی-'' (زرینہ احمد علی، پیش لفظ : اقبال اور مناظر فطرت)

۱۱- ''استاد مکرم محترم سید وقار عظیم صاحب کی تہہ دل سے ممنون ہوں جنھوں نے مختلف مرحلوں پر (اقبال کے بارے میں لکھی جانے والی کتابوں اور مقالوں کی نشاندہی میں) میری مدد فرمائی اور اپنے قیمتی ذخیرہ کتب سے مستفید ہونے کا موقع دیا-'' (بلقیس جمال افسرہ، دیباچہ : ضرب کلیم اور ارمغان حجاز کے موضوعات کا تنقیدی تجزیہ)

۱۲- ''ڈاکٹر عبادت بریلوی، پروفیسر سید وقار عظیم اور سید معین الرحمٰن صاحب وہ ہستیاں ہیں جن کے عالمانہ مشورے اور پرخلوص حوصلہ افزائیاں ناقابل فراموش ہیں- ان سب اساتذہ کی تہہ دل سے شکر گزار ہوں-'' (ناہید طلعت، پیش لفظ : ''اقبال ریویو'' کی وضاحتی فہرست)

۱۳- ''محترم پروفیسر سید وقار عظیم اور سید معین الرحمٰن صاحب کی بے حد ممنون ہوں کہ جنھوں نے طرح طرح سے میری مدد فرما کر مجھے کوفت سے بچایا-'' (زاہدہ نزہت، دیباچہ : ''اقبال'' کی وضاحتی فہرست)

۱۴- ''میں اساتذہ کرام خصوصاً استاد محترم جناب سید وقار عظیم صاحب جنھوں نے رسائل کی فراہمی کے سلسلے میں میری راہنمائی فرمائی اور اپنے استاد محترم جناب سید معین الرحمٰن

صاحب کی بے حد ممنون ہوں کہ انہوں نے ہر کام میں میری راہنمائی کی اور اپنی گوناگوں مصروفیات کے باوجود میری ہر مشکل کو حل کرنے کی سعی فرمائی۔" (زرین اختر زیدی' حرفے چند "اقبال" کی وضاحتی فہرست)

۱۵- ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی صاحب نے سید وقار عظیم صاحب کے مشورے سے میرے لیے "اقبال کے معاشی تصورات" جیسا اہم عنوان تجویز کیا۔" (منظور الاسلام' دیباچہ : اقبال کے معاشی تصورات)

۱۶- رفیع الدین ہاشمی سے وقار عظیم صاحب کی گفتگو' بمقام لاہور' یکم اپریل ۱۹۷۳ء۔

۱۷- "ان مضامین کو یکجا کرنا میرے لیے ممکن نہیں تھا۔ جیسی ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی' عزیزی سید معین الرحمٰن اور اختر وقار سلمہ کی پیہم مساعی نے میری اس کوتاہی کی تلافی کی اور بکھرے ہوئے مضامین کو جمع کر کے اس قابل بنایا کہ وہ کتابی صورت اختیار کر سکیں۔"
(سید وقار عظیم' اقبال ـــ شاعر اور فلسفی پیش لفظ : ۲)

۱۸- سید وقار عظیم' اقبال ـــ شاعر اور فلسفی' پیش لفظ : ۲

۱۹- سید وقار عظیم' اقبال ـــ شاعر اور فلسفی' پیش لفظ : ۱'
اس کتاب کا دوسرا ایڈیشن اقبال اکادمی لاہور سے ۱۹۹۷ء میں شائع ہوا۔

۲۰- "اقبال ـــ معاصرین کی نظر میں" مرتبہ : پروفیسر سید وقار عظیم ـــ مطبوعہ : مجلس ترقی ادب' لاہور' دسمبر ۱۹۷۳ء۔ سائز : ۱۸ + ۸/۲۲ صفحات : ۵۴۳۔

۲۱- سید وقار عظیم' اقبال ـــ معاصرین کی نظر میں' مقدمہ : ۱۱

۲۲- سید وقار عظیم :اقبال' معاصرین کی نظر میں' ۱۹۷۳ء' مقدمہ : ۲۳

۲۳- سید وقار عظیم' ایضاً : ۲۳

۲۴- ایضاً' ۲۴

۲۵- سید وقار عظیم سے ایک انٹرویو' لاہور' یکم اپریل ۱۹۷۳ء

۲۶- دو گھنٹے کی بات چیت پر مشتمل اس انٹرویو کا ٹیپ ریکارڈ میرے ذاتی ذخیرۂ نوادر میں محفوظ ہے (م۔ ا۔ ر)

۲۷- نقوش' لاہور' سالنامہ جنوری ۱۹۷۷ء صفحہ ' ۶۱

۲۸- گورنر پنجاب اس تقریب کے مہمان خصوصی تھے' وقار عظیم کو خیرمقدی خطاب کرنا تھا' لیکن وہ اپنی علالت کے باعث اس تقریب میں شریک نہیں ہو سکے اور ایک ہفتے کے بعد خالق حقیقی سے جا ملے۔

۲۹- سید وقار عظیم' نقوش' لاہور' سالنامہ جنوری ۱۹۷۷ء' صفحہ ۶۱۰

۳۰- طبع اول : اقبال اکادمی' کراچی' ۱۹۵۵ء

۳۱- قاضی احمد میاں اختر جوناگڑھی' اقبالیات کا تنقیدی جائزہ' گزارش : ز۔

۳۲- ایضاً۔ ۳۳- ایضاً گزارش : ۹

۳۴- ایضاً۔ ۳۵- مطبوعہ : بزم اقبال' لاہور' ۱۹۷۴ء

"ترجمانِ اسرار"

ترجمہ: (جسٹس) ایس اے رحمٰن

"ترجمانِ اسرار" کے عنوان سے جسٹس ایس۔ اے۔ رحمٰن (ولادت ۴۔ جون ۱۹۰۳ء وفات :۱۱ فروری ۱۹۷۹ء) نے علامہ اقبال کی مثنوی "اسرارِ خودی" کا منظوم اردو ترجمہ کیا۔ کتابی حجم کا یہ منظوم اردو ترجمہ مکتبۂ کارواں (ایبک روڈ) لاہور سے شائع ہوا۔

سید وقار عظیم نے رسالہ "نقوش" لاہور شمارہ ۲۱، ۲۲ (مئی ۱۹۵۲ء)-میں اس کتاب پر تبصرہ کیا (ص ۲۶۲- ۲۶۳) - وقار عظیم صاحب کی یہ مختصر تحریر، اُن کے کسی مجموعۂ مضامین میں شامل نہیں —— ذیل میں اس کم یاب نگارش کو محفوظ کیا جا رہا ہے۔

[ڈاکٹر سید معین الرحمٰن ۱۹۹۶ء]

○

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

علامہ اقبال کا شعر ان کے بہت سے شعروں سے زیادہ مشہور بھی ہے اور سیاق و سباق کے اختلاف کے ساتھ جہاں بھی پڑھا جاتا ہے بر محل معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے میرا جی چاہتا ہے کہ ان کی سب سے زیادہ معروف مثنوی اسرار خودی کے ترجمہ ترجمان اسرار' کے ذکر کی تمہید بھی اسی شعر کو بناؤں —— محض تبرکاً" نہیں بلکہ اس شدید احساس کی بنا پر کہ جیسی کتابوں کو آنکھ ترستی رہتی ہے اور دیکھنے کو نہیں ملتیں ترجمان اسرار' ایسی ہی ایک کتاب ہے۔ پہلی نظر میں جو چیز پڑھنے والے کو اپنی طرف متوجہ کرتی ہے وہ کتاب کی آب و تاب اور اس کا حسن ظاہر ہے۔ رنگین سرورق،

خوبصورت اور نظر افروز ٹائپ، سادہ اور دل نشین حاشیہ، متن اور حاشیہ میں صحیح فنی توازن اور حسن ذوق، یہ ساری چیزیں مل کر کتاب کو سادگی و پرکاری کا ایک ایسا مرقع بناتی ہیں جو ممکن نہیں کہ دیکھنے والے میں کتاب کو اپنا بنانے کا شوق پیدا نہ کرے۔ یہی شوق ناظر کو کتاب کے مطالعہ کی طرف مائل کرتا ہے اور جو چیز فوراً محسوس ہوتی ہے وہ اصل اور ترجمے کی بحروں کا فرق ہے۔ مترجم نے اپنے لئے اسرارِ خودی کی بحر کے بجائے بحر ہزج پسند کی ہے جو مقابلتاً" زیادہ مترنم ہے اور اس لئے ترجمہ کی نغمگی پہلے ہی وار میں پڑھنے والے کو اپنا صید بناتی ہے اور وہ تمہید کے یہ شعر پڑھ کر جھومنے لگتا ہے:

متاع شب کو لوٹا جس گھڑی سورج کی کرنوں نے
دیے چھینٹے رخ گل پر چمن میں میرے اشکوں نے
جگایا چشم نرگس کو مری آنکھوں نے رو رو کر
اگا سبزہ مری آواز سے بیدار ہو کر

لیکن وجد کی یہ ابتدائی کیفیت دور ہوتی ہے تو اس کی نظر دوسری چیزوں کی طرف جاتی ہے۔ پہلے تو وہ یہ سوچتا ہے کہ ترجمے کے لئے بحر کو بدلنے کی ضرورت آخر کیوں پیش آئی؟ اس کا ایک جواب تو یہی ہے کہ منتخب کی ہوئی بحر نسبتاً زیادہ مترنم ہے۔ بادی النظر میں دوسری وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ منتخبہ بحر میں ارکان کی تعداد زیادہ ہے اس لئے ترجمہ میں زیادہ الفاظ استعمال کرنے کی آزادی ہے۔ یہ دو چیزیں تو فائدہ کی ہیں لیکن اس فائدہ میں نقصان کے بھی بعض پہلو ہیں۔ پہلا تو یہ کہ جب مترجم پر ہر شعر کا ترجمہ کرتے وقت اصل سے زیادہ الفاظ استعمال کرنے کی پابندی عائد ہو جائے تو آزادی ہی اس کے پاؤں کی زنجیر بن جاتی ہے اور اسے ہر قدم پر یہ سوچنا پڑتا ہے کہ میں ترجمہ میں اصل کی حدوں سے آگے نہ بڑھ جاؤں، یا لفظوں کی کثرت اکثر جگہ ایسا بیان اختیار کرنے پر مجبور نہ کر دے جو اصل کی سادگی اظہار، روانی اور بے تکلفی سے محروم ہو۔

ترجمہ کا کام یوں بھی تصنیف کے کام سے کسی طرح آسان نہیں لیکن جب ترجمہ نظم میں ہو اور ترجمہ کا موضوع فلسفیانہ اور الٰہیاتی مسائل ہوں تو یہ کڑوا کریلا

اور بھی کڑوا اور کسیلا بن جاتا ہے ـــــ اسرار خودی کے ترجمہ میں ترجمہ کی یہ دو بنیادی دشواریاں پہلے ہی سے موجود تھیں، بحر کی تبدیلی نے اس دشواری کو دشوار تر بنا دیا لیکن ترجمہ ختم کر چکنے کے بعد پڑھنے والا پورے خلوص کے ساتھ یہ محسوس کرتا ہے کہ مترجم کے رچے ہوئے مذاق شعری اور ستھرے اسلوب بیان نے خار زار کو گلوں کا فرش بنانے کی خدمت انجام دی ہے ـــــ یہ اجمال تفصیل کا طالب ہے۔

اچھے ترجمے میں کم سے کم تین خوبیوں کا ہونا ضروری سمجھا جاتا ہے ـــــ اس میں روانی اور برجستگی کے ساتھ ساتھ یہ حسن ہو کہ پڑھنے والا اسے پڑھے، تو اس پر ترجمہ کا شبہ نہ ہو۔ ترجمے کا مجموعی تاثر اور فضا اثر انگیز ہو، وہ فکر اور تخیل میں اصل کی روح سے مطابقت رکھتا ہو۔ ان تین پہلوؤں سے ترجمان اسرار، کامیاب ترجمہ ہے۔ اور ناظر پورے ترجمے کے اکثر حصہ کو پڑھ کر وہی لطف اور اثر محسوس اور قبول کرتا ہے جو کسی طبع زاد تخلیق کا جوہر ہے۔ لفظوں کی فراوانی اور بحر کے پھیلاؤ نے کہیں کہیں فلسفیانہ مطالب کو اصل سے زیادہ قریب الفہم بنا دیا ہے۔ کہیں کہیں ترجمے کے مصرعوں میں اصل کے مقابلہ میں زیادہ لطف اور زیادہ ترنم ہے اور اکثر جگہ اصل کی اسپرٹ موجود ہے لیکن ان خوبیوں کے ساتھ ساتھ بعض چیزیں کھٹکتی بھی ہیں ـــــ کہیں کہیں مترادفات کے استعمال نے مفہوم میں تھوڑا بہت فرق پیدا کر دیا ہے، بعض جگہ لفظوں کی کثرت ناظر کو یہ سوچنے پر مجبور کرتی ہے کہ یہ لفظ یہ ترکیب یا یہ ٹکڑا محض خلا کو پر کرنے کے لئے لایا گیا ہے اور کبھی کبھی ترجمے کے ترنم اور نغمگی کے باوجود اس میں تاثیر کی وہ گہرائی نہیں جو صرف سادگی بیان کے لئے مخصوص ہے۔ یوں مجموعی حیثیت سے ان خامیوں کی کھٹک پر مترجم کا خلوص، ذوق صحیح اور قدرت بیان غالب ہے۔ اور اس نے فضا کے مجموعی تاثر کو بڑی ہمواری کے ساتھ قائم رکھا ہے۔ اسرار خودی جیسی نظم کے منظوم ترجمے میں اتنی کامیابی سزاوار تحسین بھی ہے اور قابل رشک بھی۔

[۱۹۵۴ء]

شذرات مُتعلق بہ اقبال از: سید وقار عظیم

"شذرات — متعلق بہ اقبال" اقبال پر وقار عظیم صاحب کی کوئی مستقل تحریر نہیں۔ اقبال یا اقبالیات کے بارے میں بعض استفسارات کا جواب دیتے ہوئے، یا اقبال سے قطع نظر اپنے دوسرے ادبی اور تنقیدی مقالات میں ضمناً" وقار عظیم صاحب نے اقبال کے بارے میں اگر کہیں اظہار خیال کیا ہے تو اسے بقید حوالہ اقتباس کر لیا گیا ہے۔ اس کام کی بجا آوری میں وقار عظیم صاحب کی ساری تحریریں لازماً پیش نظر نہیں رہیں، اس لیے ان متفرق تراشوں میں اضافے کی گنجائش سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ اقبال، یا اقبالیات کے سلسلے میں یہ آراء اگرچہ ضمناً" ظاہر کی گئی ہیں، لیکن ان پر وقار عظیم صاحب کی مانوس خوش بیانی اور منطقی خوش استدلالی کی مخصوص چھاپ ہر جگہ صاف دکھائی دیتی ہے۔ بعض صورتوں میں ان "شذرات" سے اقبال اور اقبالیات سے متعلق وقار عظیم صاحب کے نقطہ نظر پر روشنی پڑتی ہے یا اس کے آئینے میں اقبال پر کام کرنے کی نئی راہیں کھلتی۔ اس بنا پر یقین ہے کہ ان کا مطالعہ لطف سے خالی نہیں ہو گا اور اس کوشش کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جائے گا۔

[ڈاکٹر سید معین الرحمٰن]

○

"اقبال کے خطبات میں جس طرح کے مطالب اور مباحث آئے ہیں، اس سے پہلے اردو میں پیش نہیں کیے گئے اور اردو خواں طبقے کے سامنے انگریزی میں بھی ایسے مطالب کبھی نہیں آئے۔ اقبال کا اسلوب ایک ایسے آدمی کا ہے جو ہر بات کو فلسفی کی نظر سے دیکھتا ہے اور ہر مسئلے پر مفکر کی حیثیت سے غور کرتا ہے۔ بعض اوقات اس کے ذہن میں کچھ چیزیں محفوظ ہوتی ہیں، وہ ان کا اظہار بعض الفاظ کے ذریعے کرتا ہے۔ اپنی طرف سے تو وہ سمجھتا ہے کہ میں نے بات پوری طرح بیان کر دی، مگر کچھ چیزیں اس کے ذہن میں ہی رہتی ہیں، جو اس بات کا اصل پس منظر ہوتا ہے۔

چنانچہ اسی وجہ سے عام قاری انہیں سمجھنے میں دقت محسوس کرتا ہے۔ اس مشکل کو آسان بنانے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ اقبال کے کلام کے علاوہ، ان خطوں اور بیانات کو پڑھا جائے جو انہوں نے اپنے فلسفے کی توضیح و تشریح میں لکھے ہیں۔ دراصل یہ خطبات ایک دفعہ پڑھنے کے بعد تو واقعی سمجھ میں نہیں آتے، مگر دو چار بار پڑھنے سے ضرور سمجھ میں آ سکتے ہیں۔ ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم نے "فکر اقبال" میں خطبات اقبال کا جو خلاصہ دیا ہے وہ عام اردو قاری کے لیے بہت اچھا ہے۔

خطبات میں جو اصطلاحیں اردو ترجمے میں استعمال کی گئی ہیں، ان سے لوگ مانوس نہیں، انگریزی اصطلاح کا مفہوم بالعموم ذہن میں واضح ہوتا ہے، لیکن اردو کی اصطلاح کا مفہوم، اس کے متعلقات خود فراہم کرنے ہوتے ہیں اس لیے دقت ہوتی ہے۔ نذیر نیازی صاحب نے اقبال کے کہنے پر ہی ترجمہ شروع کیا تھا اور کچھ حصوں کا ترجمہ اقبال نے خود بھی دیکھا تھا۔ حال ہی میں مجلس ترقی ادب، لاہور نے خطبات اقبال کے ترجمے کا منصوبہ بنایا ہے۔ اس میں ہر خطبے کا ترجمہ الگ الگ آدمی سے کرایا جائے گا۔ ترجمہ کرنے والوں میں پروفیسر حمید احمد خاں اور ڈاکٹر محمد اجمل وغیرہ شامل ہیں۔ ایک باب کا ترجمہ میرے سپرد بھی کیا گیا ہے[1] —— اولاً اصطلاحات کے ترجمے متعین کیے جائیں گے اور پھر آخر میں پورا مسودہ دیکھ کر اسے یکساں اور درست کر لیا جائے گا، اس لیے امید ہے کہ ترجمے میں کوئی اجنبیت نہیں رہے گی۔"

(پروفیسر سید وقار عظیم سے ایک انٹرویو، رفیع الدین ہاشمی، یکم اپریل ۱۹۷۳ء)

"اقبال کی تاریخ پیدائش کے متعلق مختلف روایتیں ہیں —— ۱۸۷۵ء والی روایت تو خاصی کمزور ہے۔ میونسپل کمیٹی، سیالکوٹ کے رجسٹر پیدائش میں جو اندراجات ہیں، ان کے مطابق ۱۸۷۳ء کے سال میں دو لڑکوں کی پیدائش دکھائی گئی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ دونوں شیخ نور محمد کے لڑکے تھے اور ان میں سے ایک اقبال تھے۔ دونوں بچوں کی پیدائش کے درمیان دس مہینے کا وقفہ ہے اور یہ بات کچھ دل کو نہیں لگتی۔ اب اگر اس بات کی تحقیق

ہو جائے کہ ان دونوں میں سے ایک تو شیخ نور محمد کا لڑکا تھا اور دوسرا کسی اور نور محمد کا ـــــ تو پھر اقبال کا سال ولادت ۱۸۷۳ء ہی درست ہو گا ـــــ اس سلسلے میں ایک بات اور ہے اور وہ یہ کہ اقبال کی زندگی میں ۹۔ جنوری ۱۹۳۸ء کو ہندوستان بھر میں پہلا "یوم اقبال" منایا گیا۔ اس موقع پر لاہور انٹر کالجیٹ مسلم برادرہڈ کی طرف سے "مقالات یوم اقبال" نام کا جو مجموعہ چھپا' اس کے دیباچے میں کہا گیا تھا کہ اقبال نے زندگی کی پینسٹھ منزلیں طے کر لی ہیں۔[۲] اس حساب سے ان کا سن پیدائش ۱۸۷۳ء بنتا ہے۔ یہ بات اقبال کی زندگی ہی میں کہہ دی گئی تھی اور وہ اس پر خاموش رہے' گویا اس بات کو خود ان کی تائید بھی حاصل ہے' اس لحاظ سے تو ۱۸۷۳ء ہی درست ہے۔

اقبال نے اپنے پی ایچ۔ ڈی۔ کے مقالے کے شروع میں اپنے مختصر حالات زندگی لکھے ہیں' اس میں انہوں نے اپنے ہجری سن پیدائش کے ساتھ بریکٹ میں عیسوی سن ۱۸۷۶ء لکھ دیا مگر دونوں میں مطابقت نہیں' اس پر بہت بحث ہوئی ہے۔ اس معاملے میں تحقیق کرنے کے لیے "بزم اقبال" لاہور نے ایک کمیٹی مقرر کی تھی۔ اس کے تین چار اجلاس ہو چکے ہیں۔ اب فیصلہ ہوا ہے کہ نذیر نیازی صاحب اور محمد عثمان صاحب (سیکرٹری "بزم اقبال") سیالکوٹ جائیں اور وہاں بعض افراد خصوصاً علامہ اقبال کے خاندان کے افراد سے مل کر' سوالات کر کے تحقیق کریں اور پھر اس رپورٹ کی روشنی میں کمیٹی کوئی فیصلہ کرے گی۔ اندازہ ہے کہ اس میں تقریباً ایک ماہ لگے گا۔"[۳]

(سید وقار عظیم' ایضاً' گفتگو یکم اپریل ۱۹۷۳ء)

"اقبال کی وفات کو صرف پینتیس سال گزرے ہیں مگر اس عرصے میں اقبال پر اس قدر لکھا جا چکا ہے' جتنا غالب کی وفات کے پینتیس سال بعد تک یقیناً نہیں لکھا گیا تھا' بلکہ وہ اس کے مقابلے میں بہت ہی کم تھا۔ آپ یوں دیکھیے کہ اس عرصے میں اقبال کے مختلف پہلوؤں پر پنجاب یونیورسٹی میں ایم۔ اے کے چالیس پچاس کے قریب مقالات لکھے گئے۔ اس سے اندازہ

لگایا جا سکتا ہے تعلیم یافتہ نوجوانوں کو اقبال سے کتنی دلچسپی ہے۔ ظاہر ہے یہ کام شوق اور وابستگی کے بغیر نہ ہو سکتا ہے' نہ کرایا جا سکتا ہے۔ پھر آپ دیکھیں گے کہ اقبال اکیڈمی نے اقبال پر خاصی بڑی تعداد میں کتابیں شائع کی ہیں' البتہ یہ درست ہے کہ اقبال پر تحقیقی کام نہیں ہوا۔"

(ایضاً' گفتگو' یکم اپریل ۱۹۷۳ء)

"اقبالیات پر اب تک جو لٹریچر شائع ہوا ہے' اس میں ایک بات بڑی وضاحت سے طے کر دی گئی ہے کہ اقبال کا اسلام سے بڑا گہرا تعلق تھا اور انہوں نے قیام پاکستان پر بڑا زور دیا اور اس کی تخلیق میں ان کا بڑا دخل ہے۔" (ایضاً' یکم اپریل ۱۹۷۳ء)

"ہندوستان میں اقبال پر پی ایچ۔ ڈی کے چند مقالات لکھے گئے ہیں۔ ایک تو ڈاکٹر اکبر حسین قریشی کا مقالہ "تلمیحات و اشارات اقبال"[۴] ہے۔ دوسرے ڈاکٹر عبدالحق کے تحقیقی مقالے کے ایک حصے کا اضافہ شدہ متن "اقبال کے ابتدائی افکار"[۵] —— اس کے علاوہ بعض لوگ اقبال پر مسلسل لکھتے رہے ہیں جن میں رشید احمد صدیقی[۶]' آل احمد سرور[۷] ڈاکٹر یوسف حسین خان[۸]' جگن ناتھ آزاد[۹]' غلام السیدین مرحوم اور ڈاکٹر عابد حسین خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ پاکستان بن جانے کے بعد بھی اقبال سے ان کی وابستگی قائم ہے۔" (ایضاً' یکم اپریل ۱۹۷۳ء)

"اقبال پر بعض لوگ اس لیے بھی کھل کر نہیں لکھتے کہ اعتراضات کا خدشہ ہوتا ہے اور لوگوں کو ایسی باتیں اچھی نہیں لگتیں جن سے اقبال کی زندگی کا بے تکلفانہ پہلو سامنے آتا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ ان کے اندر انسانی کمزوریاں تھیں' مثلاً خان نیازالدین خاں مرحوم کے نام خطوں میں اقبال کبوتروں کا ذکر بڑے شوق اور دلچسپی کے ساتھ برابر کرتے ہیں —— اسی طرح جب میں "ماہ نو" میں تھا[۱۰] تو ایک بار مرزا جلال الدین سے ملاقات ہوئی' انہوں نے بتایا کہ میرے پاس اقبال سے متعلق بعض ایسی چیزیں ہیں جو اور کسی کے پاس نہ ہوں گی' مگر انہیں منظر عام پر لانا اس لیے مشکل ہے

کہ ہر طرف سے اعتراضات کی بوچھاڑ ہو گی۔ بات یہ ہے کہ اقبال ہمارا ہیرو ہے مگر جو لوگ ان کے بارے میں سچی بات کہتے ہوئے ڈرتے ہیں، شاید وہ سمجھتے ہیں کہ اس سے ان کی عظمت میں فرق آجائے گا۔ درحقیقت وہ اقبال کی عظمت کو نہیں پہچانتے۔ اقبال کی عظمت اس میں ہے کہ ان کی زندگی اور شخصیت کی سچی تصویر لوگوں کے سامنے پیش کی جائے۔"

(ایضاً، یکم اپریل ۱۹۷۳ء)

"ایک بار مجلس ترقی ادب (لاہور) نے طے کیا کہ دیہات میں اقبال کا کلام پہنچانے کے لئے اس کے ترجمے علاقائی زبانوں مثلاً پنجابی اور پشتو وغیرہ میں وسیع پیمانے پر شائع کیے جائیں ـــــ لیکن میرا خیال تھا کہ اقبال کی ایک ایک کتاب کا پورا ترجمہ شائع کرنے کے بجائے یہ زیادہ بہتر ہو گا کہ اقبال کے پورے کلام سے ایسے آسان حصے انتخاب کیے جائیں جو دیہاتیوں کے مزاج کے مطابق ہوں اور جسے وہ آسانی سے سمجھ سکیں۔ ان منتخب حصوں کے ترجمے ایک کتاب کی شکل میں شائع کیے جائیں تو یہ زیادہ مفید ہو گا۔ امید ہے کہ اس شکل میں کلام اقبال کی اشاعت کے لیے کوئی نہ کوئی ادارہ کچھ کام کرے گا۔"

(ایضاً، یکم اپریل ۱۹۷۳ء)

"اقبال پر مغربی شعراء اور مغربی مفکروں کے اثرات پر بھرپور تحقیق ہونی چاہیے۔ اس موضوع پر کافی لکھا گیا ہے مگر مزید گہرے تحقیقی مطالعے کی ضرورت ہے۔"

(ایضاً، یکم اپریل ۱۹۷۳ء)

"یہ بھی ضروری ہے کہ پاکستان کے لیے کلام اقبال کی اہمیت واضح کی جائے اور بتایا جائے کہ نوجوانوں کے لیے اور مسلمانوں کے لیے اقبال کا کیا پیغام ہے اور اس کی کیا اہمیت ہے، صرف اسی طرح مطالعہ اقبال کے تقاضے پورے ہو سکتے ہیں۔"

(ایضاً، یکم اپریل ۱۹۷۳ء)

"مجلس ترقی ادب (لاہور) نے ایک کام میرے سپرد کیا ہوا ہے اور وہ یہ کہ اقبال کی زندگی میں ان کی شخصیت اور فکر و فن پر جو مضامین شائع ہوئے، ان کا ایک اچھا سا انتخاب مرتب کر دوں، اس کے ساتھ مقدمہ ہو اور حواشی

بھی۔ میں ایسے مضامین کی تلاش کر رہا ہوں اور خاصا کام ہو چکا ہے۔[10] حواشی اور مقدمہ اس غرض سے لکھا جائے گا کہ اقبال کی شخصیت اور شاعری کے متعلق بعض باتوں اور اعتراضات کی وضاحت کی جائے۔[11] مثلاً اقبال کو "سر" کا خطاب ملا تو اس کی حمایت و مخالفت میں کئی مضمون لکھے گئے۔ اسی طرح "اسرار خودی" کی بحثوں پر مشتمل کئی خطوں میں بعض کتابوں کا حوالہ دیا' حواشی میں ان کی وضاحت ہو گی۔ غرض اس طرح کی وضاحتیں ہوں گی جو اقبال کے متعلق بہت سی باتوں کو سمجھنے میں مدد دیں گی۔"

(ایضاً' یکم اپریل ۱۹۷۳ء)

"یہ بہت ضروری ہے کہ اقبال کے خطوں پر حواشی لکھے جائیں۔ میں "اقبال ــــ معاصرین کی نظر میں" کے تحت جو مجموعہ مرتب کر رہا ہوں' اس میں میں نے حواشی کا اہتمام کیا ہے۔ مثلاً اقبال نے کہیں لکھا کہ فلاں کتاب میں یہ بات آئی ہے تو میں نے اس کتاب کا متعلقہ حصہ حاشیئے میں درج کر دیا' خطوں کو بھی اسی طرح مرتب ہونا چاہیے۔" (ایضاً' یکم اپریل ۱۹۷۳ء)

"حالی کے مسدس کی ایک حیثیت تو اس کا وہ تقدس ہے جو اس کے لئے بے لوث خلوص کی بنا پر اسے ملا ہے لیکن اس کی دوسری حیثیت اس کی وہ مقناطیسی کشش ہے جس نے حالی کے ہم عصروں اور ان کے بعد آنے والے شاعروں کو اپنی طرف کھینچا اور انہوں نے بھی مسلمان کے خوابوں اور اس کی آرزوؤں کو اپنی شاعری کا محور و مرکز بنایا اور یوں ملی شاعری کے پرخار و پرخطر سفر میں حالی کی مثال نے ایک سنگ میل اور اس کے سیل حوادث میں ایک روشنی کے مینار کا کام دیا۔

اس واضح سنگ میل اور اس روشن مینار نے شبلی' حسرت' ظفر علی خاں اور اقبال جیسے شاعروں کو شعر و سخن کی ایک نئی راہ دکھائی اور اس راہ پر چل کر ان شاعران ملت نے جو کچھ کہا' وہ مسلمان کی زندگی کے ہر دور کا آئینہ ہے۔ یہاں اس کا ماضی' حال اور مستقبل سب اپنے اصلی روپ میں دکھائی دیتا ہے۔ یہاں اس کے ماضی کا شکوہ' حال کی مایوسی اور اس کے مستقبل کی

آرزو ایک ہی زنجیر کی کڑیاں بن جاتی ہیں۔ لیکن ان چاروں شاعروں کی ملی شاعری کا انداز اور اسلوب ایک دوسرے سے الگ اور دائرہ فکر و خیال ایک دوسرے سے مختلف ہے ...." (فن اور فن کار' لاہور ۱۹۶۶ء ص ۲۴۷)

"اقبال کی ملی شاعری ایک بحر ناپیدا کنار ہے جو پوری حیات انسانی پر محیط ہے۔ اس کی شاعری کی بنیاد قرآن حکیم کی تعلیم اور رسول کریمؐ کے ان ارشادات و معمولات پر ہے جن سے ہر زمانے کا انسان اپنے لیے زندگی کا صحیح اور متوازن ضابطہ مرتب کر سکتا ہے۔ اقبال نے اسلام کے ماضی کی روشنی میں عہد حاضر کے مسلمانوں کو عمل کی وہ راہ دکھائی ہو اسے شرف و بزرگی کی اعلیٰ ترین منزل تک پہنچاتی ہے۔ اقبال نے مسلمان کو ایک بار پھر مسلمان اور نیابت الٰہی کا حقدار بننے کا فلسفہ سکھایا ہے اور یوں ان کی ملی شاعری' ملت کی آرزوؤں اور امنگوں کا آئینہ ہونے کے ساتھ ساتھ زندگی کا مربوط فلسفہ ہے جس کا رازداں بننے کے لیے انسان کو حکمت کے سمندروں کی غواصی کرنی پڑتی ہے۔" (فن اور فن کار' ص ۲۴۸)

"غزل خواہ میر کی ہو' خواہ درد' مصحفی ... مومن' غالب .... اقبال ... فراق اور فیض کی' شاعروں کے انفرادی مزاج اور طرز کی نمائندگی کرنے کے علاوہ' جس کیفیت میں مشترک ہے' اسے ہم نے تغزل کا نام دیا ہے اور خیال' جذبے اور بیان کی بعض جمالیاتی خصوصیتوں کو اس کی اساس ٹھہرایا ہے۔"

(فن اور فن کار' ۲۷۳)

"غزل کی روایت فارسی سے کیف و سرور کا سرمایہ فراہم کرتی ہوئی میر اور اقبال کے واسطے اور وسیلے سے جس حالت میں ہم تک پہنچی ہے اس میں جذبے کی شدت اور گہرائی' خیال کی وسعت اور پہنائی' تجربے کا تنوع اور ہمہ گیری' بیان کی لطافت اور نزاکت اور بہ حیثیت مجموعی مزاج کا لوچ اور لچک اس کی امتیازی خصوصیات ہیں۔ اس کے مزاج کی انہیں خصوصیات نے اسے ایک ایسی قائم اور باقی رہنے والی روایت دی ہے جس کا سلسلہ ... ایک مخصوص انداز میں میر سے شروع ہو کر اقبال تک پہنچتا ہے۔"

(قلمی مقالہ : غزل اور ناصر کاظمی)

"میر، غالب، حالی، اکبر اور اقبال کی شخصیتیں ہماری شاعری میں روایت اور تجربے کے امتزاج کی نمایاں مثالیں ہیں۔ یہ سب شاعر ارادتاً یا غیر ارادی طور پر اپنے آپ کو بدلتے ہوئے زمانے سے ہم آہنگ بنانے کی کوشش میں مصروف رہے ہیں۔ (مُغتنم روایتیں، نقوش، لاہور، شمارہ ۱۳، ص ۳۰)

"انتظار حسین کے یہ بارہ افسانے ("گلی کوچے") جس طرح فن کے نقطہ نظر سے تکلفات سے بری ہیں، کسی طرح بیان کے رسوم میں بھی ہر طرح آزاد ہیں۔ یہاں پر بڑی سے بڑی بات بھی اسی سادگی اور بغیر کسی اہتمام کے کہی جاتی ہے جیسے کوئی معمولی بات — غالب، میر اور اقبال کے شعروں کا کوئی مضمون اگر افسانہ نگار کی بات کے اظہار کے لیے سب سے اچھا وسیلہ ہے تو اس مضمون کو یوں اپنا لیا جاتا ہے، جیسے وہ اسی خاص محل کے لیے مخصوص تھا۔" (روزنامہ آفاق، لاہور، ۳۰ جون ۱۹۵۲ء، ص ۵)

"بعض شاعروں کے یہاں انیس کے رنگ کی جھلک ہے اور بہت سے شاعروں نے اقبال کے ملے جلے فکری اور رومانی انداز کو اپنایا ہے۔ اقبال نے نئی شاعری کو نمایاں فکری رجحان دیا جس میں انسان کی عظمت کے ذکر کو سب سے نمایاں حیثیت حاصل ہے۔

اس میں شک نہیں کہ اپنے اپنے مخصوص طرز میں احسان دانش، احمد ندیم قاسمی، جعفر طاہر، مصطفیٰ زیدی اور سجاد باقر رضوی انسان کے بلند رتبے کا ذکر بڑے جوشیلے اور حقیقت پسندانہ انداز میں اپنی نظموں میں بھی کرتے ہیں اور غزلوں میں بھی، لیکن بعض جگہ صاف معلوم ہوتا ہے، یہ خیال شاعروں نے اقبال سے لیا اور اسے اپنا بنا کر پیش کر دیا ہے۔ میں دو مثالوں پر اکتفا کرتا ہوں — جمیل ملک کے ان اشعار میں اقبال کی "پیام مشرق" والی آواز صاف سنائی دے رہی ہے:

یہ منظر، یہ روپ انوکھے، یہ شہ کار ہمارے ہیں
ہم نے اپنے خون جگر سے کیا کیا نقش ابھارے ہیں

صدیوں کے دل کی دھڑکن ہے ان کی جاگتی آنکھوں میں
یہ جو فلک پر ہنس مکھ جگ مگ، جگ مگ کرتے تارے ہیں
ایک ذرا سی بھول پہ ہم کو اتنا تو بدنام نہ کر
ہم نے اپنے گھاؤ چھپا کر تیرے کاج سنوارے ہیں
کچھ باتیں، کچھ راتیں، کچھ برساتیں، اپنا سرمایہ
ماضی کے اندھیارے میں یہ جلتے دیپ ہمارے ہیں

دوسری آواز، احمد فراز کی ہے جو اپنے عہد میں پیامِ اقبال کی ناقدری دیکھ کر تڑپ اٹھتا ہے اور پیمبرِ مشرق کے حضور میں اپنے دردِ دل کا حال یوں پیش کرتا ہے:

خیال تھا کہ شکستِ قفس کے بعد بھی ہم
ترے پیام کے روشن چراغ دیکھیں گے

رہے گا پیشِ نظر تیرا آئنہ جس میں
ہم اپنے ماضی و فردا کے داغ دیکھیں گے

مگر جو حال طلوعِ سحر کے بعد ہوا
جو تیرے درس کی تحقیر ہم نے دیکھی ہے

بیاں کریں بھی تو کس سے، کہیں تو کس سے کہیں
جو تیرے خواب کی تعبیر ہم نے دیکھی ہے

عروجِ عظمتِ آدم تھا مدعا تیرا
مگر یہ لوگ نقوشِ فنا ابھارتے ہیں

کس آسمان پہ ہے تو اے پیمبرِ مشرق
زمیں کے زخم تجھے آج بھی پکارتے ہیں

''عظمتِ آدم کا یہ تصور ہمارے شاعروں کو میر اور غالب کی شاعری سے بھی ملا ہے، لیکن اس کی تکمیل کلام اقبال میں ہوئی اور اقبال نے اس عظمت کو جس ذات میں مجسم دیکھا وہ رسول مقبول ﷺ کی ذات تھی۔

پاکستان کے قیام کے بعد شاعری میں دینی احساس نے جو مختلف صورتیں اختیار کیں ان میں حمد بھی ہے، نعت بھی اور منقبت بھی لیکن نعت ہماری نظم اور غزل کا مستقبل موضوع بن گئی ہے، اس لیے کہ یہاں اقبال کی عظمت آدم تصور اور عشق رسولؐ ایک دوسرے میں جذب ہو گئے اور ہمارے شاعروں نے آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی کا ذکر ایسے والہانہ انداز میں کیا کہ نعت، تغزل کی معراج بن گئی۔''

(اردو ادب کے بیس سال، المعارف، لاہور، جنوری، فروری ۱۹۶۸ء ص ۳۸۔ ۳۹)

''میں اقبال کو محض مفکر نہیں، مفکر شاعر، بہت بڑا مفکر مانتا ہوں جس نے شاعری کو اظہار کا وسیلہ بنایا اور شاعری کے سارے تقاضے پورے کیے۔''

(نقوش، لاہور، شمارہ ۲۲، جنوری ۱۹۷۷ء ص ۶۱۰)

''علامہ اقبال سے پروفیسر حمید احمد خاں کے علاوہ اور بھی بہت سے لوگ ملے اور شاید وقت اور مدت کے اعتبار سے دیکھا جائے تو بعض صاحبان ایسے ہوں گے جن کا زیادہ وقت اقبال کے ساتھ گزرا لیکن وہ اپنے بیانات میں وہ گہرا تاثر پیدا نہیں کر سکے جو حمید احمد خان نے کیا تو اس کی وجہ بھی تو کچھ ہے؟ میں جو تجربہ کر سکا ہوں، حمید احمد خاں مرحوم میں اہم اور غیر اہم کے درمیان امتیاز کرنے کی غیر معمولی صلاحیت تھی، عام طور پر یہ ہوتا ہے کہ لوگ بڑی چیزوں پر نظر رکھتے ہیں، چھوٹی چیزوں کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ حمید احمد خاں کی نظر بڑی چیزوں پر ہوتی تھی مگر اس سے زیادہ ان کی نظر چھوٹی چیزوں پر ہوتی تھی اور اسی کا نتیجہ ہے کہ اقبال کی لفظی تصویر بھی اتنی ہی مکمل ہے جتنی کہ اور یادیں اور ملفوظات۔''

(اقبال کی شخصیت اور شاعری، ٹی وی ریکارڈنگ جون ۱۹۷۵ء)

"اقبال کو سمجھنے کے لیے جن باتوں کی ضرورت ہے وہ بدرجۂ اتم پروفیسر حمید احمد خاں میں موجود تھیں۔ فلسفے پر ان کی گہری نظر، اسلامی تاریخ سے گہرا شغف اور ادب کے ساتھ اور خصوصیات کے ساتھ انگریزی ادب، فارسی ادب، اور اردو ادب، تینوں سے یکساں تعلق اور یکساں شغف اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اقبال کے کلام کو وہ جس طرح سمجھتے ہیں اور جس طرح اس کا تجزیہ کرتے ہیں وہ صرف اسی شخص کے لیے ممکن ہے جو ان تینوں زبانوں کے ادب پر ایک گہری عالمانہ نظر رکھتا ہو۔"

(اقبال کی شخصیت اور شاعری، ٹی وی ریکارڈنگ، جون ۱۹۷۵ء)

"حیاتِ جاوید" کے بارے میں شبلی کا ایک قول ہے کہ وہ مدلل مداحی ہے۔ حمید احمد خاں صاحب نے بے شک اقبال کی مدح کی ہے لیکن مدلل مدح — یہ ان کا اسلوب ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ مدح کر رہے ہیں لیکن وہ مدح اتنی صریح ہوتی ہے اور صحیح ہوتی ہے اور حق بجانب ہوتی ہے اور اتنی دلائل پر مبنی ہوتی ہے کہ کوئی ان پر یہ الزام نہیں لگا سکتا کہ انہوں نے وکالت کی — تو سب سے بڑی خوبی وکالت کی یہی ہے کہ وکالت ہوتے ہوئے بھی دیانت کو ترک نہیں کرتے۔"

(اقبال کی شخصیت اور شاعری، ٹی وی ریکارڈنگ، جون ۱۹۷۵ء)

"پروفیسر حمید احمد خاں کی کتاب "اقبال کی شخصیت اور شاعری" کے مضامین کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ لکھنے والے کو اگرچہ اقبال سے گہری عقیدت ہے لیکن اس عقیدت کے باوجود، اقبال کی شخصیت کا جو تصور ان مضامین کو پڑھ کر ابھرتا ہے وہ حقیقت پسندانہ رہتا ہے، اس لیے یہ بڑا قابلِ قدر اضافہ ہے اقبالیات میں۔"

(اقبال کی شخصیت اور شاعری، ٹی وی ریکارڈنگ، جون ۱۹۷۵ء)

حواشی :

۱- پروفیسر حمید احمد خاں (وفات ۲۲ مارچ ۱۹۷۴ء) اور پروفیسر سید وقار عظیم (۱۷ نومبر ۱۹۷۶ء) کی رحلت سے خطبات کے ترجمے کا یہ منصوبہ ناتمام رہ گیا۔

۲- "حضرت علامہ مرحوم کو تو دنیا کے ہر کونے سے ... زندگی کی پینسٹھ منزلیں طے کرنے پر مبارکباد کے خطوط اور تار موصول ہوئے۔" (محمد شفیع' مقالات یوم اقبال' لاہور' صفحہ ۷)

۳- اقبال کی تاریخ ولادت کا صحیح تعین کرنے کے لیے حکومت پاکستان نے وفاقی سیکرٹری تعلیم ڈاکٹر محمد اجمل کی سرکردگی میں جو تحقیقاتی کمیٹی قائم کی تھی' اس نے روزنامہ نوائے وقت' لاہور کی اشاعت مورخہ ۲ فروری ۱۹۷۴ء کے مطابق ۹ نومبر ۱۸۷۷ء کی توثیق کی ہے۔ (مرتب)

۴- شائع کردہ : انجمن ترقی اردو (ہند) علی گڑھ' ۱۹۷۰ء۔

۵- شائع کردہ : مسعود احمد' پہاڑ پور' مچھلی شہر' جون پور' مارچ ۱۹۶۹ء۔

۶- اقبال' شخصیت اور شاعری (رشید احمد صدیقی)' اقبال اکادمی' لاہور' ۱۹۷۶ء۔

۷- عرفان اقبال (آل احمد سرور) مرتبہ : زہرا معین' مطبوعہ' تخلیق مرکز' شاہ عالم مارکیٹ' لاہور' ۱۹۷۷ء۔

۸- حافظ اور اقبال (ڈاکٹر یوسف حسین خاں) : صفحات ۴۲۲' ۱۹۷۶ء۔

۹- اقبال اور مغربی مفکرین (جگن ناتھ آزاد) : اکتوبر ۱۹۷۶ء۔

۱۰- سید وقار عظیم : مدیر ماہ نو' کراچی ۱۹۴۷ء۔ جنوری ۱۹۵۰ء۔

۱۱- یہ انتخاب "اقبال — معاصرین کی نظر میں" کے نام سے کتابی صورت میں شائع ہو چکا ہے۔ ناشر: مجلس ترقی ادب' لاہور' طبع اول : دسمبر ۱۹۷۳ء صفحات : ۵۴۳۔

۱۲- مقدمہ : صفحہ ۱۱- ۲۴ حواشی : ۴۳۳- ۵۰۳۔

ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی

اقبالیات کے ایک ممتاز معلم

(۱)

ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی تیس بتیس برس سے تعلیم و تدریس کے شعبے سے متعلق ہیں۔ شہر اقبال لاہور میں آئے ہوئے انہیں ستائیس برس ہو چلے۔ وہ گزشتہ بیس برس سے کسی نہ کسی حیثیت سے پنجاب یونیورسٹی شعبہ اردو سے وابستہ ہیں اور پچھلے دس برس سے بالخصوص وہ یونیورسٹی میں صرف اقبالیات ہی کا پرچہ پڑھا رہے ہیں۔ صدیقی صاحب نے بیسیوں نوخیز اور ذہین متعلمین کو مطالعہ اقبال کی راہ پر لگایا اور انہیں اقبال پر تحقیقی اور تنقیدی کام کی راہیں سمجھائیں اور اس طرح نژاد نو میں اقبال سے دل بستگی کی ایک ایسی لہر پیدا کی جس پر ہر طرح فخر کیا جا سکتا ہے اور جو بجا طور پر قابل رشک بھی ہے۔

ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی یکم اپریل ۱۹۲۰ء کو موضع پٹیلا (Pataila) ضلع سلطان پورہ (یو۔ پی) انڈیا میں پیدا ہوئے۔ بیس برس کی عمر میں انہوں نے ۱۹۴۱ء میں الہ آباد یونیورسٹی سے ایم۔ اے (فارسی) کیا۔ چار سال .... بعد ۱۹۴۵ء میں انہوں نے آگرہ یونیورسٹی سے ایم۔ اے (اردو) کے امتحان میں نمایاں کامیابی حاصل کی۔ ۱۹۴۵ء ہی میں شعبہ اردو فارسی کے استاد کی حیثیت سے چھتیس گڑھ کالج رائے پور، سی۔ پی (موجودہ مدھیا پردیش) میں صدیقی صاحب کا تقرر ہو گیا۔ ۱۹۵۰ء تک وہ اس خدمت پر مامور رہے ۱۹۵۰ء میں وہ لاہور چلے آئے اور یہاں آتے ہی وہ اسلامیہ کالج کے شعبہ اردو و فارسی سے منسلک ہو گئے ۱۹۵۸ء میں جب یہ کالج دو حصوں میں تقسیم ہوا تو اسلامیہ کالج سول لائنز میں شعبۂ اردو کی سربراہی کی خدمت صدیقی صاحب کے سپرد ہوئی۔

کم و بیش اسی زمانے میں ڈاکٹر سید عبداللہ کی فرمائش پر صدیقی صاحب نے یونیورسٹی اورینٹل کالج کے شعبۂ اردو کی تدریسی ذمہ داریوں میں حصہ لینا شروع کیا۔ دسمبر ۱۹۶۳ء میں انہیں باقاعدہ یونیورسٹی اورینٹل کالج لاہور کے شعبۂ اردو میں بطور لیکچرار لے لیا گیا ۱۹۷۰ء میں وہ اسسٹنٹ پروفیسر اور جولائی ۱۹۷۷ء میں وہ ایسوسی ایٹ پروفیسر کے منصب پر فائز ہوئے ۱۹۶۷ء میں صدیقی صاحب نے پروفیسر سید وقار عظیم کی زیر نگرانی ڈپٹی نذیر احمد کے احوال و آثار پر تحقیقی کام کر کے پی ایچ۔ ڈی کی سند فضیلت حاصل کی۔ ان کا یہ تحقیقی مقالہ ۱۹۷۱ء میں مجلسِ ترقی ادب لاہور کی جانب سے شائع ہوا اور اس پر داؤد ادبی انعام عطا کیا گیا۔ یہ ملک میں تحقیق و تنقید ادب کا سب سے بڑا ادبی انعام اور اعزاز ہے۔

ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی کے بعض دوسرے مطبوعات و مرتبات کی تفصیل یہ ہے:

۱۔ فسانۂ مبتلا	(ترتیب و مقدمہ)	۱۹۶۱ء
۲۔ توبۃ النصوح	(ترتیب و مقدمہ)	۱۹۶۴ء
۳۔ کلیاتِ نظمِ حالی، جلد اول	(ترتیب)	۱۹۶۸ء
۴۔ کلیاتِ نظمِ حالی، دوم	(ترتیب)	۱۹۷۰ء
۵۔ کلامِ حکیم	(مجموعہ خلیفہ عبدالحکیم)	۱۹۷۳ء
۶۔ جواہرِ حالی	(انتخاب)	۱۹۷۵ء

ترتیب و تدوین کے ان کارہائے نمایاں کے علاوہ ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی نے پروفیسر حمید احمد خاں اور پروفیسر سید وقار عظیم کے ایما پر "شذراتِ فکر اقبال" کے نام سے علامہ اقبال کی انگریزی ڈائری Stray Reflections کا اردو ترجمہ بھی کیا۔ یہ کتاب مجلسِ ترقیِ ادب لاہور سے ۱۹۷۳ء میں شائع ہوئی۔ ترجمہ ایک باقاعدہ فن ہے اور صدیقی صاحب کو اس فن میں خاص دسترس حاصل ہے۔ پروفیسر ایم۔ ایم شریف مرحوم نے مختلف مواقع پر صدیقی صاحب سے تراجم کا بہت کام لیا۔ یہاں اقبال سے متعلق ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی صاحب کے بعض تراجم اور مقالات و مضامین وغیرہ کی تفصیل بے محل نہیں ہو گی:

۱۔ اقبال کا نظریۂ ابلیس (ترجمہ) مشمولہ: فلسفۂ اقبال، مطبوعہ ۱۹۵۷ء

۲۔ اقبال کا فلسفہ خودی (ترجمہ) مشمولہ : فلسفۂ اقبال، مطبوعہ ۱۹۵۷ء

۳۔ اقبال اور نذیر احمد کے فکری روابط، جشن نما اورینٹل کالج لاہور دسمبر ۱۹۷۲ء

۴۔ کلامِ اقبال میں رجائیت کے مختلف پہلو

(i) فولیو، مجلّہ ایف۔ سی۔ کالج، لاہور ۷۴-۱۹۷۳ء

(ii) فکر و نظر، اسلام آباد ۱۹۷۴ء

۵۔ "معرکۂ دین و وطن" فکر و نظر، اسلام آباد ۱۹۷۴ء

۶۔ اقبال کے نظریۂ شعر میں خونِ جگر کی علامتی حیثیت، مجلّہ گورنمنٹ کالج سیالکوٹ ۱۹۷۵ء

۷۔ کلامِ اقبال میں رومانیت اور کلاسیکیت

(i) اورینٹل کالج میگزین لاہور، جلد ۴۸ شمارہ ۳، ۴ ستمبر دسمبر ۱۹۷۲ء

(ii) مشمولہ و منتخبہ "اقبال بحیثیت شاعر" (رفیع الدین ہاشمی) ۱۹۷۷ء

۸۔ "اقبال کا تصورِ زمان و مکان" (تبصرہ) صحیفہ، لاہور جنوری فروری ۱۹۷۶ء

ان تحریری اور تصنیفی کاموں کے علاوہ اقبالیات کی تدریس ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی کا ایک بڑا امتیاز ہے۔ پنجاب یونیورسٹی میں اقبالیات کی تدریس کے لیے صدیقی صاحب کو اقبالیات ہی کے ایک دوسرے نامور عالم پروفیسر سید وقار عظیم نے بطور خاص تیار کیا۔ وقار عظیم صاحب ۱۹۵۰ء سے ۱۹۷۰ء تک یونیورسٹی میں اقبالیات اور افسانوی ادب کے معلم اور مدرس رہے۔ اپنی سبکدوشی سے تین چار برس پہلے وقار عظیم صاحب نے مطالعۂ اقبال سے صدیقی صاحب کے گہرے شغف کی بنا پر، انہیں اقبالیات کے پرچے میں اپنے شریک کار کے طور پر منتخب کیا اور ان سے اقبالیات کی تدریس کا کام لینا شروع کیا۔ ستمبر ۱۹۷۰ء میں وقار عظیم صاحب یونیورسٹی سے ریٹائر ہوئے تو اقبالیات کے پورے پرچے کی تدریس تنہا ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی کے سپرد ہوئی۔ یوں گویا وہ ایک طرح سے اپنے قابلِ احترام استاد کے جانشین ٹھہرے۔

اقبالیات کی تدریس ہی کے ضمن میں ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی کا سب سے بڑا اور نمایاں کارنامہ وہ تحقیقی اور تنقیدی مقالات (تھیسس) ہیں جو اقبال کے فکر و فن پر طلبا اور طالبات نے ان کی رہبری اور راہنمائی میں لکھے اور جن پر پنجاب یونیورسٹی نے

ایم- اے (اُردو) کی سند تفویض کی ـــ ۱۹۵۰ء سے پنجاب یونیورسٹی میں ایم- اے (اردو) کی جماعتوں کا اجرا ہوا' ان ستائیس برسوں میں شعبہ اردو اورینٹل کالج لاہور میں اقبال سے متعلق ایم- اے کے کل اکاون مقالات لکھے گئے ہیں-(۱) ان میں سے سترہ مقالات ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی کی زیر نگرانی ترتیب دیئے گئے' باقی چونتیس مقالات بہ تفصیل ذیل ان چھ اساتذہ کی نگرانی میں تحریر ہوئے:

۱- پروفیسر سید وقار عظیم	۱۶ مقالات
۲- ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار	۶ مقالات
۳- ڈاکٹر وحید قریشی	۵ مقالات
۴- ڈاکٹر سید عبداللہ	۲ مقالات
۵- ڈاکٹر عبیداللہ خاں	۲ مقالات
۶- ڈاکٹر ناظر حسن زیدی	۲ مقالات
۷- ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم	ایک مقالہ

ان اعداد و شمار سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ شعبۂ اردو' پنجاب یونیورسٹی میں اقبال پر ہونے والے تحقیقی اور تنقیدی کام کی نگرانی کا ایک تہائی بار' تنہا ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی نے اٹھایا اور دربارۂ خاص وہ پروفیسر سید وقار عظیم صاحب کے سچے اور پرجوش پیروکار ہیں ـــ وقار عظیم صاحب نے اپنے حینِ حیات اقبال کے فکر و فن پر سولہ تحقیقی و تنقیدی مقالات کی رہنمائی کی- پنجاب یونیورسٹی سے وقار عظیم صاحب کے زمانۂ وابستگی (۱۹۷۰ء) تک برعظیم پاک و ہند کی کسی بھی یونیورسٹی کے کسی بھی استاد نے اقبال پر وقار عظیم صاحب سے زیادہ تحقیقی کام کی رہبری نہیں کی-

ملک میں اور بالخصوص خطہ پنجاب میں مطالعۂ اقبال کا جتنا اور جیسا صحیح مذاق وقار عظیم صاحب کے طفیل عام ہوا اب اس کی کوئی دوسری مثال اگر پیش کی جا سکتی ہے تو وہ وقار عظیم صاحب ہی کی تربیت یافتہ اور فیض صحبت کی حامل ڈاکٹر افتخار صدیقی صاحب کی بابرکات ذات ہے-

پنجاب یونیورسٹی کے شعبۂ اردو سے وقار عظیم صاحب کی منصبی وابستگی (دسمبر ۱۹۷۰ء) تک صدیقی صاحب نے اقبال کے بارے میں صرف دو مقالات تیار کرائے تھے

اب یہ تعداد سترہ تک پہنچ گئی ہے۔ یعنی خود وقار عظیم صاحب سے بھی بقدر ایک کے زیادہ! اسی لیے میں یہ کہتا ہوں کہ صدیقی صاحب، وقار عظیم صاحب کے قابلِ فخر اور پُرجوش پیروکار ہیں۔ اقبالیات سے ان کا انہماک قابلِ رشک ہے۔ ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی کی نگرانی میں اقبال پر لکھے گئے مقالات کی تفصیل یہ ہے:

	مقالہ نگار	صفحات
۱۔ اقبال اور عشقِ رسولؐ	خادم حسین تجمل سلیمی، ۱۹۶۹ء	۲۵۴
۲۔ اقبال اور ہسپانیہ	مظفر حسین وڑائچ، ۱۹۶۹ء	۱۶۳
۳۔ "ضربِ کلیم" کا فکری و فنی تجزیہ	محمد رمضان زاہد، ۱۹۷۱ء	۲۲۸
۴۔ اقبال اور تہذیبِ مغرب	تابندہ نذیر، ۱۹۷۱ء	۱۵۴
۵۔ اقبال کے معاشی تصورات	منظور الاسلام، ۱۹۷۱ء	۲۰۱
۶۔ اقبال کی شخصیت اور شاعری مکاتیب کے آئینے میں	عتیق الرحمان، ۱۹۷۲ء	۲۴۷
۷۔ مثنوی "اسرار خودی" کا تنقیدی مطالعہ	طاہرہ عطا، ۱۹۷۲ء	۲۰۲
۸۔ سہ ماہی "اقبال" کی وضاحتی فہرست (جنوری ۱۹۶۸ء تا اپریل ۱۹۷۴ء)	نیّر برلاس، ۱۹۷۳ء	۱۲۹
۹۔ اقبال کے افکار و نظریات خطوط کے آئینے میں	حسن بانو، ۱۹۷۳ء	۳۸۶
۱۰۔ اقبال کا نظریۂ فن	نبیلہ صمد، ۱۹۷۳ء	۱۸۴
۱۱۔ اقبال کے اردو کلام میں طنز و مزاح	سعادت سلطانہ، ۱۹۷۴ء	۱۳۶
۱۲۔ اقبال کے اردو کلام میں اماکن	ناہید سلطانہ، ۱۹۷۴ء	۲۹۱
۱۳۔ اقبال اور کشمیر	مہ جبین، ۱۹۷۴ء	۱۰۸
۱۴۔ اقبال اور ترکی	شفیق احمد، ۱۹۷۵ء	۲۷۶
۱۵۔ کلام اقبال میں رومانی عناصر	فاخرہ گیلانی، ۱۹۷۵ء	۱۵۶

۱۶- اقبال کے افکار و نظریات ملفوظات کے آئینے میں	شائستہ خانم، ۱۹۷۵ء	۳۵۰
۱۷- سہ ماہی "اقبال ریویو" کی وضاحتی فہرست (جنوری ۱۹۶۸ تا اکتوبر ۱۹۷۵ء)	ثمینہ ناز، ۱۹۷۵ء	۲۶۱

یہ سب مقالات اردو انگریزی میں ٹائپ کرائے گئے ہیں اور مقالے کے مروجہ سائز ۱۸ × ۸/۲۲ میں خوبصورت جلد بندی کے بعد یونیورسٹی کو پیش کیے گئے ہیں۔ یہ مقالات بیشتر مجھے پنجاب یونیورسٹی لائبریری (لاہور) سے اور بعض صورتوں میں خود مقالہ نگاروں یا صدیقی صاحب کے ذاتی ذخیرۂ کتب سے مطالعے کے لیے میسر آئے۔

[فروری مارچ ۱۹۷۸ء]

(۲)

افتخار احمد صدیقی صاحب لکھتے ہیں:

"۱۹۵۰ء میں جب میں پاکستان آیا تو فارسی و اردو زبان میں ادب میں ایم۔ اے کی اسناد کے علاوہ چھتیس گڑھ ڈگری کالج رائے پور، سی پی (موجودہ مدھیہ پردیش میں پانچ چھ سال کا تدریسی تجربہ بھی رکھتا تھا، لہٰذا مجھے اسلامیہ کالج، ریلوے روڈ (لاہور) میں جگہ مل گئی .... سول لائنز میں قدیم ڈی۔ اے۔ وی کالج کا جو مشترکہ وسیع کیمپس تھا، وہ موثر سعی و کوشش سے انجمن حمایت اسلام (لاہور) کی تحویل میں آیا اور وہاں آرٹس و سائنس کی ڈگری کلاسوں کا انتظام کیا گیا، چونکہ میں ڈگری کلاسوں کو پڑھاتا تھا، لہٰذا میں بھی "سول لائنز (اسلامیہ) کالج لاہور" میں منتقل ہو گیا" ".... یہاں آنے کے بعد، میں اسلامیہ کالج، سول لائنز کی نمائندگی کے لئے پنجاب یونیورسٹی (لاہور) کے بین الجامعی تدریسی نظام کے تحت، یونیورسٹی اورینٹل کالج (لاہور) میں ایم۔ اے (اردو) کی جماعتوں کو پڑھانے جاتا تھا، جہاں پروفیسر وقار عظیم صاحب، سینئر استاد کی حیثیت سے "فکشن" (ناول، افسانہ، ڈراما) کے علاوہ "اقبالیات" بھی پڑھاتے تھے۔ کلام اقبال سے خاص شغف اور

''اقبالیات'' سے خصوصی لگاؤ دیکھ کر وقار عظیم صاحب نے مجھے اقبالیات کے پرچے میں اپنے ساتھ شریک کر لیا اور کچھ عرصے بعد اقبالیات کے تحقیقی مطالعے کی طرف مائل کیا—— اسی زمانے میں اقبال کے صد سالہ جشن ولادت کے سلسلے میں جو نیشنل کمیٹی قائم کی گئی تھی، اس کے رکن کی حیثیت سے وقار عظیم صاحب نے میرے لیے ''اقبال کے فکری و فنی ارتقا'' کا موضوع متعین کرا لیا——یونیورسٹی گرانٹس کمیشن کے فیلوشپ کی مدت صرف ایک سال تھی لہٰذا یہ مقالہ صرف تین ادوار تک محدود رہا۔''

[ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی ''پیش لفظ'' فروغِ اقبال'' ۱۹۹۶ء، ص ۷-۸]

○

اقبال پر ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی کا سب سے زیادہ قابلِ قدر کام اور کارنامہ ''عروج اقبال'' ہے۔ یہ کتاب ۱۸۷۷ء سے ۱۹۰۸ تک ''اقبال کی شخصیت اور فکر و فن کے ارتقاء کے دور بہ دور جائزے پر مشتمل ہے —— یہ صدیقی صاحب کا وہ مقالہ ہے جو ۷۹-۱۹۷۸ء میں یونیورسٹی گرانٹس کمیشن کے لیے انہوں نے ''اقبال سینئر ریسرچ فیلو'' کی حیثیت سے تالیف کیا اور پھر مناسب ترمیم و اضافے کے بعد ۱۹۸۷ء میں بزم اقبال' لاہور کی جانب سے شائع ہوا (ص ۴۳۴)۔ ''عروج اقبال'' پر ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی کو صدارتی ایوارڈ ملا۔

○

''۳۱- مارچ ۱۹۸۰ء کو مجھے پنجاب یونیورسٹی (لاہور) کی ملازمت سے سبک دوش ہونا تھا۔ ۱۵- مارچ سے اسلامیہ یونیورسٹی بہاول پور نے صدر شعبہ اردو اور ڈین آرٹس فیکلٹی کی حیثیت سے (پنج سالہ معاہدے پر) میری خدمات حاصل کر لیں ——'' (پیش لفظ عروج اقبال، ص گیارہ) ''دو سال بعد'' بہ تقاضائے ضرورت'' ڈین- سائنس فیکلٹی کی انتظامی ذمہ داریاں مجھے سونپی گئیں، اس طرح تین سال مجھے کانٹوں میں الجھنا پڑا —— اور میرا تحقیقی کام التوا میں پڑا رہا——''

[ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی پیش لفظ' فروغ اقبال' ۱۹۹۶ء، ص ۹]

"فروغِ اقبال" کے عنوان سے ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی' کا تازہ ترین تالیفی کام ۱۹۹۶ء میں منظرِ عام پر آیا—— دس ابواب پر مشتمل یہ کتاب' اقبال اکادمی پاکستان نے شائع کی ہے (ضخامت ۵۵۲ صفحات)۔ دعا ہے کہ خدا افتخار احمد صدیقی صاحب کو اسی طرح سرگرمِ کار رکھے اور اُن کی توجہ سے مطالعۂ اقبال کی راہیں روشن ہوتی رہیں۔

[جولائی ۱۹۹۶ء]

ذیلی حاشیہ :

۱۔ تفصیلی کوائف کے لیے رجوع کیجئے "جامعات میں اقبال کا تحقیقی اور تنقیدی مطالعہ" از ڈاکٹر سید معین الرحمن مطبوعہ : نیشنل کمیٹی برائے صدسالہ جشن ولادت علامہ اقبال' ۱۹۷۷ء

"شاد اقبال"

مکاتیبِ اقبال کا پہلا مجموعہ

اقبال کے انتقال کے چار برس بعد ان کے اردو خطوں کا پہلا مجموعہ "شاد اقبال" کے نام سے سامنے آیا۔[1] ڈاکٹر محی الدین قادری زور اس کے مرتب ہیں۔ یہ کشن پرشاد شاد اور اقبال کی باہمی مراسلت کا مجموعہ ہے۔ اس میں بحیثیت مجموعی ۱۰۱ خط شامل ہیں۔ ۴۹ خط اقبال کے اور ۵۲ شاد کے مکتوبہ ہیں۔

اقبال کے یہ ۴۹ خط ۱۹۱۶ء سے ۱۹۲۶ء تک کی دہائی پر پھیلے ہوئے ہیں۔ ان میں سے پہلا نومبر ۱۹۱۶ء کا لکھا ہوا ہے۔ اس پر مہینہ "اکتوبر" لکھا گیا ہے جو صحیح نہیں۔ دیکھیے اقبال کے نام شاد کا خط ص ۴) اقبال کے آخری خط پر ۲۸ دسمبر ۱۹۲۶ء کی تاریخ ثبت ہے۔ مجموعے کا آخری خط شاد کا ہے جو ۴ جنوری ۱۹۲۷ء کا مکتوبہ ہے۔ سنین وار تفصیل حسب ذیل ہے:

سال	اقبال	شاد
۱۹۱۶ء	۵	۵
۱۹۱۷ء	۱۸	۱۵
۱۹۱۸ء	۵	۶
۱۹۱۹ء[2]	۷	۸
۱۹۲۲ء	۵	۴
۱۹۲۳ء	۵	۹
۱۹۲۴- ۱۹۲۶ء	۴	۴
۱۹۲۷ء	-	۱
	۴۹	۵۲

شاد کے نام اقبال کے ان خطوں کے بارے میں آلِ احمد سرور نے لکھا ہے کہ:

"یہ خط اقبال کی پوری شخصیت کو سمجھنے کے لیے زیادہ مفید نہیں"[۳]

لیکن اس سے قطع نظر کہ یہ اقبال کے خطوں کا پہلا مجموعہ ہے' اس مجموعے کی اپنی ایک اہمیت ہے۔ اس سے اقبال کی بعض موعودہ تصانیف کا سراغ ملتا ہے' اقبال کی بعض تصانیف اور نگارشات کے صحیح پس منظر اور زمانہ تحریر و طباعت کا پتہ چلتا ہے۔ اقبال کی سیرت و شخصیت' ان کے مزاج' ان کی روحانیت و عبادت' اعتقادات اور اہل اللہ سے ان کی غیر معمولی عقیدت احاطۂ علم میں آتی ہے۔ زندگی کی بعض نجی تفصیلات سامنے آتی ہیں' بعض آرزوؤں اور امنگوں پر روشنی پڑتی ہے اور اکبر الہ آبادی' مولانا ظفر علی خاں' جوش ملیح آبادی اور بعض دیگر شخصیات کے بارے میں اقبال کی رائے کا پتہ چلتا ہے۔

معنوی اور صوری اہمیت کا حامل یہ مجموعہ اب عام طور پر دستیاب نہیں' اس لیے خطوط اقبال سے بعض اقتباسات بے محل نہ ہوں گے:

"اس تنہائی میں ... ایک نظم کے خیالات یا پلاٹ ذہن میں آئے جس کا نام ہو گا "اقلیم خموشاں۔" یہ نظم اردو میں ہو گی اور اس کا مقصود یہ دکھانا ہو گا کہ مردہ قومیں دنیا میں کیا کرتی ہیں۔ ان کے عام حالات و جذبات و خیالات کیا ہوتے ہیں۔۔۔" (یکم اکتوبر ۱۹۱۶ء ص ۳)

"اقلیم خموشاں" تیار ہو جائے تو سرکار کی خدمت میں ارسال کروں۔[۴] مقصود "اقلیم خموشاں" سے محشر ہے' نہ کہ دیدار الٰہی نصیب ہو کہ یہ موقوف بہ محشر ہے:

طالب دیدار محشر کا تمنائی ہوا
وہ سمجھتے ہیں کہ جرم ناشکیبائی ہوا

(اکتوبر ۱۹۱۶ء' ص ۲)

"فقہ اسلام میں اس وقت ایک مفصل کتاب بزبان انگریزی زیر تصنیف ہے جس کے لیے میں نے مصر و شام سے مسالہ جمع کیا ہے جو انشاء اللہ بشرط زندگی شائع ہو گی اور مجھے یقین ہے کہ اپنے فن میں ایک بے نظیر کتاب ہو گی۔ میرا ارادہ ہے کہ اس کتاب کو تفصیل مسائل کے اعتبار سے ایسا ہی بناؤں گا جیسی کہ امام سفی کی مبسوط ہے جو ساٹھ جلدوں میں لکھی گئی

تھی۔"

(۱۵ اپریل ۱۹۱۷ء، ص ۴۶)

"مثنوی ("اسرارِ خودی" کے) تیسرے حصے کا بھی آغاز ہو گیا ہے۔ یہ ایک قسم کی نئی منطق الطیر ہو گی۔" (یکم فروری ۱۹۱۸ء، ص ۷۹)

"میرا ارادہ راماین کو اردو میں لکھنے کا ہے۔ سرکار کو معلوم ہو گا کہ مسیح جہانگیری نے راماین کے قصے کو فارسی میں نظم کیا ہے۔ افسوس ہے کہ وہ مثنوی کہیں سے دستیاب نہ ہوئی مگر سرکار کے کتب خانے میں ہو تو کیا چند روز کے لیے عاریتاً مل سکتی ہے؟ میرے خیال میں اس کا تتبع کرنا بہتر ہو گا۔" (۲۵ اپریل ۱۹۱۹ء، ص ۱۰۲)

"لاہور سے ایک ماہ کی غیر حاضری کا مقصد... محض آرام تھا۔ لاہور کورٹ میں تعطیل تھی، کچہری بند تھی اور میں چاہتا تھا کہ کسی جگہ جہاں لوگ میرے جاننے والے نہ ہوں چلا جاؤں اور تھوڑے دنوں کے لیے آرام کروں ... اس واسطے ایک گاؤں چلا گیا، جہاں ویسی ہی گرمی تھی جیسی لاہور میں مگر آدمیوں کی آمد و رفت نہ تھی۔ اس تنہائی میں مثنوی اسرار خودی کے حصہ دویم کا کچھ حصہ لکھا گیا... بس یہ (ہے) ... میری تنہائی کی کائنات" (یکم اکتوبر[۵] ۱۹۱۶ء، ص ۳)

"میرا عقیدہ تھا اور ہے کہ مثنوی (اسرارِ خودی) کا پڑھنا اس ملک کے لوگوں کے لیے مفید ہے۔"

(۲۰ جنوری ۱۹۱۸ء، ص ۷۷)

"اس مثنوی کا دوسرا حصہ "رموزِ بے خودی" زیرِ طبع ہے۔ فروری یا مارچ میں شائع ہو جائے گا تو آپ کے ملاحظے کے لیے ارسال ہو گا۔"

(یکم فروری ۱۹۱۸ء، ص ۷۹)

"میں فارسی مثنوی کے دوسرے حصے کی تکمیل میں مصروف ہوں۔ اس کا نام "رموز بے خودی" ہو گا۔ یونیورسٹی امتحانوں کا کاغذات سے فرصت ہو گئی ہے۔ امید ہے کہ اب جلد ختم ہو جائے گا۔" (۱۹ مئی ۱۹۱۷ء، ص ۴۸)

"دو تین روز میں مثنوی رموز بے خودی یعنی اسرار خودی کا دوسرا حصہ خدمت عالی میں مرسل ہو گا۔ کتاب چھپ کر تیار ہے۔ آپ کے لیے جلد (باندھنے) کو دی ہے۔ جس روز جلد گر کے پاس سے آئے، اسی روز ارسال خدمت ہو گی۔" (۱۰ اپریل ۱۹۱۸ء، ص ۸۲)

"کئی دن گزر گئے میں نے ایک عریضہ ارسال خدمت کیا تھا اور ساتھ ہی اس کے ایک نسخہ مثنوی رموز بے خودی کا بھی ڈاک میں ڈالا تھا، مگر نہ خط کا جواب ملا، نہ مثنوی کی رسید۔" (۱۱ جون ۱۹۱۸ء، ص ۸۴)

"میں نے دو سال کا عرصہ ہوا تصوف کے بعض مسائل سے کسی قدر اختلاف کیا تھا اور وہ اختلاف ایک عرصے سے صوفیائے اسلام میں چلا آتا ہے، کوئی نئی بات نہ تھی مگر افسوس ہے کہ بعض ناواقف لوگوں نے میرے مضامین کو تصوف کی دشمنی پر محمول کیا۔ مجھے تو اس اختلاف کے ظاہر کرنے کی بھی ضرورت نہ تھی۔ محض اس وجہ سے کہ (اپنی) پوزیشن کا واضح کرنا ضروری تھا کہ خواجہ صاحب نے مثنوی اسرار خودی پر اعتراض کیے تھے.... اور اس بات کا اندیشہ تھا کہ خواجہ صاحب کے مضامین کا اثر اچھا نہ ہو گا، اس واسطے مجھے اپنی پوزیشن صاف کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ ورنہ کسی قسم کے بحث مباحثے کی مطلق ضرورت نہ تھی، نہ بحث کرنا میرا شعار ہے۔" (۲۰ جنوری ۱۹۱۸ء، ص ۷۷)

"انگلستان کے پروفیسر نکلسن جنہوں نے دیوان شمس تبریز" کا انگریزی ترجمہ کیا ہے (کشف المحجوب، حضرت علی ہجویری" کا بھی انہیں بزرگ نے انگریزی ترجمہ کیا ہے)، مجھ سے "اسرار خودی" کا انگریزی ترجمہ کرنے کی اجازت چاہتے ہیں مگر کوئی نسخہ مثنوی کا ان کے پاس نہیں۔ جو ہے انہوں نے کہیں سے عاریتاً لیا ہے۔ آج ان کا خط آیا ہے، جس میں وہ مثنوی کا نسخہ مانگتے ہیں لطف یہ ہے کہ میرے پاس اس کا کوئی نسخہ نہیں، سوائے ایک نسخے کے جس پر میں نے بہت سی ترمیم کر رکھی ہے جو دوسرے ایڈیشن کے لیے

ہے۔ مجھے یاد ہے کہ میں نے سرکار کی خدمت میں چند نسخے ارسال کیے تھے، غالباً آپ نے اپنے احباب میں تقسیم کر دیا ہو گا۔ اگر کوئی کاپی باقی رہ گئی ہو اور سرکار کو اس کی ضرورت نہ ہو تو مرحمت فرمایئے۔ میں نہایت شکر گزار ہوں گا اور پروفیسر صاحب کو لکھ دوں گا کہ نسخہ سرکار سے دستیاب ہوا ہے۔"

(یکم فروری ۱۹۱۸ء، ص ۷۹)

"سرکار نے میرے خطاب کے متعلق جو کچھ سنا ہے، صحیح ہے۔ یہ اسرار خودی کا انگریزی ترجمہ ہونے اور اس پر یورپ اور امریکہ میں متعدد ریویو چھپنے کا نتیجہ ہے۔"

(۲۴ جنوری ۱۹۲۳ء، ص ۱۳۵)

"تصنیف و تالیف کا سلسلہ ایک عرصے سے جاری ہے۔ علم الاقتصاد[۶] پر اردو میں سب سے پہلے مستند کتاب میں نے لکھی۔"

(۱۵ اپریل ۱۹۱۷ء، ص ۴۵)

"انگریزی میں چھوٹی چھوٹی تصانیف کے علاوہ ایک مفصل رسالہ فلسفہ ایران پر بھی لکھا ہے جو انگلستان میں شائع ہوا تھا۔"[۷]

(۱۵ اپریل ۱۹۱۷ء، ص ۴۵، ۴۶)

"حال میں ایک اردو غزل لکھی تھی ... عشق ہو مصلحت اندیش تو ہے خام ابھی"

(۱۹ مئی ۱۹۱۷ء، ص ۴۸)

"پیام مشرق" جو میں نے جرمنی کے مشہور شاعر گوئٹے کے "دیوان مغربی" کے جواب میں لکھا ہے، چھپ رہا ہے۔ انشاء اللہ اس کی کاپی پیش کروں گا۔ مجھے یقین ہے کہ سرکار اسے پسند فرمائیں گے۔"

(۱۹ مارچ ۱۹۲۳ء، ص ۱۳۹)

"اقبال دو ہفتے سے علیل ہے ... حالت علالت میں میری چند فارسی نظموں کا مجموعہ جو "پیام مشرق" کے نام سے موسوم کیا گیا ہے، شائع ہوا۔ میں نے پبلشر کو پہلے ہی لکھ رکھا تھا کہ سرکار کی خدمت میں فوراً اس کا ایک نسخہ ارسال کرے۔ امید کہ سرکار والا تک یہ کتاب پہنچی ہو گی۔"

(۱۸ مئی ۱۹۲۳ء، ص ۱۴۷)

"مخبر دکن سے معلوم ہوا ہے کہ حیدر آباد ہائی کورٹ کی ججی کے لیے چند نام حضور نظام خلد اللہ ملکہ کے سامنے پیش کیے گئے ہیں جن میں سے ایک نام خاکسار کا بھی ہے۔ اس خیال سے کہ میرا نام اور ناموں کے ساتھ پیش ہوا اور یہ ایک قسم کا مقابلہ ہے۔ چند امور آپ کے گوش گزار کرنا ضروری ہے جن کا علم ممکن ہے سرکار کو نہ ہو۔ ممکن ہے کہ حضور نظام، ان امور کے متعلق سرکار سے استفسار فرمائیں۔

اس جگہ کے لیے فلسفہ دانی کی چنداں ضرورت نہیں۔ تاہم یہ کہنا ضروری ہے کہ اس فن میں، میں نے ہندوستان اور یورپ کے اعلیٰ ترین امتحان انگلستان (کیمبرج)، جرمنی (میونک) یونیورسٹیوں کے پاس کیے ہیں۔ انگلستان سے واپس آنے پر لاہور گورنمنٹ کالج میں مجھے فلسفے کا اعلیٰ پروفیسر مقرر کیا گیا تھا، یہ کام میں نے اٹھارہ ماہ تک کیا، اور یہاں کی اعلیٰ ترین جماعتوں کو اس فن کی تعلیم دی۔ گورنمنٹ نے بعد ازاں یہ جگہ مجھے آفر بھی کی مگر میں نے انکار کر دیا۔ میری ضرورت گورنمنٹ کو کس قدر تھی، اس کا اندازہ اس سے ہو جائے گا کہ پروفیسری کے تقرر کی وجہ سے میں صبح کچہری نہ جا سکتا تھا۔ ججان ہائی کورٹ کو گورنمنٹ کی طرف سے ہدایت کی گئی کہ میرے تمام مقدمات دن کے پچھلے حصے میں پیش ہوا کریں۔ چنانچہ اٹھارہ ماہ تک اسی پر عملدرآمد ہوتا رہا...

اس عہدہ کے لیے جو حیدر آباد میں خالی ہوا ہے، غالباً عربی دانی کی زیادہ ضرورت ہو گی، اس کے متعلق یہ امر سرکار کے گوش گزار کرنا ضروری ہے کہ عربی زبان کے امتحانات میں، پنجاب میں اول رہا ہوں۔ انگلستان میں مجھ کو عارضی طور پر چھ ماہ کے لیے لندن یونیورسٹی کا عربی کا پروفیسر مقرر کیا گیا تھا۔ واپسی پر پنجاب اور الہ آباد کی یونیورسٹیوں میں عربی اور فلسفے میں بی۔ اے اور ایم۔ اے کا ممتحن مقرر کیا گیا، اور اب بھی ہوں۔ امسال الہ آباد یونیورسٹی کے ایم۔ اے فلسفہ کے دو پرچے میرے پاس تھے۔ پنجاب میں بی۔ اے کی فارسی کا ایک پرچہ اور ایم۔ اے فلسفہ کے دو پرچے میرے پاس

ہیں۔ علاوہ ان مضامین کے میں نے پنجاب گورنمنٹ کالج میں علم اقتصاد' تاریخ اور انگریزی بی۔ اے اور ایم۔ اے کی جماعتوں کو پڑھائی ہے اور حکام بالا دست سے تحسین حاصل کی ہے۔"

(۱۵ اپریل ۱۹۱۷ء' ص ۴۴ - ۴۵)

"سرکار کے قریب اور ظل عاطفت میں رہنے کا خیال مدت سے دامن گیر ہے... میں نے ... ہمیشہ اپنے آپ کو حالات کے اوپر چھوڑ دیا ہے ... اس وقت بھی قلب کی کیفیت یہی ہے کہ جہاں اس کی رضا لے جائے گی' جاؤں گا۔ دل میں یہ ضرور ہے کہ اگر خدا کی نگاہ انتخاب نے مجھے حیدر آباد کے لیے چنا ہے تو یہ انتخاب میری مرضی کے بھی عین مطابق ہے گویا بالفاظ دیگر بندہ و آقا کی رضا اس معاملے میں کلی طور پر ایک ہے۔"

(۱۸ مارچ ۱۹۱۷ء' ص ۱۸)

"حیدری صاحب نے ... مجھے قانون کی پروفیسری پیش کی ہے اور یہ پوچھا ہے کہ اگر پرائیویٹ پریکٹس کی بھی ساتھ اجازت ہو تو کیا تنخواہ لو گے۔ مجھے یہ معلوم نہیں کہ میر مجلسی' عدالتِ عالیہ کی خالی ہے ... اگر ایسا ہو جائے تو میں اسے قانون کی پروفیسری اور پریکٹس پر ترجیح دوں گا... اگر سرکار اسے مناسب تصور فرمائیں تو یہ اب وقت ہے کہ انہوں نے خود ملازمت کے لیے مجھے لکھا ہے ... آپ سے حیدری صاحب ملیں تو بر سبیلِ تذکرہ ان کی توجہ اس طرف دلائیں ... بہرحال یہ سب کچھ سرکار کی رائے پر منحصر ہے۔ اقبال' خواہ لاہور میں (ہو)' خواہ حیدر آباد میں' خواہ مریخ ستارے میں' وہ غیر محسوس روحانی پیوند' جو اس کو سرکار سے ہے انشاء اللہ العزیز قائم رہے گا۔ نہ وقت اسے دیرینہ کر سکتا ہے' نہ تعلقات اسے کمزور کر سکتے ہیں۔ مجھے تو حیدر آباد آنے کی سب سے بڑی خوشی اس امر کی ہے کہ سرکار سے اکثر ملاقات ہوا کرے گی اور سرکار کے علمی و ادبی مشاغل سے گونہ رابطہ رہے گا۔ باقی رہی اقبال کی بیرسٹری یا اور کوئی ہنر' جو اس بے ہنر میں ہے' وہ سب آپ کی خدمت کے لئے وقف ہے۔ اگر یہ بندہ ناچیز وہاں قیام پذیر ہو

گیا اور حالات زمانہ نے مساعدت کی تو انشاء اللہ' اقبال شاد کے کام آئے گا۔"

(۱۴ اگست ۱۹۱۷ء' ص ۶۱ - ۶۲)

"پرسوں رات خواب میں دیکھا کہ سرکار کی طرف سے ایک والا نامہ ملا' جس کی ہیئت و صورت ایسی ہے جیسے خریطۂ شاہی ہو۔ تعبیر اس خواب کی تو معلوم نہیں مگر... شاد کی طرف سے اقبال کو شاہی خریطۂ آئے' یہ بات خالی از معنی نہیں۔ انتظار شرط ہے اور اللہ کی رحمت ہمارے خیالوں سے وسیع تر ہے... کیا عجب کہ ایک ہی وقت میں بہت سی امیدیں پوری ہو جائیں:

کرم اے شہ عرب و عجم کہ کھڑے ہیں منتظرِ کرم
وہ گدا کہ تو نے عطا کیا ہے جنہیں دماغِ سکندری

(یکم فروری ۱۹۱۸ء' ص ۷۸ - ۷۹)

"میرے مقدر کے دانوں کی آپ کو تلاش ...ہے تو ممکن ہے مل جائیں۔ اگرچہ بظاہر کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ سرکار مدارالمہام ہوتے تو اس قدر جستجو گوارا کرنے کی مطلق ضرورت نہ ہوتی۔ اگر زمانے نے مجھے آپ کے آستانے پر لا ڈالا تو میری عین سعادت مندی ہے۔ اس وقت دوستانہ و نیاز مندانہ مہر و وفا کا ثبوت دے سکوں گا۔" (۱۰ اپریل ۱۹۱۸ء' ص ۸۲)

"گرما کی تعطیلوں میں حیدر آباد کا سفر آسان تھا اور اب' یہ سفر قریباً دو ہزار روپیہ کے نقصان کا مترادف ہے۔ اگر حیدری صاحب کے خطوط سے کوئی امید خاص میرے دل میں پیدا ہوئی (ہوتی) تو میں اس نقصان کا متحمل ہو جاتا لیکن اس وقت تک جو خطوط ان کی طرف سے آئے ہیں' ان میں کوئی خاص بات نہیں' سوائے اس کے کہ انہوں نے مجھ سے تنخواہ کے بارے میں استفسار کیا تھا' جس کا جواب میں نے ان کو دے دیا تھا۔ علاوہ اس کے مجھے اور ذرائع سے معلوم ہوا کہ ابھی میری وہاں ضرورت بھی نہیں۔ حیدری صاحب اس وقت مجھے صرف اس واسطے بلاتے ہیں کہ یونیورسٹی سے متعلق مجھ سے گفتگو کریں اور نیز ملاقات کے لیے' اور کوئی غرض ان کے

خطوط سے معلوم نہیں ہوتی۔ محض، اس غرض سے کہ وہ مجھ سے یونیورسٹی اسکیم کی مفصل گفتگو کر سکیں، یا محض ان کی ملاقات کے لیے، میں اپنے موجودہ حالات میں اس قدر اخراجات کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ میں نے نہایت صاف دلی سے ان کی خدمت میں یہ لکھ بھی دیا ہے۔ گرمی کی تعطیلوں میں آتا تو صرف آمد ورفت کے اخراجات تھے، انکم کے فقدان کا اندیشہ نہ تھا۔ اب، جب کہ عدالتیں کھل گئی ہیں تو صورت حال مختلف ہو گئی ہے۔ اس وقت میرا یہ خیال تھا کہ اگر وہاں کوئی صورت پیدا نہ ہو سکی تو کم از کم سرکار کے آستانے کی حاضری ہی سہی، لیکن اب ان حالات میں جب کہ حیدری صاحب کے خطوط کسی قسم کی امید پیدا نہیں کرتے بلکہ محض تفنن طبع کے لیے حیدر آباد کی دعوت دیتے ہیں، اس قدر نقصان برداشت کرنا امکان سے باہر ہے۔"

(۷ اکتوبر ۱۹۱۷ء، ص ۶۶)

"حیدری صاحب تو اقبال کو بلاتے بلاتے رہ گئے۔ یونیورسٹی کے کاغذات ان کی طرف سے کبھی کبھی آ جاتے ہیں کہ یہیں سے مشورہ لکھوں۔ ادھر مولوی عبدالحق صاحب اصطلاحات علمیہ کی ایک طویل فہرست ارسال کرتے ہیں کہ ان کے تراجم اردو پر تنقید کرو۔ گویا ان بزرگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ اقبال کو کوئی اور کام نہیں۔ ترجمہ کرنے والوں کو معقول تنخواہیں دے کر بلایا ہے تو یہ کام بھی انہیں سے لینا چاہیے۔ اصل میں یہی حصہ ان کے کام کا مشکل ہے۔ میرا جذب دل تو بوڑھا ہو گیا۔ آپ کا جذبہ تو بفضلہ ابھی جوان ہے اور ہمیشہ رہے گا، پھر کیوں اقبال کو وہاں نہیں کھینچ لیا جاتا؟"

(۲۰ جنوری ۱۹۱۸ء، ص ۷۷ - ۷۸)

"پہاڑ جانے کے لیے سامان موجود تھا، مگر صرف اسی قدر کہ تنہا جا سکوں۔ تنہا جا کر ایک پر فضا مقام میں آرام کرنا اور اہل و عیال کو گرمی میں چھوڑ جانا بعید از مروت معلوم ہوا۔ اس واسطے (نہ گیا)۔"

(یکم اکتوبر ۱۹۱۶ء، ص ۳)

"اقبال کا شعار ہمیشہ سے محبت و خلوص رہا ہے اور انشاء اللہ رہے گا۔ اغراض کا شائبہ خلوص کو مسموم کر دیتا ہے اور خلوص وہ چیز ہے کہ اس کو محفوظ و بے لوث رکھنا (میری) زندگی کا مقصود اعلیٰ ....ہے۔"

(۵ جنوری ۱۹۱۷ء، ص ۲۳)

"میں نے اب تک اپنے معاملات میں ذاتی کوشش کو بہت کم دخل دیا ہے۔ ہمیشہ اپنے آپ کو حالات کے اوپر چھوڑ دیا ہے اور نتیجے سے خواہ وہ کسی قسم کا ہوا، خدا کے فضل و کرم سے نہیں گھبرایا۔"

(۱۸ مارچ ۱۹۱۷ء، ص ۳۸)

"بحث کرنا میرا شعار (نہیں) ہے بلکہ جہاں کہیں بحث ہو رہی ہو، وہاں سے گریز کرتا ہوں۔"

(۲۰ جنوری ۱۹۱۸ء، ص ۷۷)

"(میں) پولٹیکل جلسوں میں کبھی شریک نہیں ہوا کرتا۔"

(۱۵ دسمبر ۱۹۱۹ء، ص ۱۱۲)

"سرکار نے میرے خطاب کے متعلق جو کچھ سنا ہے، صحیح ہے۔ دنیوی نقطہ نگاہ سے یہ ایک قسم کی عزت ہے، مگر ہر عزت فقط اللہ کے لیے ہے۔"

(۲۴ جنوری ۱۹۲۳ء، ص ۱۳۵)

"سردی آ رہی ہے۔ صبح چار بجے، کبھی تین بجے اٹھتا ہوں، پھر اس کے بعد نہیں سوتا، سوائے اس کے کہ مصلے پر کبھی اونگھ جاؤں۔"

(۳۱ اکتوبر ۱۹۱۶ء، ص ۶)

"بندۂ روسیاہ کبھی کبھی تہجد کے لیے اٹھتا ہے اور بعض وقت تمام رات بیداری میں گزر جاتی ہے۔ اس وقت عبادت الٰہی میں بہت لذت حاصل ہوتی ہے۔"

(۱۱ جون ۱۹۱۸ء، ص ۸۵)

"میں روزے رکھتا ہوں، مگر عید کے احساس مسرت سے محروم۔"

(۲۷ جولائی ۱۹۱۷ء، ص ۶۰)

"تین چار ماہ ہوئے کہ ارادہ مصمم سفر حیدر آباد کا کر لیا تھا، مگر استخارہ کیا تو اجازت نہ ملی، خاموش رہا۔"

(۵ جنوری ۱۹۱۷ء، ص ۲۳)

''میری ذاتی قوت فیصلہ ناتواں ہے۔'' (۲۷ جولائی ۱۹۱۷ء ص ۵۹)

''لڑکا دہلی کالج میں پڑھتا ہے۔ ذہین و طباع ہے' مگر کھیل کود کی طرف زیادہ راغب ہے۔ آج کل اس فکر میں ہوں کہ اس کو کہیں مرید کرا دوں یا اس کی شادی کر دوں کہ' اس کے ناز میں نیاز پیدا ہو جائے۔''

(۷ مارچ ۱۹۱۷ء' ص ۳۴)

''ایک مدت ہوئی سلسلۂ خط و کتابت سے محروم ہوں۔ اس عرصے میں بہت سے آلام و مصائب کا شکار رہا۔ بیوی کا انتقال ہو گیا' جس سے اب تک قلب پریشاں ہے۔ دوسری بیوی کے ہاں خدا کے فضل و کرم سے لڑکا ہوا' جس سے کسی قدر تلافی ہوئی۔ خدائے تعالیٰ کا شکر ہے۔ خوشی ہو یا غم' سب کچھ اسی کی طرف سے ہے اور:

ہرچہ از دوست می رسد نیکوست

بچے کا نام جاوید رکھا گیا ہے۔'' (۲۲ دسمبر ۱۹۲۴ء' ص ۱۶۴)

''اب کے میں خود بھی اہلِ لاہور کے اصرار سے پنجاب کونسل کے الیکشن میں گرفتار تھا۔ الحمدللہ کہ تین ہزار کی مجارٹی سے کامیاب ہوا۔''(۸)

(۲۸ دسمبر ۱۹۲۶ء' ص ۱۷۳)

''کل لاہور میں عجیب و غریب نظارہ تھا یعنی ہوائی جہاز اڑائے گئے۔ تمام دن زن و مرد اس نظارے کو دیکھنے کے لیے کوٹھوں پر اور میدانوں میں جمع ہو گئے۔ مگر:

ہوا میں تیرتے پھرتے ہیں تیرے طیارے
مرا جہاز ہے محرومِ بادباں' پھر کیا!

(۲۳ فروری ۱۹۱۷ء' ص ۳۱)

''فی زمانہ شرفائے ہند کی لڑکیوں کے بر کا معاملہ بہت نازک ہو گیا ہے۔''

(۲۹ دسمبر ۱۹۲۲ء' ص ۱۲۷)

''سرکار نے اقوام ہند کے متعلق جو کچھ بھی فرمایا ہے' بجا ہے۔ جو مسائل انسان حل نہ کر سکے' اب معلوم ہوتا ہے' قدرت خود انہیں حل کرنا چاہتی

ہے۔"

(۲۵ اپریل ۱۹۱۹ء، ص ۱۰۲)

"وہ جس کا وجود سینکڑوں ہزاروں کی آنکھوں کے لیے ٹھنڈک ہے، اللہ تعالیٰ کی غیرت کبھی گوارا نہ کرے گی کہ اس کے نور نظر (کی) چشم (کو) زخم پہنچے۔"

(۲۹ ستمبر ۱۹۲۳ء، ص ۱۳۹)

"انسانی قلب کے لیے اس سے بڑھ کر زبوں بختی اور کیا ہو سکتی ہے کہ اس کا خلوص پروردہ اغراض و مقاصد ہو جائے۔"

(۷ مارچ ۱۹۱۷ء، ص ۳۳)

"امارت، عزت، آبرو، جاہ و حشم عام ہے۔ مگر دل ایک ایسی چیز ہے کہ ہر امیر کے پہلو میں نہیں ہوتا۔"

(۷ مارچ ۱۹۱۷ء، ص ۳۳)

"امور کے فیصلے آسمان پر ہوتے ہیں۔ زمین پر محض ان کا اشتہار دیا جاتا ہے۔"

(۲۶ فروری ۱۹۱۹ء، ص ۹۵)

"بطن گیتی میں بھی نہ معلوم کیا کیا حوادث پوشیدہ ہیں۔"

(۲۶ فروری ۱۹۱۹ء، ص ۹۵)

"ہر آدمی اپنے خیالات کا بندہ ہے۔"

(۲۰ جنوری ۱۹۱۸ء، ص ۷۷)

"کشمیر جانے کا قصد تھا، مگر یاران طریقت ہم سفر نہ ہو سکے۔ اکیلے سفر کرنا اقبال سے ممکن نہیں:

اکیلے لطفِ سیرِ وادیٔ سینا نہیں آتا

(۷ اکتوبر ۱۹۱۹ء، ص ۱۰۸)

"دنیا بھی خوب ہے، کوئی شخص اپنی تدبیر کی ناکامی ماننے کو تیار نہیں۔"

(۲۲ دسمبر ۱۹۲۴ء، ص ۱۶۳)

"لاہور میں کچھ عرصے سے ایک بہت بڑے ایرانی عالم مقیم ہیں یعنی سرکار علامہ شیخ عبدالعلی طہرانی۔ معلوم نہیں کبھی حیدر آباد میں بھی ان کا گزر ہوا یا نہیں۔ عالم تبحر ہیں۔ مذہباً" شیعہ ہیں مگر مطالب قرآن بیان فرماتے ہیں تو سمجھنے سوچنے والے لوگ حیران رہ جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ علم جفر میں کمال رکھتے ہیں۔ کبھی کبھی ان کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا ہوں۔ اگر اس موسم میں سرکار لاہور کا سفر کریں تو خوب ہو کہ یہ آدمی دیکھنے کے قابل ہے۔"

(۳۱ اکتوبر ۱۹۱۶ء، ص ۷)

"۲۸ فروری کو دہلی جانے کا قصد ہے۔ وہاں سے ممکن ہوا تو سرکار خواجہ میں بھی حاضر ہوں گا۔ اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔ خواجہ حسن نظامی رفیق راہ ہو گئے تو کیا عجب کہ:

"دلِ بیتاب جا پہنچے دیارِ پیرِ سنجر میں
میسر ہے جہاں درمانِ دردِ ناشکیبائی!"

(۲۶ فروری ۱۹۱۹ء، ص ۹۵)

"دہلی تو گیا تھا اور وہ دفعہ حضرت خواجہ نظام الدینؒ کی درگاہ پر بھی حاضر ہوا تھا۔ مگر افسوس کہ "پیر سنجر" کے دربار میں حاضر نہ ہو سکا۔ انشاء اللہ پھر جاؤں گا اور اس آستانے کی زیارت سے شرف اندوز ہو کر واپس آؤں گا۔"

(۲۹ مارچ ۱۹۱۹ء، ص ۱۸)

"آج کل لاہور میں سلطان کی سرائے میں ایک مجذوبہ نے بہت لوگوں کو اپنی طرف کھینچا ہے۔ کسی روز ان کی خدمت میں بھی جانے کا قصد ہے۔"

(۷ مارچ ۱۹۱۷ء، ص ۳۴)

"ایاک نعبد" تو کوچ کر گئے۔ اب تو عرش کے قریب ہوں گے یا وہاں تک پہنچ گئے ہوں گے۔ ایک اور بزرگ لاہور کے قریب ہیں۔ ذرا بارش ہو تو ان کی خدمت میں حاضر ہو کر طالب دعا ہوں گا۔"

(۳۰ جون ۱۹۱۷ء، ص ۵۶)

"خواجہ حسن نظامی صاحب نے بہت اچھی قوالی سنائی' سرکار بہت یاد آئے۔"

(۲۹ مارچ ۱۹۱۹ء' ص ۹۸)

"گزشتہ سرما میں میں دہلی گیا تھا۔ خواجہ حسن نظامی صاحب سے ملاقات ہوئی۔ قوالی کی صحبت ہوئی' آپ بہت یاد آئے۔"

(۱۷ ستمبر ۱۹۱۹ء' ص ۱۰۵)

"ہاں' جوگی جی کا واقعہ.... اللہ والے ایسے ہی ہوتے ہیں(۹)۔ کچھ عرصہ ہوا' ضلع گورک پور میں اسی قسم کا ایک واقعہ سننے میں آیا تھا——"

(۱۸ مئی ۱۹۲۳ء' ص ۱۴۷)

"مولوی ظفر علی خان' حیدر آباد طلب کر لیے گئے۔ آج میں نے اخبار میں دیکھا کہ وہ وہاں پہنچ گئے۔ نہایت قابل آدمی ہیں اور ان کا ذہن مثل برق کے تیز ہے۔ مجھے یقین ہے کہ ان کی علمی قابلیت سے ریاست کو بہت فائدہ ہو گا——"

(۱۰ اپریل ۱۹۱۸ء' ص ۸۲)

"کل مولانا اکبر کا خط آیا تھا' خوب شعر کہتے ہیں۔ انشاء اللہ میں بھی مارچ میں ایم۔ اے کا امتحان زبانی لینے کے لیے الہ آباد جاؤں گا اور مولانا کی ملاقات سے شرف اندوز ہوں گا——"

(یکم فروری ۱۹۱۸ء' ص ۸۰)

"یہ خط شبیر حسن صاحب جوش ملیح آبادی' لکھنوی کی معرفی کے لیے لکھتا ہوں۔ یہ نوجوان نہایت قابل اور ہونہار شاعر ہیں۔ میں نے ان کی تصانیف کو ہمیشہ دلچسپی سے پڑھا ہے۔ اس خدا داد قابلیت کے علاوہ لکھنؤ کے ایک معزز خاندان سے ہیں جو اثر و رسوخ کے ساتھ لٹریری شہرت بھی رکھتا ہے۔ مجھے امید ہے کہ سرکار ان کے حال پر نظر عنایت فرمائیں گے اور اگر ان کو کسی امر میں سرکار عالی کے مشورے کی ضرورت ہو گی تو اس سے دریغ نہ فرمائیں گے——"

(۱۴ فروری ۱۹۲۴ء' ص ۱۵۹)

"(سر) سید علی امام سے جہاں تک کہ مجھے واقفیت ہے' وہ نہایت نکتہ رس اور تعلقات کو نباہنے والے آدمی ہیں۔ عام زندگی میں ان کا بے تکلفانہ

انداز اور سادگی نہایت دل فریب ہے اور یہ خصوصیات مجھے یقین ہے دکن کی آب و ہوا کا بخوبی مقابلہ کر سکیں گی ـــــ"

(۷ اکتوبر ۱۹۱۹ء، ص ۱۰۷، ۱۰۸)

یہ اقتباسات اقبال کی شخصیت کے مختلف پہلوؤں کو جس شرح و بسط کے ساتھ واضح کرتے ہیں، وہ محتاجِ بیان نہیں۔ ذخیرۂ اقبالیات میں "شاد اقبال" کی اہمیت بنیادی ہے اور حیاتِ اقبال کی تفصیل، ان خطوط کے بغیر مرتب نہیں کی جا سکتی ہے۔ اس اعتبار سے "شاد اقبال" کا مطالعہ کہیں زیادہ گہرے اور تفصیلی مطالعے کا تقاضا کرتا ہے۔ (۱۰)

[۱۹۷۳ء]

حواشی:

۱۔ سلسلہ مطبوعات ادارہ ادبیات اردو شمارہ نمبر ۸۶۔
بار اول: نومبر ۱۹۴۲ء
سائز: بانگ درا
ضخامت: ۱۷۵ + ۴۰ صفحات
طابع: اعظم اسٹیم پریس، گورنمنٹ ایجوکیشنل پرنٹرز، حیدر آباد دکن
ناشر: سب رس کتاب گھر، حیدر آباد دکن

۲۔ ۱۹ دسمبر ۱۹۱۹ء کے بعد ۱۱ اکتوبر ۱۹۲۲ء کا خط ہے۔ درمیانی مدت کے خطوں کے بارے میں مرتب نے لکھا ہے کہ "فراہم نہ ہو سکے" (شاد اقبال، صفحہ ۱۱۵)۔ ابھی کچھ عرصہ پہلے اقبال اکیڈمی کراچی کو شاد کے نام اقبال کے بعض مزید خطوط دستیاب ہوئے۔ جن میں سے اس درمیانی مدت کا ایک خط (مرقومہ ۲۲ فروری ۱۹۲۲ء) روزنامہ "جنگ" کراچی ۲۳ اپریل ۱۹۷۲ء میں شائع ہو چکا ہے۔

۳۔ "تنقید کیا ہے؟" طبع دوم، دہلی: ۱۹۵۵ء، ص ۹۶۔

۴۔ شاد نے اس نظم کو دیکھنے کا اشتیاق ظاہر کرتے ہوئے لکھا تھا کہ:
"آپ کی نظم "اقلیم خموشاں" کے دیکھنے کا مجھے بے چینی کے ساتھ انتظار رہے گا مگر مجھے امید ہے کہ "اقلیم خموشاں" اسم بامسمی ہو گا۔ ایسا نہ ہو اقلیم حشر ہو جائے اور دار و گیر کی صدائیں ہر طرف سے گونج کر مہر خموشی کو توڑ دیں ــ" (۱۰ اکتوبر ۱۹۱۶ء، ص ۵)

۵۔ خط پر "اکتوبر" کے بجائے سہواً "نومبر" لکھا گیا ہے۔

۶- "علم الاقتصاد" : اردو میں پولیٹیکل اکانمی پر اقبال کی سب سے پہلی تصنیف ہے جو ۱۹۰۳ء میں لاہور سے شائع ہوئی تھی (ص ۲۱۶) اور آج کل نایاب ہے- اس کا اصل مسودہ اقبال نے عطیہ بیگم کو دیا تھا (مکاتیب اقبال بنام عطیہ بیگم انگریزی' ص ۱۹)- اس کتاب کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ مولانا شبلی نے اس کی زبان درست کی تھی ــــ"

(قاضی احمد میاں اختر جوناگڑھی' اقبالیات کا تنقیدی جائزہ' طبع دوم' ص ۱۴)

"علم الاقتصاد" کا دوسرا ایڈیشن (مرتبہ : پروفیسر خورشید احمد) ممتاز حسن کے پیش لفظ اور ڈاکٹر انور اقبال قریشی کے مقدمے کے ساتھ' اقبال اکیڈیمی کراچی نے ۱۹۶۱ء میں شائع کیا-

7- "Development of Metaphysics in persia" (Ph. D. thesis, Munich University) Luzac, London, 1908, pp. 195

۸- "اپریل ۱۹۲۶ء کے اواخر میں علامہ اقبال نے احباب کے اصرار پر حامی بھر لی کہ وہ پنجاب کی مجلس قانون ساز کے آئندہ انتخاب میں بطور امیدوار کھڑے ہوں گے' چنانچہ قرار پایا کہ آپ شہر لاہور ہی کے مسلم حلقے کی طرف سے کھڑے ہوں اگرچہ اخبارات نے پیہم یہ لکھا کہ ــــ ان کو بلا مقابلہ کونسل کا ممبر ہو جانا چاہیے لیکن ــــ دو تین حضرات مقابلے میں کھڑے ہو گئے ــــ دو امیدواروں نے تو اپنے نام واپس لے لیے لیکن خان بہادر ملک محمد دین آخر تک ڈٹے رہے' چنانچہ علامہ اقبال کو انتخاب کی جنگ لڑنی پڑی ــــ اپنے حریف کے مقابلے میں تین ہزار ووٹوں کی اکثریت سے کامیاب ہوئے اور ۲۳ نومبر ۱۹۲۶ء کو ایم- ایل- سی بن گئے"

(عبدالمجید سالک- "ذکر اقبال" لاہور- ۱۹۵۵ء- ص ۱۳۳- ۱۳۴)

۹- ان اللہ والے جوگی جی کی کرامات کا ذکر کشن پرشاد نے ان لفظوں میں کیا ہے :

"بیس پچیس برس قبل ایک ہندو جوگی مرتاض (اجمیر شریف سے چھ میل کے فاصلے پر) پہاڑوں کے غار میں رہا کرتے تھے- اتفاق سے ان دنوں ایک مسلمان عامل بھی وہاں آئے- جوگی سے ملے- جوگی نے کہا کہ بابا وہ سامنے جو چشمہ ہے' اکثر مسلمان وہاں جایا کرتے ہیں' تم بھی وہیں جا کر بیٹھو- یہ وہاں گئے اور چلہ نشیں ہو گئے- ہندو جوگی کے پاس ایک لڑکی آیا کرتی تھی اور کچھ دیر بیٹھ کر چلی جایا کرتی تھی- ایک دن حسب معمول جب وہ لڑکی بیٹھ کر روانہ ہوئی تو تھوڑی دور جا کر ایک ایسی ہولناک چیخ ماری کہ ادھر سے ہندو جوگی اور ادھر سے مسلمان' دونوں چلے- دیکھا کہ دو مرد اور ایک عورت اس لڑکی کو پکڑے ہوئے ہیں- اور وہ روتی ہے' چیختی ہے' چلاتی ہے- ہندو جوگی نے ان مردوں سے پوچھا تم کون ہو اور کیوں اس کو پکڑا ہے؟ ان دونوں مردوں نے کہا- صاحب میں اس کا سسر ہوں' اور یہ عورت اس کی ساس ہے- یہ اس کا مرد ہے- چند روز سے یہ اس طرح نکل کر گھر سے غائب ہو جاتی تھی' آج اس کا پتہ ملا ہے- ہم اس کو گھر لیے جاتے ہیں- جوگی نے کہا کہ

یہ لڑکی ہے یا لڑکا؟ اگر یہ لڑکی ہے تو تم اسے لے جا سکتے ہو' اور اگر لڑکا ہے تو ہرگز اس کے مالک نہیں ہو سکتے- وہ بڈھی عورت ہنسی اور کہا: واہ! جوگی جی یہ تو آپ نے خوب کہی- میں اس کی ساس ہوں یہ مرد ہے- اور آپ کہتے ہیں کہ "لڑکی ہے تو تمہاری"- بات بڑھی' آخر دیکھا گیا تو جوگی کے کلام کی تائید تھی- وہ لڑکی تھی- خزانہ گم' فوارہ باقی! حیرت ہو گئی- کامل ایسے ہوتے ہیں- فقیر صاحب حکم' ان کو کہتے ہیں- وہ مسلمان چلہ نشین آج اس شہر میں موجود ہیں' جنہوں نے یہ واقعہ اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے- ہائے' اب بھی کہیں ایسا فقیر' ایسا سالک' ایسا مجذوب کوئی ہے' کیوں کر کہوں کہ نہیں ہے- ہے' مگر ہماری آنکھوں سے نہاں ——"

(شاد' بنام: اقبال' اپریل ۱۹۲۳ء' ص ۱۴۳ - ۱۴۴)

۱۰- اقبال کی وفات پر' کشن پرشاد' شاد کا پیغام تعزیت:

"ڈاکٹر سر اقبال' فقیر کے مخلص دوست تھے- ان کی بے وقت مفارقت سے شعر و سخن کا ایک درخشاں ستارہ غروب ہو گیا- مرحوم نے فلسفے کی گتھیوں کو نظم کے ذریعے آسان اور عام فہم بنا دیا ہے- دنیا کی فضائیں ان کے منظوم نغموں سے گونجتی اور آنے والی نسلوں کے دلوں میں مرحوم کی یاد ہمیشہ تازہ کرتی رہیں گی-"

["سب رس" حیدر آباد دکن' اقبال نمبر ۱۹۳۸ء]

کچھ "جاوید منزل" کے بارے میں

میوروڈ (جو علامہ سے منسوب ہو کر اب علامہ اقبال روڈ کہلاتی ہے) سے متصل موضع گڑھی شاہو' لاہور میں سات کنال سے متجاوز نزول لینڈ خسرہ نمبر ۷۶۹ کا نیلام عام منگل ۲۳- جنوری ۱۹۳۴ء کو دس بجے صبح ہوا۔[1] لاہور کے نزول لینڈ افسر پنڈت کرتا کشن' اس نیلام عام کے موقع پر موجود تھے۔ سب سے زیادہ بولی علامہ اقبال کی قرار پائی جو انہوں نے اپنے نابالغ بیٹے جاوید اقبال کی جانب سے دی اور بالاخر گورنر ان کونسل کی منظوری سے یہ قطعہ اراضی پچیس ہزار پچیس (۲۵۰۲۵/-) روپے میں علامہ اقبال کے ہاتھ فروخت ہوا۔

علامہ اقبال کو اس امر کی اطلاع لاہور کے ڈپٹی کمشنر پر تاب کی جانب سے ۲۳- اگست ۱۹۳۴ء کے ایک مراسلے کے ذریعے دی گئی- اس قطعہ زمین کی کل مالیت کی ادائی کے بعد ۱۸- دسمبر ۱۹۳۴ء کو لاہور میونسپل کمیٹی کی جانب سے منظور شدہ نقشے کے مطابق مکان کی تعمیر کی اجازت ملی- نذیر نیازی کے نام ۵ نومبر ۱۹۳۴ء کے ایک خط میں علامہ اقبال نے لکھا ہے کہ:

"مجھے معلوم نہ تھا کہ خرید زمین اور تعمیر وغیرہ میں اتنی سر دردی ہے-"

علامہ اقبال کے اس مکان "جاوید منزل" کی تعمیر کی ساری سردردی علامہ اقبال کے برادر بزرگ شیخ عطا محمد نے اٹھائی' جنہیں سیالکوٹ سے آکر خاص اسی مقصد کے لیے کچھ عرصہ' مستقل لاہور رہنا پڑا- ۲۶ اپریل ۱۹۳۵ء کے ایک خط بنام راس مسعود میں علامہ اقبال نے لکھا تھا کہ:

"ہم لوگ انشاء اللہ وسط مئی تک اپنے نئے مکان میں چلے جائیں گے-"

لیکن واقعہ یہ ہے کہ علامہ اقبال "جاوید منزل" میں ۲۱ مئی ۱۹۳۵ء کو منتقل ہو

علامہ اقبال کے قلمی کرائے نامے کا عکس :

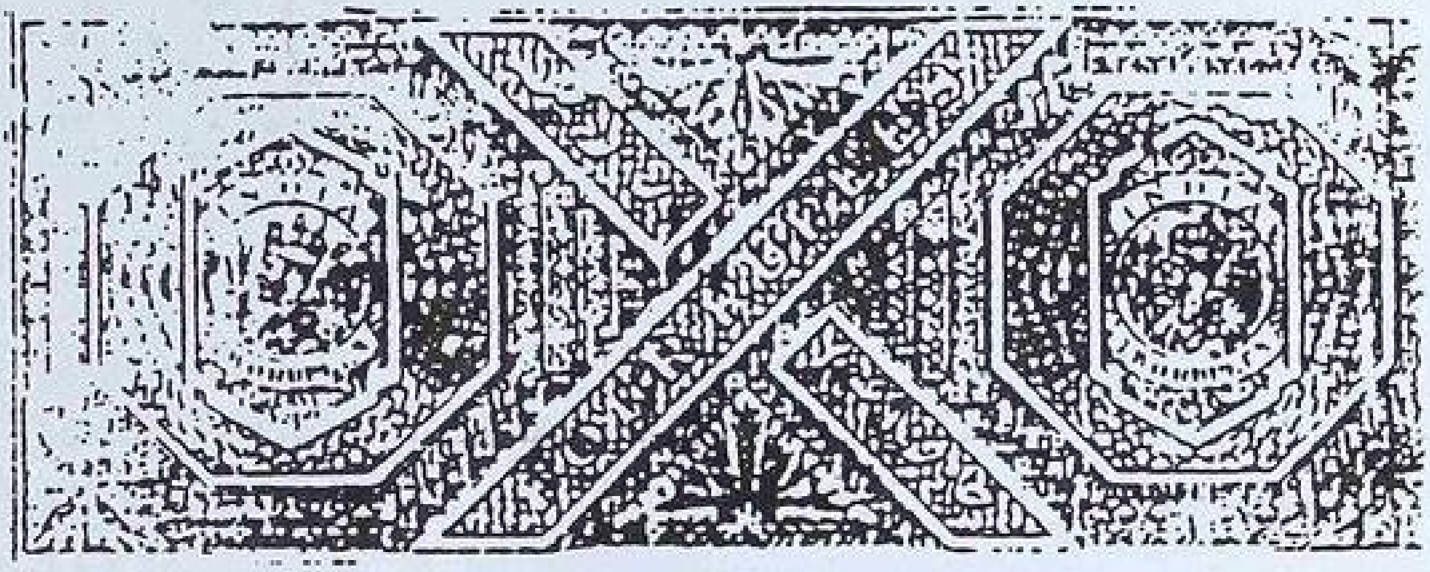

کرایہ نامہ بحق جاوید اقبال نابالغ سلمہ اللہ تعالیٰ

میں ڈاکٹر محمد اقبال بیرسٹر ایٹ لا لاہور کا باشندہ اقرار کرتا ہوں
کہ میں نے منجملہ ایک عدد کوٹھی واقعہ میو روڈ لاہور ملکیتی پسرم
برخوردار جاوید اقبال نابالغ کے تین کمرہ جانب جنوب بتقرر کرایہ مبلغ روپیہ
کرایہ ماہوار مالک موصوف سے کرایہ پر لئے ہیں۔ اقرار یہ ہے کہ کرایہ ماہ بماہ
ادا کیا جائے گا۔ اگر مالک مکان کو خالی کرانے کی ضرورت ہوگی تو
ایک ماہ کا نوٹس دے کر خالی کرا سکے گا لہٰذا یہ اقرار نامہ لکھ دیا ہے
کہ سند رہے۔ العبد

محمد اقبال بیرسٹر ایٹ لا لاہور
۲۱ مئی ۳۵ء لاہور

سکے۔ اس انتقال مکانی کے تیسرے روز یہ سانحہ گزرا کہ علامہ کی اہلیہ والدہ جاوید کوئی سینتیس (۳۷) برس کی عمر میں اس جہان فانی سے رخصت ہوئیں، اور خود علامہ اقبال اپنی عمر عزیز کے کوئی آخری تین برس "جاوید منزل" میں گزار پائے جس کے ایک حصے میں وہ اس تمام عرصے میں اپنے صاحبزادے جاوید اقبال کے کرائے دار کے طور پر مقیم رہے۔

"جاوید منزل" میں منتقل ہوتے ہوئے ۲۱ مئی ۱۹۳۵ء کو علامہ اقبال نے چار روپے کی عدالتی اسٹامپ پیپر پر بحق جاوید اقبال جو "کرایہ نامہ" لکھا تھا، اس کا عکس یہاں پیش کیا جا رہا ہے۔ اصل قلمی دستاویز (بخطِ اقبال)، اقبال میوزیم لاہور میں اور اس کی ہو بہو فوٹو اسٹیٹ نقل میرے ذاتی ذخیرۂ نوادر کی زینت ہے۔

علامہ اقبال نے لاہور کے اپنے چالیس برس کے قیام میں سینتیس برس، کرائے کے مکانات میں گزارے، صرف آخری تین برس انہوں نے اپنے تعمیر کردہ مکان "جاوید منزل" میں بسر کیے لیکن اس وضعِ احتیاط کے ساتھ کہ "کرائے دار" کی ان کی حیثیت پھر بھی تا آخر باقی رہی!

[۱۹۸۱ء]

۱۔ قطعہ اراضی کے یہ کوائف اور جزئیات، تصویرِ حسین حمیدی کے کتابچے "علامہ اقبال میوزیم (جاوید منزل) لاہور" (ناشر و سن اشاعت ندارد) سے ماخوذ ہیں۔

مزارِ اقبال پر خصوصی گارڈز کی تعیناتی

—— صدارتی حکم نامہ ——

اگست ۱۹۸۱ء میں صدرِ مملکت، اسلامی جمہوریۂ پاکستان، جنرل محمد ضیاالحق مرحوم نے یومِ اقبال کو قومی دن کے طور پر شایانِ شان طریقے سے منانے اور اسے تعطیلِ عام قرار دیئے نیز تصورِ پاکستان کے خالق، علامہ اقبال کے مزار کو قومی اہمیت کا درجہ اور مرتبہ عطا کرنے کے لیے ایک حکم نامہ جاری کیا جو اُن کی وفاقی سوچ اور بانیانِ پاکستان کے لیے ان کے دل میں موجود احترام کا مظہر ہے۔

یہاں جنرل محمد ضیاء الحق مرحوم کے اس دستخطی حکم نامے کا عکس محفوظ اور پیش کیا جا رہا ہے۔ اس سوغات کے لیے میں بیجنگ (چین) میں سفارت خانۂ حکومت پاکستان کے پریس اتاشی برادرم محمد یوسف (عزیز سابق ڈائرکٹر، ڈائریکٹوریٹ جنرل، نیشنل سینٹرز، اسلام آباد) کا ممنون ہوں۔

——ڈاکٹر سید معین الرحمٰن

[۱۹۹۲ء]

THE PRESIDENT

MOUNTING OF SPECIAL GUARDS AT THE MAZAR OF ALLAMA IQBAL

1. Sometime back, the Government had decided that special guards would be mounted at the Mazar of Quaid-i- Azam, on the national days of 14th August, 6th September, 25th December, and 23rd March, by the Navy, the Air Force, the First Quaid-i-Azam's

Battalion and the Army respectively. So far this national status has not been accorded to the Mazar of Allama Iqbal, at which ceremonial guard is mounted by the Rangers on these occasions. This relegates the importance of the philosopher-poet to the provincial level. This is neither fair, nor proper in view of Allama Iqbal's unique contribution towards the creation of Pakistan.

2. To pay due respect and homage, I direct that ceremonial guards will be mounted at Allama Iqbal's Mazar on 14th August, 23rd March, and on Iqbal Day by the Army, the PAF, and the Navy respectively. In future, Iqbal Day will be observed as a national day in a befiting manner, and it will be declared a public holiday.

M. Zia-ul-Haq

General
(M. Zia-ul-Haq)

All Governors
Secretary General Defence
Secretary Interior
Secretary Culture
Secretary Information

No. 57/1/CMLA of 10 August 1981

Copy to :- Cabinet Secretary,
Joint Staff Headquarters

اقبال پر غالب کا اثر اور ان کی گرفت

"بانگ درا" (طبع اول ۱۹۲۴ء) میں شامل مرزا غالب (۱۷۹۷ء-۱۸۶۹ء) پر علامہ اقبال (۱۸۷۷ء - ۱۹۳۸ء) کی معرکتہ آلارا نظم "مرزا غالب" پہلے پہل ستمبر ۱۹۰۱ء کے رسالہ "مخزن" لاہور میں چھپی۔ اقبال کے بعد کے اردو اور فارسی کلام میں بھی غالب کا ذکر یا حوالہ ملتا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ طالب علمی کے دور سے آخر عمر تک اقبال' غالب کے اثر اور ان کی گرفت سے نہیں نکلے۔(۱) اگرچہ ان کی حیثیت محض متبع یا مقلد کی بالکل نہیں رہی۔

شاعری کے علاوہ اقبال کی نثر میں بھی متعدد مواقع پر غالب کا ذکر' یا حوالہ آیا ہے۔ ذیل میں اس نوعیت کے بیانات کا احاطہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس کے لئے علامہ اقبال کے مکاتیب' ملفوظات' پیغامات اور علامہ اقبال کے معاصرین کی روایات' بیانات اور یادداشتیں میرا ماخذ ہیں۔ مزارِ غالب پر اقبال کی حاضری' لوحِ مزار کو بوسہ دینا' اسے دونوں ہاتھوں کے حلقے میں لے کر سر جھکا لینا۔ دیوانِ غالب کو سفر و حضر میں بالعموم اپنے ساتھ رکھنا' اور کلامِ غالب کو سن کر اقبال پر رقت کا طاری ہو جانا' ان واقعاتی امور کی شہادتیں موجود ہیں جو غالب سے اقبال کے قلبی اور فکری تعلق پر دلالت کرتی ہیں۔

(۱)

علامہ اقبال نے ۱۹۰۵ء میں حصول علم کے لئے یورپ کا رخت سفر باندھا۔ دوران سفر ۱۲۔ ستمبر ۱۹۰۵ء کو انہوں نے عدن سے اپنے ایک بے تکلف دوست ہفت روزہ "وطن" (لاہور) کے مدیر مولوی انشاء اللہ خاں (۱۸۷۰ء-۱۹۲۸ء) کے نام ایک طویل خط لکھا۔ یہ خط کیا' ایک طرح کا سفرنامہ ہے۔ اس میں وہ لکھتے ہیں کہ دہلی میں انہوں

نے ایک روز خواجہ حسن نظامی اور میر سید غلام بھیک نیرنگ کے ساتھ خواجہ نظام الدین اولیاء کے مزار پر حاضری دی اور تمام دن وہیں بسر کیا:

"... شام کے قریب ہم اس قبرستان سے رخصت ہونے کو تھے کہ میر نیرنگ نے خواجہ (حسن نظامی) صاحب سے کہا کہ ذرا غالب مرحوم کے مزار کی زیارت بھی ہو جائے کہ شاعروں کا حج یہی ہوتا ہے۔ خواجہ صاحب موصوف ہم کو قبرستان کے ایک ویران سے گوشے میں لے گئے جہاں وہ گنج معانی مدفون ہے، جس پر دہلی کی خاک ہمیشہ ناز کرے گی۔ حسن اتفاق سے اس وقت ہمارے ساتھ ایک نہایت خوش آواز لڑکا ولایت نام تھا۔ اس ظالم نے مرزا (غالب) کے مزار کے قریب بیٹھ کر:

دل سے تری نگاہ جگر تک اتر گئی

کچھ ایسی خوش الحانی سے گائی کہ سب کی طبیعتیں متاثر ہو گئیں بالخصوص جب اس نے یہ شعر پڑھا:

وہ بادۂ شبانہ کی سرمستیاں کہاں
اٹھیے بس اب کہ لذت خواب سحر گئی

تو مجھ سے ضبط نہ ہو سکا۔ آنکھیں پرنم ہو گئیں اور بے اختیار لوح مزار کو بوسہ دے کر اس حسرت کدے سے رخصت ہوا۔ یہ سماں اب تک ذہن میں ہے اور جب کبھی یاد آتا ہے تو دل کو تڑپا جاتا ہے۔"

(خطوط اقبال، مرتبہ: رفیع الدین ہاشمی، لاہور ۱۹۷۶ء ص ۷۸-۷۷)

(۲)

میر غلام بھیک نیرنگ لکھتے ہیں:

"۲ ستمبر ۱۹۰۵ء ہمارے خاص احباب کی تاریخ محبت میں ایک قابل یادگار دن ہے۔ صبح کا سہانا سماں ہے بمبئی میل، دہلی کے ریلوے اسٹیشن پر پہنچی ہے۔ خواجہ سید حسن نظامی دہلوی... اسٹیشن پر استقبال کو آئے ہیں۔ استقبال کس کا ہے؟ جدید شاعری کے روح رواں اقبال، یا اقبال، اور اس کے ہمراہیوں کا وہ کیسے؟ اقبال بغرض تعلیم علوم و فنون انگلستان کو روانہ ہوئے ہیں۔ نیرنگ

اور اکرام اپنے پیارے دوست (اقبال) کو رخصت کرنے کے لئے دہلی تک ساتھ گئے ہیں....

ریل سے اتر کر... تھوڑی دیر آرام کیا بعد میں سب دوست مل کر حضرت محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین اولیاء کی درگاہ میں پہنچ کر مزار مبارک پر حاضر ہوئے۔ ولایت نامی ایک نو عمر نوحہ خواں' نو تعلیم تھا مگر خوش گلو اور باطبیعت وہ کچھ گاتا رہا اور وقت نہایت مزے اور کیفیت سے گزرا۔ اس کے بعد شہر کو واپس ہوئے۔ واپسی کے وقت خاتم الشعراء مرزا اسد اللہ خاں غالب کی تربت پر حاضر ہوئے۔ عجیب کیفیت تھی۔ بندہ نیرنگ مرزا صاحب کی تربت کے سرہانے لوح مزار پر ہاتھ رکھے ہوئے بیٹھا تھا۔ میرے دائیں اقبال' عالم محویت میں بیٹھے تھے اور تربت کے گردا گرد تمام پارٹی حلقہ باندھے ہوئے تھی۔ دن بھی ستمبر کا ہوا میں حبس مگر اس قبر کی زیارت کا اثر تھا کہ کسی کو گرمی کا خیال تک نہ تھا.... قوال زادے کو عجب وقت کی سوجھی' بولا حضور مرزا غالب کی ایک غزل یاد آئی' اگر اجازت ہو تو سناؤں' سرود مستاں یاد دہانیدن' یہاں عذر کس کو تھا چنانچہ اس نے یہ غزل گائی:

دل سے تری نگاہ جگر تک اتر گئی
دونوں کو اک ادا میں رضا مند کر گئی

ذیل کے دو شعروں پر عجیب کیفیت رہی:

اڑتی پھرے ہے خاک مری کوئے یار میں
بارے اب اے خدا ہوس بال و پر گئی
وہ بادۂ شبانہ کی سرمستیاں کہاں
اٹھیے بس اب کہ لذتِ خوابِ سحر گئی

غزل کے ختم ہونے پر جب ایک دو منٹ میں ذرا ہوش بجا ہوئے تو سب چلنے کو اٹھے۔ اقبال نے جوش محویت میں مرزا صاحب کے مزار کو بوسہ دیا اور سب شہر کو روانہ ہوئے۔"

(مخزن' لاہور' اکتوبر ۱۹۰۵ء)

(۳)

خواجہ حسن نظامی نے علامہ اقبال کے انتقال پر رسالہ "منادی" دہلی ۲۹ اپریل ۱۹۳۸ء کی اشاعت میں لکھا ہے کہ علامہ اقبال مرحوم:

"جب تعلیم کے لیے یورپ جا رہے تھے تو درگاہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء میں حاضر ہوئے تھے۔ اس سفر کے وقت مرحوم کے ساتھ میر نیرنگ صاحب وغیرہ شعرا بھی تھے جو سب جمع ہو کر مرزا غالب کے مزار پر گئے تھے اور میں نے دلی کے مشہور قوال ولایت خاں کو بلایا تھا۔ ولایت خاں اس وقت نو عمر لڑکا تھا۔ سر اقبال نے غالب کی لوح مزار کو دونوں ہاتھوں کے حلقے میں لے کر سر جھکا لیا تھا اور ولایت خاں نے غالب کی یہ غزل گائی تھی:

وہ بادۂ شبانہ کی سرمستیاں کہاں
اٹھیے بس اب کہ لذتِ خوابِ سحر گئی

اس شعر کو ولایت خاں نے اس طرح ادا کیا تھا کہ سب پر ایک کیف الم طاری تھا۔ مگر آج جب اقبال کے مرنے کی خبر آئی تو اس ولایت خاں قوال نے جو اب بوڑھا ہو گیا ہے۔ دلی ریڈیو (۔۔) خود اقبال کی ایک غزل گائی اور ایسے دردانگیز لہجے میں کہ سب سننے والے رونے لگے..."

(معاصرین اقبال کی نظر میں' از: محمد عبداللہ قریشی لاہور ۱۹۷۷ء
ص ۴۳۸۔ ۴۳۹)

(۴)

ڈاکٹر محمد عبداللہ چغتائی راوی ہیں کہ اقبال کے دوست نواب سر ذوالفقار علی خاں کے فرزند نوابزادہ خورشید علی خاں نے بتایا کہ مجھے ۱۹۱۹ء کے بعد کے واقعات یاد ہیں.... ایک مرتبہ والد صاحب (نواب سر ذوالفقار علی خاں) بہت بیمار ہو گئے ڈاکٹر (علامہ اقبال) صاحب.... روزانہ عیادت کو آتے تھے.... جب والد صاحب کی طبیعت روبہ صحت ہو گئی تو پھر ڈیرہ دون چلے گئے۔ ڈاکٹر (اقبال) صاحب ان کو دیکھنے کی لئے ڈیرہ دون گئے۔ ہماری کوٹھی چھوٹی تھی۔ میرے ساتھ کے کمرے میں ڈاکٹر صاحب ٹھہرے ہوئے تھے۔ میں نے کمرے میں بیٹھے بیٹھے غالب کی یہ غزل گانا شروع کر دی:

دل ہی تو ہے نہ سنگ و خشت، درد سے بھر نہ آئے کیوں

ڈاکٹر (اقبال) صاحب نے مجھے اپنے پاس بلایا اور فرمایا کہ "جو کچھ گاتے ہو یہاں میرے پاس بیٹھ کر سناؤ...." میں سناتا رہا اور وہ دیر تک روتے رہے"

(ڈاکٹر محمد عبداللہ چغتائی، روایات اقبال لاہور ۱۹۸۹ء، ص ۱۵۷)

(۵)

"دیوان غالب" کو اقبال بہت عزیز اور بالعموم اپنے زیر مطالعہ رکھتے تھے۔ ایام علالت اور دوران سفر بھی غالب کا دیوان ان کے پاس اور ان کے ساتھ ہوتا تھا۔ جنوری ۱۹۳۵ء میں ان کی صحت اچھی نہیں تھی۔ گلے کی تکلیف کا اثر شروع ہو گیا تھا۔ وہ بغرض علاج بھوپال پہنچے۔ علامہ اقبال کا قیام "ریاض منزل" میں ہوا۔ ممنون حسن خاں بتاتے ہیں کہ کمرے میں:

".... علامہ اقبال کے بستر پر دو کتابیں رکھی ہوئی تھیں۔ ایک مثنوی مولانا روم اور دوسری دیوان غالب۔ ملازم (علی بخش نے جو سفر میں ان کے ساتھ تھا) بتایا کہ ڈاکٹر صاحب سفر میں زیادہ تر ان کتابوں کو ساتھ رکھتے ہیں...."

(عبدالقوی دسنوی، علامہ اقبال بھوپال میں، ۱۹۶۷ء ص ۱۲)

(۶)

اقبال نے متعدد مواقع پر غالب کے اشعار سے فائدہ اٹھایا اور ان کا سہارا لیا ہے۔ اپنی بات کی تصدیق یا توضیح میں غالب کے اشعار کا حوالہ بھی اعتراف کمال اور ذہنی ہم آہنگی ہی کی ایک صورت ہے۔ اقبال نے "پنجاب میں اردو زبان" کے موضوع پر اپنے ایک تحقیقی مضمون[۲] میں اپنے نقطہ نظر کی تائید اور سند میں "مرزا غالب علیہ الرحمتہ کے فارسی اور اردو اشعار کو پیش کیا ہے دیکھئے:

(اقبال کے نثری افکار، مرتبہ: عبدالغفار شکیل، دہلی ۱۹۷۷ء ص ۴۲، ۴۵)

(۷)

بستی دانشمنداں (جالندھر) کے رئیس خان نیاز الدین خان کے نام علامہ اقبال کے ایک خط مورخہ ۲۷ جون ۱۹۱۷ء میں غالب کا ایک مصرعہ کوٹ ہوا ہے:

"..... مولوی گرامی صاحب کا وعدہ وہی ہے جس کی نسبت مرزا غالب مرحوم

عرصہ ہوا کہہ گئے ہیں:

ترے وعدے پر جئے ہم تو یہ جان جھوٹ جانا (الخ)

(مکاتیب اقبال بنام خان محمد نیاز الدین خاں، لاہور ۱۹۵۴ء ص ۸)

(۸)

مہاراجہ سرکشن پرشاد کے نام علامہ اقبال نے اپنے خط مورخہ ۲۶ فروری ۱۹۱۹ء میں غالب کے ایک فارسی شعر کا حوالہ دیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"بطن گیتی میں بھی نہ معلوم کیا کیا حوادث پوشیدہ ہیں، مرزا غالب خوب کہہ گئے ہیں:

اے سبزہ سر راہ از جور پا چہ نالی
درکیش روزگاراں گل خوں بہا ندارد

زیادہ کیا عرض کروں..."

(شاد اقبال، مرتبہ: ڈاکٹر سید محی الدین قادری زور حیدر آباد دکن، ۱۹۴۲ء ص ۹۶-۹۵)

(۹)

کشن پرشاد کے نام ۷ مارچ ۱۹۱۴ء کے ایک خط میں علامہ اقبال نے غالب کے ایک اردو شعر سے فائدہ اٹھایا ہے۔ لکھتے ہیں:

"گذشتہ ایام میں جب آپ لاہور تشریف لائے تھے تو میرے ورد زبان غالب مرحوم کا یہ شعر رہا کرتا تھا:

ہے خبر گرم ان کے آنے کی
آج ہی گھر میں بوریا نہ ہوا

(صحیفہ لاہور، اقبال نمبر ۳ ۱۹۷۳ء ص ۱۱۳)

(۱۰)

علامہ اقبال کو غالب کے اشعار اور افکار سے ہمیشہ اتنا شغف رہا کہ کلام غالب کو سمجھنے کے سلسلے میں بعض صورتوں میں انہوں نے اپنے اساتذہ اور معاصرین سے بھی رجوع کیا۔ مولانا سید میر حسن کے فرزند سید ذکی شاہ، اقبال کے بچپن کے ساتھی تھے۔ ڈاکٹر محمد عبداللہ چغتائی نے ان سے اقبال کے بارے میں بہت سی معلومات حاصل

کیں۔ سید ذکی شاہ کہتے ہیں:

"ڈاکٹر اقبال صاحب نے ایک مرتبہ مرزا غالب کے ایک شعر کی شرح پوچھی۔ والد صاحب (مولانا سید میر حسن مرحوم) نے کئی صفحے لکھ کر بھیجے، کچھ معلوم نہیں وہ کیا ہوئے....."

(ڈاکٹر محمد عبداللہ چغتائی روایات اقبال، طبع دوم، لاہور ۱۹۸۹ء ص ۴۱)

(۱۱)

علامہ اقبال اپنے ۲۰ اپریل ۱۹۲۲ء کے ایک خط میں سید سلیمان ندوی سے پوچھتے ہیں کہ:

"مرزا غالب کے اس شعر کا مفہوم آپ کے نزدیک کیا ہے:

ہر کجا ہنگامہ عالم بود
رحمتہ للعالمینے ہم بود

(اقبال نامہ حصہ اول، شیخ عطااللہ، لاہور ۱۹۴۶ء ص ۱۱۶)

(۱۲)

اس کی متعدد شہادتیں بھی موجود ہیں کہ علامہ اقبال کے نیازمند غالب کو سمجھنے کے سلسلے میں ان سے رجوع کرتے تھے اور اقبال کی صحبت اور محفل میں غالب اور کلام غالب زیر غور یا موضوع گفتگو رہتا تھا:

"مجھے جب کبھی غالب کے کسی شعر کے سمجھنے میں دقت ہوئی علامہ اقبال کی طرف رجوع کیا اور مشکلات، حل ہو گئیں...."

(ڈاکٹر ایم۔ ڈی۔ تاثیر، اقبال کا فکر و فن، مرتبہ: افضل حق قرشی، لاہور ۱۹۸۸ء ص ۳۱۹)

(۱۳)

ڈاکٹر ایم۔ ڈی۔ تاثیر لکھتے ہیں:

"غالب کے ایک قصیدے سے یہ شعر (دیکھئے):

اڑ کے جاؤں کہاں کہ تاروں کا
آسماں نے بچھا رکھا تھا دام

یہ شعر، اقبال سے کس قدر ملتا جلتا ہے (یعنی غالب کے اس شعر سے ملتے جلتے شعر، اقبال کے ہاں بھی ہیں)۔ اس کی طرف میری توجہ، علامہ اقبال ہی نے دلائی تھی۔

(کریسنٹ، لاہور ۵: ۳۹، فروری اپریل ۱۹۵۱ء ص ۴۷)

(۱۴)

گورنمنٹ کالج لاہور کے زمانۂ (تدریس) میں ایک بار صوفی غلام مصطفیٰ تبسم صاحب کو غالب کا ایک شعر سمجھنے میں دشواری پیش آ رہی تھی (شعر یہ تھا):

قمری کف خاکستر و بلبل قفس رنگ
اے نالہ نشان جگر سوختہ کیا ہے

خیال آیا کہ علامہ اقبال نے "جاوید نامہ" میں ایک حوالے سے اس شعر کی تشریح کی[۳] ہے، لہٰذا ان سے رجوع کرنا چاہیے۔ چنانچہ کلاس میں جانے سے پہلے صبح ہی صبح علامہ اقبال کے ہاں حاضر ہوئے اور اپنا مدعا بیان کیا۔ علامہ نے جواب میں فرمایا کہ اس شعر کی تشریح تو میں نے "جاوید نامہ" میں کی ہے۔

صوفی تبسم صاحب نے عرض کیا کہ اسی لیے تو حاضر ہوا ہوں، ذہن میں کچھ الجھنیں ہیں۔ علامہ اقبال نے علی بخش کو بلایا تاکہ "جاوید نامہ" میں درج اس شعر کی تشریح دیکھی جائے۔ حضرت علامہ نے صوفی صاحب کو "جاوید نامہ" کے وہ اشعار پڑھنے کے لئے کہا مگر صوفی صاحب نے علامہ صاحب سے درخواست کی کہ یہ اشعار آپ خود پڑھیں۔ علامہ نے اشعار پڑھے:

نالۂ کو خیزد از سوز جگر
ہر کجا تاثیر او دیدم دگر!
قمری از تاثیر او وا سوختہ
بلبل از وے رنگہا اندوختہ!

علامہ کے (اشعار پڑھنے کے) انداز ہی سے صوفی صاحب کی الجھن رفع ہو گئی۔"

(ڈاکٹر نثار احمد قریشی، علامہ اقبال صوفی تبسم کی نظر میں، ۱۹۸۳ء ص ۱۴)

(۱۵)

ڈاکٹر محمد عباس علی خاں لمعہ کے نام ۲۰- مئی ۱۹۳۷ء کے اپنے ایک خط[۴]

میں علامہ اقبال نے غالب کا حوالہ دیا ہے:

"..... آپ کے تشریف لے جانے کے بعد ایک دو روز تک ہمارے عزلت کدہ میں وہ کیفیت تھی کہ جس کو غالب نے شاید ہماری محبت کے بارے میں موزوں کیا ہو گا: اے تازہ واردان بساط ہوائے دل..... سے آغاز کیا اور اک شمع رہ گئی ہے سو وہ بھی خاموش ہے پر اختتام کیا....."

(اقبال نامہ حصہ اول' لاہور ۱۹۴۶ء ص ۲۹۶- ۲۹۷)

(۱۶)

ضیاء الدین احمد برنی (مصنف "عظمت رفتہ") لکھتے ہیں:

"..... دہلی یونیورسٹی کے قیام سے پیشتر دہلی کے طلباء اعلیٰ امتحانات کے لئے لاہور جاتے تھے چنانچہ ۱۹۲۲ء میں بی۔ اے کے امتحان کے سلسلے میں' میں لاہور گیا۔ امتحان سے فارغ ہونے کے بعد میں ڈاکٹر شیخ محمد اقبال کی قیام گاہ واقع انار کلی پہنچا۔ انہوں نے انتہائی محبت و شفقت کا اظہار فرمایا۔ اثنائے گفتگو میں' میں نے پوچھا کہ :"کون کون سے شعراء کا کلام زیادہ تر آپ کے زیر مطالعہ رہتا ہے؟" فرمایا: حافظ' مولانا روم' غالب' گوئٹے وغیرہ....."

(اقبال کے ہم نشین' مرتبہ: صابر کلوروی' لاہور' ۱۹۸۵ء' ص ۶۶)

(۱۷)

مولانا غلام رسول مہر کہتے ہیں کہ ۱۹۲۲ء سے ۱۹۳۲ء تک قریباً ہر روز حضرت علامہ اقبال کی بابرکت خدمت میں حاضری کی سعادت حاصل ہوتی تھی' ۱۹۲۵ء اور ۱۹۲۶ء میں باقاعدہ روزنامچہ لکھتا رہا جس میں ان کے ارشادات خلاصتہً جمع کر لیتا تھا۔ اس روزنامچے کا کچھ حصہ "اقبالیات" از: مولانا غلام رسول مہر میں چھپا ہے۔ یہ کتاب مولانا مہر کے خلف اصغر' امجد سلیم علوی نے مرتب کی ہے۔ روزنامچہ مہر سے ۲۳۔ ستمبر ۱۹۲۵ء کا ایک اندراج:

"آج حضرت علامہ اقبال نے غالب کے متعلق باتیں کیں.....

(اقبالیات' لاہور ۱۹۸۸ء ص ۲۵۵)

(۱۸)

مولانا مہر کے اسی روزنامچے سے ایک مزید اندراج (بتاریخ ۲۵۔ ستمبر ۱۹۲۵ء):

"..... نظیری میں Thought اور Emotion دونوں ہیں' غالب و عرفی میں Thought بہت ہے' Emotion کم ہے ....."

(اقبالیات' ایضاً ص ۲۵۶)

(۱۹)

روزنامچۂ مہر سے ۶۔ اکتوبر ۱۹۲۵ء کی ایک اور یادداشت:

"..... علامہ اقبال سے شعر' شعراء کا ذکر (رہا)..... نظیری اور غالب کا مقابلہ غالب کا ابتدائی کلام سمجھا جائے گا..... علامہ کچھ عرصہ چپ رہے' پھر فرمایا: کسی حد تک' لیکن غالب سے کہیں زیادہ مومن ژولیدہ گفتار ہے۔"

(ملفوظات اقبال' محمود نظامی/ ابوالليث صدیقی' لاہور ۱۹۷۷ء میں ۲۲۵' نیز: نفائس اقبال' عابد علی عابد' ۱۹۹۰ء ص ۱۲)

(۲۰)

سید عابد علی عابد لکھتے ہیں کہ میں نے علامہ اقبال سے عرض کیا کہ:

"..... ژولیدہ گفتاری کا معیاری نمونہ غالب کا ابتدائی کلام سمجھا جائے گا'..... علامہ کچھ عرصہ چپ رہے' پھر فرمایا: کسی حد تک' لیکن غالب سے کہیں زیادہ مومن ژولیدہ گفتار ہے۔"

(ملفوظات اقبال' محمود نظامی/ابوالليث صدیقی' لاہور ۱۹۷۷ء ص ۲۲۵' نیز: نفائس اقبال' عابد علی عابد' ۱۹۹۰ء ص ۱۲)

(۲۱)

"غالب' لطفِ خرام اور ذوقِ رفتار سے آشنا ہے مگر سکون و راحت کی لذتوں سے بھی یکسر بیگانہ نہیں ہے۔ راقم الحروف کو اس مسئلے پر ایک دفعہ علامہ اقبال سے گفتگو کرنے کا موقع ملا۔ علامہ ممدوح نے فرمایا کہ:

"غالب اور بیدل کی صوفیانہ شاعری میں بہت فرق ہے۔ بیدل کے تصوف میں حرکت ہے مگر غالب کا تصوف مائل بہ سکون ہے۔ بیدل میں یہ حرکی

عنصر اس قدر نمایاں ہے کہ اس کا معشوق بھی صاحب خرام ہے۔"
ذوق سکون، خصوصیت کے ساتھ اس وقت واضح ہوا جب غالب نے بیدل کی تقلید بالکل ترک کر دی۔"

(حمید احمد خاں، غالب اور بیدل، ہمایوں، لاہور، مارچ ۱۹۳۸ء ص ۲۵۲)

(۲۲)

کرنل مجید ملک نے اقبال سے اپنی ایک طویل ملاقات کے تذکرے میں ضمناً تحریر فرمایا ہے کہ:

".... میں نے عرض کیا: آپ کے نزدیک کامیاب اشعار میں کیا خوبیاں ہوتی ہیں؟ مسکرا کے فرمایا بہت سی ہوتی ہوں گی لیکن جدت اور فنی خوبی، یہ دونوں بہرحال ضروری ہیں۔ میں نے عرض کیا: تو کوئی شعر فرمایئے جو آپ کو پسند ہو اور اس معیار پر پورا اترے، ارشاد کیا تم شعر سناؤ، میں نے غالب کا یہ شعر پڑھا:

مہرباں ہو کے بلا لو مجھے چاہو جس وقت
میں گیا وقت نہیں ہوں کہ پھر آبھی نہ سکوں

فرمایا: اچھا شعر ہے کوئی اور شعر سناؤ میں نے غالب کا ایک اور شعر پڑھا:

سراپا رہن عشق و ناگزیر الفت ہستی
عبادت برق کی کرتا ہوں اور افسوس حاصل کا

فرمایا یہ بھی اچھا شعر ہے۔ غالب نے اس قسم کے اشعار بیدل کے تتبع میں کہے تھے لیکن یہ رنگ اردو میں کامیاب نہ ہو سکا، چنانچہ غالب نے اسے ترک کر دیا...."

(انوار اقبال، مرتبہ بشیر احمد ڈار، کراچی ۱۹۶۷ء ص ۳۸)

(۲۳)

"۱۹۳۵ء میں دہلی کے ہندو مسلمان اہل علم نے "خم خانہ جاوید" کے مصنف سری رام (ولادت: ۴ دسمبر ۱۸۷۵ء، وفات: ۲۵ مارچ ۱۹۳۶ء) کے مکان پر جمع ہو کر "غالب سوسائٹی" قائم کی جس نے ۱۵ فروری ۱۹۳۶ء کو دہلی میں "یوم غالب" منایا۔ علامہ اقبال ان دنوں بیمار تھے اس لئے خود تو اس تقریب

میں شریک نہ ہو سکے مگر انہوں نے اپنا پیغام خواجہ حسن نظامی کے نام بھیج دیا جو حسب ذیل تھا:

"... جناب خواجہ صاحب، دو سال سے علیل ہوں ... پیغام کے لئے مراقبہ کیا تو مرزا ہرگوپال تفتہ (۱۷۹۹ء-۱۸۷۹ء) کی روح سامنے آگئی اور دلی والوں کے لئے یہ دو شعر نازل کر کے غائب ہو گئی:

زیں محفل کہ افسون فرنگ از خود ربود او را
نگاہے پردہ سوز آور، ولے دانائے راز او را
مئے ایں ساقیان لالہ رو ذوق نمی بخشد
زفیضِ حضرت غالب ہماں پیمانہ باز آور

زیادہ کیا عرض کروں...."

(خطوط اقبال مرتبہ: رفیع الدین ہاشمی لاہور ۱۹۷۶ء ص ۱۲۰)

(۲۴)

شیخ محمد اکرام کی کتاب "غالب نامہ" (طبع اول ۱۹۳۶ء) کے بارے میں اپنے ایک خط (بنام اکرام) مورخہ ۳ مئی ۱۹۳۷ء میں علامہ اقبال لکھتے ہیں کہ:

"پچھلی دفعہ جب آپ سے ملاقات ہوئی تو آپ نے اپنی کتاب: "غالب نامہ" اور سورت کے آم جن کی عمدگی کی آپ نے تعریف کی تھی، بھیجنے کا وعدہ کیا تھا۔ آموں کا تو انتظار کر سکتا ہوں لیکن "غالب نامہ" کے ریویوز اخبارات میں دیکھنے کے بعد اس کے لئے بیتاب ہوں۔ جلد از جلد ایک نسخہ بھیج دیجئے"

کتاب "غالب نامہ" ملنے پر ۱۲ مئی ۱۹۳۷ء کے اپنے خط میں علامہ اقبال نے شیخ محمد اکرام کو لکھا کہ:

"آپ نے (کتاب کے) مقدمے کی تیاری اور غالب کی نظموں کی تاریخ وار ترتیب میں محنت وکاوش سے کام لیا ہے۔ بلاشبہ آپ نے غالب پر ایک نہایت عمدہ تصنیف پیش کی ہے، اگرچہ مجھے آپ کے چند نتائج سے اتفاق نہیں۔ میرا ہمیشہ سے یہ خیال رہا ہے کہ حضرت غالب کو اردو نظم میں بیدل

کی تقلید میں ناکامی ہوئی۔ غالب نے بیدل کے الفاظ کی نقالی ضرور کی لیکن بیدل کے معنی سے اس کا دامن تہی رہا۔ بیدل کا رہوار فکر اپنے ہم عصروں کے لئے ذرا گریزپا تھا۔ اس امر کے ثبوت میں شہادت پیش کی جا سکتی ہے کہ ہند اور بیرون ہند کے معاصرین، بیدل اور دوسرے دلدادگان نظم فارسی، بیدل کے نظریۂ حیات کو سمجھنے سے قاصر رہے ہیں....“

(اقبال نامہ، حصہ دوم مرتبہ شیخ عطاء اللہ، لاہور ۱۹۵۱ء ص ۳۲۵-۷ ۳۲)

(۲۵)

۲۱ فروری ۱۹۳۷ء کو انجمن اردو پنجاب کی طرف سے ”یوم غالب“ منایا گیا۔ حفیظ ہوشیارپوری (۱۹۱۲ء-۱۹۷۳ء) اس تقریب پر پیغام لینے کے لئے علامہ اقبال کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان کا اپنا بیان ہے کہ:

”صبح کا وقت تھا۔ آپ ”جاوید منزل“ کے صحن کے مغربی کونے میں چارپائی پر بیٹھے ہوئے تھے۔ ٹانگیں چارپائی سے نیچے لٹکائی ہوئی تھیں اور ان پر پٹیاں بندھی ہوئی تھیں جس سے معلوم ہوتا تھا کہ ان میں درد یا اسی قسم کی کوئی تکلیف ہے۔ میں چارپائی کے پاس ایک کرسی پر بیٹھ گیا اور مزاج پرسی کی۔ تھوڑی دیر بعد میں نے اپنے آنے کا مقصد بیان کیا اور ”یوم غالب“ کے لیے پیغام کی درخواست کی۔ اس پر آپ لیٹ گئے اور کچھ دیر خاموش رہے۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ مجھے تکلیف ہے۔ آپ جس قسم کا پیغام چاہتے ہیں خود لکھ لیں میں دستخط کر دوں گا۔ چنانچہ میں نے غالب کے متعلق چند اس قسم کی سطور لکھ لیں جو عام طور پر ایسی رسمی تقریبوں کے لیے لکھی جاتی ہیں۔ میں نے یہ پیغام انہیں پڑھ کر سنایا... آپ جوش کے عالم میں فوراً اٹھ بیٹھے اور فرمانے لگے ”معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے غالب کا کلام پڑھا ہی نہیں۔ آپ اس کے فلسفۂ شعر سے بے بہرہ ہیں۔“

کوئی دو منٹ کی خاموشی کے بعد آپ نے فرمایا:

”لکھیے“ ــــ آپ بولتے گئے اور میں لکھتا گیا، پھر جو کچھ لکھا تھا پڑھ کر سنایا اور آپ نے دستخط کر دیئے۔ ”یوم غالب“ کے لیے علامہ اقبال نے جو پیغام

دیا' وہ یہ ہے:

"اپنا پیغام تو میں کیا دوں گا' البتہ غالب کا پیغام ان لوگوں تک پہنچا دینا اپنا فرض سمجھتا ہوں جو آپ یوم غالب منا رہے ہیں۔ ان کا پیغام یہ ہے:

فارسی بیں تا بہ بینی نقش ہائے رنگ رنگ
بگذر از مجموعۂ اردو کہ بے رنگِ من است

غالب آپ کو فارسی کلام کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ اس دعوت کو قبول کرنا نہ کرنا آپ کے اختیار میں ہے' لیکن اگر آپ اسے قبول کرنے کا فیصلہ کر لیں تو ان کے فارسی کلام کی حقیقت اور ان کی تعلیم کے مختلف پہلوؤں کا سمجھنے کے لیے دو باتوں کا جاننا ضروری ہے:

- اول یہ کہ عالم شعر میں مرزا عبد القادر بیدل اور مرزا غالب کا آپس میں کیا تعلق ہے۔
- دوم یہ کہ مرزا بیدل کا فلسفہ حیات' غالب کے دل و دماغ پر کہاں تک موثر ہوا اور مرزا غالب اس فلسفہ حیات کو سمجھنے میں کس حد تک کامیاب ہوئے۔

مجھ کو یقین ہے کہ اگر آج کل کے وہ نوجوان جو فارسی ادب سے دلچسپی رکھتے ہیں' اس نقطۂ نگاہ سے غالب کے فارسی کلام کا مطالعہ کریں تو بہت فائدہ اٹھائیں گے۔"

(ملفوظات اقبال' محمود نظامی' طبع اول ص ۱۲۷- ۱۳۸ طبع دوم' مرتبہ ابو اللیث صدیقی' ص ۱۶۶-۱۶۸' نیز : معاصرین' اقبال کی نظر میں از : محمد عبد اللہ قریشی' لاہور ۱۹۷۷ء ص ۵۵۱- ۵۵۳)

(۲۶)

ڈاکٹر سعید اللہ اپنے ایک مضمون "اقبال کے ہاں ایک شام" (۲۱- نومبر ۱۹۳۷ء) میں لکھتے ہیں کہ میں نے علامہ اقبال سے پوچھا' "غالب کی شاعری کے بارے میں آج کل یہ بحث ہو رہی ہے کہ آیا وہ قنوطی تھا یا رجائی' آپ اس کے بارے میں کیا فرماتے ہیں" فرمایا "قنوطیت' فلسفے کی ایک اصطلاح ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ دنیا کی اچھی چیزوں میں بھی برائی کا پہلو نکالا جائے۔ اس طرح قنوطی بدھ مت والے ہیں یا پھر ان کا

پیرو شوپن ہاؤئر (Schopenhauer)- اس لحاظ سے غالب قنوطی نہیں' البتہ شاعر پر کبھی ایسی حالت طاری ہوتی ہے کہ وہ دنیا سے بیزاری کی داستان بیان کرتا ہے- فلفسے کی اصطلاح میں اسے قنوطیت نہیں کہتے- بہر حال قنوطیت سے بحث کرتے وقت اس فرق کو پیش نظر رکھنا چاہیے-"

(ملفوظات اقبال' محمود نظامی/ ابو اللیث صدیقی' لاہور ۱۹۷۷ء ص ۱۴۵)

(۲۷)

"غالب واقعی بڑا شاعر تھا لیکن محض پنشن میں اضافے کے خیال سے سرکار انگلیشیہ کی مدح میں قصائد لکھنا بڑے افسوس کی بات ہے- غالب کی اس روش سے بڑا دکھ ہوتا ہے- غلامی بہت بڑی لعنت ہے- غلامی زبان سے وہ کچھ بھی کہلوا دیتی ہے جو انسان نہیں کہنا چاہتا- دانستہ اور نادانستہ بھی- غالب کا کلام دراصل فارسی ہی میں ہے- غالب کا فارسی کلام پڑھئے اور ضرور پڑھئے- غالب کا فارسی کلام بڑی چیز ہے-"

(سید نذیر نیازی' اقبال کے حضور' ۶ مارچ ۱۹۳۸ء طبع اول ۱۹۷۱ ص ۲۷۸)

(۲۸)

انگریزی زبان میں علامہ اقبال کی ایک بیاض (ڈائری) جو ۱۹۱۰ء کے درمیانی چند ماہ کی منتشر نگارشات کا مجموعہ ہے' ڈاکٹر جاوید اقبال کے تعارف کے ساتھ مرتب ہو کر ۱۹۶۱ء میں Stray Reflections کے نام سے کتابی صورت میں چھپی-

"شذراتِ فکر اقبال" کے نام سے افتخار احمد صدیقی نے علامہ اقبال کی اس قیمتی بیاض کا اردو ترجمہ کیا جسے مجلسِ ترقی ادب' لاہور نے ۱۹۷۳ء میں شائع کیا- اس بیاض میں دو مواقع پر اقبال نے مرزا غالب کا ذکر کیا ہے:

> "-- میری رائے میں مرزا غالب کا فارسی کلام شاید مسلمانانِ ہند کی جانب سے وہ واحد پیش کش ہے جس سے ملت کے عام ادبی سرمائے میں کوئی مستقل اضافہ ہوا ہے- غالب یقیناً ان شعرا میں سے ہے جن کا ذہن اور تخیل انہیں مذہب اور قومیت کے تنگ حدود سے بالا تر مقام عطا کرتا ہے- غالب شناسی کا حق ادا ہونا ابھی باقی ہے-"

(شذراتِ فکر اقبال' ص ۱۰۲)

"میں اعتراف کرتا ہوں کہ میں نے ہیگل، گوئٹے، مرزا غالب، عبد القادر بیدل اور ورڈزورتھ سے بہت کچھ استفادہ کیا ہے۔ ہیگل اور گوئٹے نے اشیاء کی باطنی حقیقت تک پہنچنے میں میری رہنمائی کی۔ بیدل اور غالب نے مجھے یہ سکھایا کہ مغربی شاعری کی اقدار اپنے اندر سمو لینے کے باوجود اپنے جذبے اور اظہار میں مشرقیت کی روح کیسے زندہ رکھوں اور ورڈزورتھ نے طالب علمی کے زمانے میں مجھے دہریت سے بچایا۔"

(شذراتِ فکر اقبال، ص ۱۰۵)

ان سب شہادتوں کی روشنی میں ڈاکٹر خلیل الرحمٰن اعظمی کی یہ بات درست ہے کہ:

"ــــ غالب سے صحیح معنوں میں اگر کسی نے فیضان حاصل کیا تو وہ اقبال ہیں، لیکن اس سے یہ نتیجہ نہیں نکالا جا سکتا کہ اقبال نے غالب کا تتبع کیا....... اردو شاعروں میں اقبال نے میر، مومن اور دوسرے شعراء سے بھی کچھ نہ کچھ حاصل کیا ہو گا۔ حالی، شبلی اور اکبر سے بھی، لیکن غالب ہی اس وقت تک اردو میں اکیلے شاعر تھے، جن کے یہاں فکر کے عناصر ملتے ہیں۔ اقبال جو بات کہنا چاہتے تھے وہ ولی، قائم، میر، مومن یا خود ان کے استاد داغ کی زبان میں ادا نہیں ہو سکتی تھی۔ اس لیے لامحالہ انہوں نے غالب کے طرزِ گفتار سے فائدہ اٹھایا.... اقبال نے... اپنی غیر معمولی شخصیت اور صحت مند تنقیدی شعور کی بنا پر غالب کے کلام کی فکری بنیادوں کو سمجھ لیا تھا ــــ"

(نقدِ غالب، ۱۹۵۶ء، ص ۲۷۲-۲۷۳)

حقیقت یہ ہے کہ غالب کی سحر انگیز مردانہ شخصیت، ان کے منفرد طرزِ گفتار اور ان کے توانا استفہامیہ اسلوب نے ہمیشہ اقبال کو متجسس اور متوجہ رکھا۔ بایں ہمہ وہ غالب کی تعمیم یا ترجیع نہیں ان کی توثیق اور توسیع ہیں۔

ماخذ و مصادر

۱۔ شاد اقبال، مرتبہ: ڈاکٹر محی الدین قادری زور، حیدر آباد دکن، ۱۹۴۲ء

ماخذ و مصادر:

۱- شاد اقبال، مرتبہ: ڈاکٹر محی الدین قادری زور، حیدر آباد دکن، ۱۹۴۲ء
۲- اقبال نامہ، حصہ اول، شیخ عطاء اللہ، لاہور ۱۹۴۶ء
۳- اقبال نامہ، حصہ دوم، شیخ عطاء اللہ، لاہور ۱۹۵۱ء
۴- مکاتیب اقبال بنام خان محمد نیاز الدین خان، لاہور ۱۹۵۴ء
۵- خطوط اقبال، ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی، لاہور ۱۹۷۶ء
۶- ملفوظات اقبال، محمود نظامی، طبع دوم، لاہور ۱۹۴۹ء
۷- ملفوظات اقبال، محمود نظامی/ ابواللیث صدیقی، لاہور ۱۹۷۷ء
۸- Stray Reflections، ڈاکٹر جاوید اقبال، لاہور ۱۹۶۱ء
۹- شذراتِ فکرِ اقبال، مترجم افتخار احمد صدیقی، لاہور ۱۹۷۳ء
۱۰- معاصرین، اقبال کی نظر میں، محمد عبد اللہ قریشی، لاہور ۱۹۷۷ء
۱۱- روایاتِ اقبال، ڈاکٹر محمد عبد اللہ چغتائی، لاہور ۱۹۷۷ء
۱۲- اقبالیات، مولانا غلام رسول مہر، مرتبہ: امجد سلیم علوی، لاہور ۱۹۸۸ء
۱۳- اقبال کے ہم نشین، صابر کلوروی، لاہور ۱۹۸۵ء
۱۴- اقبال کے حضور، سید نذیر نیازی، لاہور ۱۹۷۱ء
۱۵- انوارِ اقبال، بشیر احمد ڈار، کراچی ۱۹۶۷ء
۱۶- اقبال کے نثری افکار، عبد الغفار شکیل، دہلی ۱۹۷۷ء
۱۷- علامہ اقبال صوفی تبسم کی نظر میں، ڈاکٹر نثار احمد قریشی، لاہور ۱۹۸۳ء
۱۸- اقبال کا فکر و فن، ایم ڈی تاثیر/ افضل حق قرشی، لاہور ۱۹۸۸ء
۱۹- نفائسِ اقبال، سید عابد علی عابد، لاہور ۱۹۹۰ء
۲۰- علامہ اقبال، بھوپال میں، عبد القوی دسنوی، لکھنؤ ۱۹۶۷ء
۲۱- اقبال کے کرم فرما، ماسٹر اختر، نئی دہلی ۱۹۸۹ء
۲۲- اقبال پر تحقیقی مقالے، ڈاکٹر صدیق جاوید، لاہور ۱۹۸۸ء
۲۳- افکارِ غالب، ڈاکٹر خلیفہ عبد الحکیم، لاہور ۱۹۵۴ء

۲۴- نقدِ غالب، مرتبہ ڈاکٹر مختار الدین احمد، علی گڑھ ۱۹۵۶ء طبع جدید لاہور ۱۹۹۴ء

۲۵- غالب نامہ، ایس ایم اکرام، طبع اول، بمبئی، لاہور ۱۹۳۶ء

۲۶- جاوید نامہ، علامہ محمد اقبال، طبع اول، لاہور ۱۹۳۶ء

۲۷- عظمت رفتہ، ضیاء الدین احمد برنی، کراچی، ۱۹۶۰ء

رسائل و جرائد :

۱- مخزن، لاہور ستمبر ۱۹۰۱ء

۲- مخزن، لاہور اکتوبر ۱۹۰۳ء

۳- مخزن، لاہور اکتوبر ۱۹۰۵ء

۴- ہمایوں، لاہور مارچ ۱۹۳۸ء

۵- منادی، دہلی ۲۹- اپریل ۱۹۳۸ء

۶- سالنامہ انقلاب، لاہور ۱۵- مئی ۱۹۳۹ء

۷- کرینٹ، مجلہ اسلامیہ کالج، لاہور فروری اپریل ۱۹۵۱ء

۸- اقبال ریویو، لاہور جنوری ۱۹۷۰ء

۹- صحیفہ، لاہور، اقبال نمبر ۱۹۷۳ء

حواشی :

۱- ڈاکٹر خلیفہ عبد الحکیم کے بقول "زمانہ شباب میں اقبال، غالب پر ایک کتاب لکھنے کی بھی خواہش رکھتے تھے لیکن بعد میں ان کے افکار کا رخ دوسری طرف پھر گیا"
(افکار غالب، لاہور ۱۹۵۴ء ص ۱۶)
بایں ہمہ اقبال، غالب کی شاعری اور بالخصوص ان کے فارسی کلام کی عظمت اور بڑائی کے تادم آخر بڑے مداح اور قدر دان رہے۔ اس ضمن میں اپنے انتقال سے چند ہفتے پہلے کے ایک بیان کے لیے رجوع کیجئے: "اقبال کے حضور" (سید نذیر نیازی)، طبع اول لاہور ۱۹۷۱ء ص ۲۷۸، نیز دیکھئے "جاوید نامہ" طبع اول لاہور فروری ۱۹۳۲ء

۲- یہ مضمون مخزن، لاہور اکتوبر ۱۹۰۳ء میں چھپا۔ اس کی صحیح تاریخ اشاعت کے تعین کے

لیے دیکھیے : ڈاکٹر صدیق جاوید کی کتاب ''اقبال پر تحقیق مقالے'' لاہور ۱۹۸۸ء ص ۳۰-۳۲

۳- ڈاکٹر ایم ڈی تاثیر نے ایک موقع پر علامہ اقبال کی اس شرح کا تذکرہ کیا ہے' دیکھیے : سالنامہ انقلاب' لاہور ۱۵- مئی ۱۹۳۹ء بحوالہ : اقبال کا فکر و فن' از : تاثیر لاہور ۱۹۸۸ء ص ۲۱۱-۲۱۵' نیز ص ۲۱۹- ۲۲۳

۴- اس خط کے بارے میں شبہ ظاہر کیا گیا ہے کہ یہ علامہ اقبال کا نہیں ہے- دیکھیے : اقبال کے کرم فرما از : ماسٹر اختر' مونومینٹل پبلشرز' نئی دہلی مئی ۱۹۸۹ء ص ۹۳-۹۷

اِقبال اکادمی پاکِستان